

GOVERNMENT OF INDIA
ARCHAEOLOGICAL SURVEY OF INDIA

CENTRAL
ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

ACCESSION NO. 14843

CALL No. 928.91431/Gha.

D.G.A. 79

14.10.10

3478

بنو صنّاع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

3475

80

اردو

(112)

بینی

کارنامہ فصاحت و سحرانہ بلاغت و قوت اردو و نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ

اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ تخلص بن غالب

جو محافظانِ دینی تسلیم افعال کے لیے ایک دستورِ عمل ہے

۹۲۶ ۱۱۴۶۱
احقر الامام سید عیوب السلام کے اہتمام سے

مطبع وقعی واقع دہلی میں طبع مطبوعہ طبیبان

قیمت فی جلد

122 of 10

جلد حقوق محفوظ ہیں



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ من تصنیف شاعر شیرین مقال ناشر عدیم المثال جناب میر ہمدی
صاحب التخلّص مجروح شاگرد رشید منزا اللہ خان غالب مدظلہ

تائیش داور چہاں آفرین آسان نہیں کیونکہ زبان ہو اور لغت حضرت سید المرسلین شکل ہے زبان کیا مگر
میدان ہو وہ دریاے ذخار ہے یہ محیط ناپید انگار تو ہاں ہنر سا اور فہم نے سرو پایا تھا عقل معترف
بعجز و قصور خرد ناچار و مجبور پھر اس صورت میں قلم مقطور ع اللسان کیا نکارش کرے سوائے اس کے
اصل مطلب لاش کرے او وہ یہ ہے کہ مخور ان خرد پیشہ اور خرد مندان درست اندیشہ خوب جانے ہیں کہ
ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نیکی گمشدہ خاص و عام ہے اور ہر عقل و فہم اس بات
متفق الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور اس کی
اسلوبی میں انہی زبانوں کے ہم پایہ ہے۔ اگر فضحائے عرب عجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں
تو اپنی زبان سے زیادہ اس کی محسوس فرمائیں ہر چہ ابتداء رواج سے ہر عہد میں کلامان عطر اس
مستودہ خرد فریب کی آہنگی و پیرنگی میں سہی فراواں درکشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بفضل
زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدر اور بدو کمال ہے

OF

By

Call No

14843

19.8.61

928.91421/62

بیان ہو جس کی صفائی استعارات کی نخلت سے دُر شاہوار پانی پانی جس کی گینبی قہر سے جگر خون لعل مانی
 نہیں نہیں یہ ستایش کچھ سرمایہ نازش نہیں کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب تابانہ کی بخت
 میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکیاں۔ تہیدستان سرمایہ سخن کو فیض رسان عبارت میں کی کیفیت
 جامی تو کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُس کے ادراک غومض میں اپنی عقل و فرد
 کھتے ہیں جہاں ایسے سرخوشان خستہ ان معنی خرم غوار بادہ گنگنا و طشہ حسن بیان سے سرشار
 ہوں بھر ہم سے نارسیدہ اُس بخت کی مطابک کیا پائیں کہاں سے ایسی قوت متجملہ لائیں ہوا اس کے
 کہ یہ راہ باریک کچھ کہ قدم لڑکھرائیں اور اپنی نافہمی پر عرق انصال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ
 اس جنس گراں ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسف مصر بخندانی کا کوئی طالبِ دیدار نہ ہوا۔
 حضرت کاظم و حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہ عباس دارا سے ایران کے عصر میں ہوتا نظیر
 اپنا نظیر دیکھ لیتا۔ ٹھوڑی کو فن شعریں اپنا حریف غالب نظر آجاتا۔ خراب ہم یوں دل خوش کرتے ہیں
 کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینت بخش جہان ہوتے تو ہم کہاں ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی
 یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخب روزگار کے جال بالکمال سے مقبض انوار فیض ہوئے اور شرف
 قدوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب خندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا جب حضرت
 کلام سن لیا سب کلام سن لیا۔ بیتن میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل المتنع کیا بلکہ
 متنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو اہتر از ہے جو کہ بعد کیسلی
 کلیاتِ نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزہ گوش فصاحت و پیرایہِ گلوسے بلاغت ہے اور ہندوستان
 سے ایران تک ہر ایک نکتہ سخن کے ورد زبان ہے مدت سے حضرت اس طرز نو ایجاد اُردو سے
 لگاؤ ہے اور خط کتابت میں ہی کا برتاؤ ہے۔ جیسا یقین ہندوستان نے اس نمک ہندی کا
 مزہ چکھا ہر ایک سرمایہ لذت مائدہ سخن سمجھ کر طلبکارِ خواہش ہوا اسوٹے منشی ہر شاہ صبا جو

اگے بیچ زوال ہے خصوصاً زبانِ ہل دہلی کہ اردو سے معنی بولنا ان حصہ ہے ہر چند بعض حضرات کو سب کا حصہ ہے مگر صاحبِ فہم سلیم ذہن مستقیم طبع رسا و فراخ انصاف شناس رکھتے ہیں وہ اس امر کو جاننے میں متوجہ الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بتاتے ہیں بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر مرتبہ ہو اس حدیم النظیر کا یہ شہریتو بہر مسکن باوا ہو جس کی طبع و تقاد نے عقد باے معانی کو دوا کیا ہے جسکے ذہن تقاد نے پشتِ بلند شاہ راہ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے فصاحت اگر لعلِ ناب ہے تو وہ اس کی آبِ تاب ہے اور بلاغت گوہر ہے یہاں ہے تو وہ اس کی آبرو ہے جو ہر فرا ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اس کی شمیمِ روحِ فرا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اس کی صیقلِ جلوہ نما ہے۔ اس کل سینہ کے کینہ نکاتِ حلیہ کا بخینہ اس کا قلبِ صفا اسرارِ علیہ کا دھندہ شعر و شاعری کی اس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے اردو نے اس کی زبان پر گزر کر عزت پائی ہے جس قدر تعریف کہہ کر فریاد ہے یہ جناب

نجم الدولہ ذیر الملک نواب سدا اللہ خاں صاحبِ غالبِ خلص

کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا ایک نئی شمشیر ہے میرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر ہے

ہے تھوڑی کا تھوڑی اور نظیری کا نظیر حضرت کا سخن ہے وہ درِ عدل جو بات ہو از رہ معنی کرنا ہے۔ یہ شر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی ثناتِ لفظوں کی محبوبی۔ یہ ترکیب کی خوش اسلوبی۔ یہ جدتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہ روانی مطالب کی کھنٹی سنی سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی ڈیاں ہیں

شرفہ شاربِ نظم پر نظمِ نجم قربان۔ حیرتِ تقریر پر تحریرِ شعاع سے نثار کر کے کو آفتابِ ندرِ داماں۔ گفتارِ شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لا حول و لا قوۃ کیا سودا یوں کی باتیں کرتا ہوں کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان میں جادو ہے نہ نجر ہے ہاں بابل کے کسی کو نے میں چھپا ہوا تو کیا خبر ہے بھلا اس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا و

اور وہ کہتے گئے جس اتفاق ہے کمال آپ کا خط آیا۔ رنج ہی ایک دست میرا گیا کہ یہ سطرین لکھو اور اس
 یہ آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے تھے قطع محبت ہو گیا ہے۔ منشی صاحب کی محبت اور ان کے سطر
 سے آپ کی محبت دل جان میں اس قدر سما گئی ہے۔ جیسا اہل سلام میں ملکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا
 موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں اسراضن حمدانی کا بیان اور اخلاص ہمدگر کی شرح کے بعد مجھ کو غم نہ ہوا
 ذکر کیا کروں جیسا ابریاہ چھا جاتا ہے یا بڑی دل آتا ہے بس شہر ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی
 میاں داد خاں کو سلام کہئے گا اور یہ خط پڑھا دیجئے گا۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب
 روز چار شنبہ ۷۔ اپریل ۱۳۶۶ء ع۔ *

ایضاً بخدمت نواب صاحبیل الناقب عیسیٰ الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحبیاد
 عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک ن تہنچے
 سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو
 نظارہ بزم جمشیدی سے محروم ہو گئے مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا خاطر جمع رہے۔ یوں حضرت
 صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور مختصر بھی اور خان بھی پسند مہابت علیا
 عجیب اگر پسند نہ آئے اور بہت محبت ہے کہ اس امر کی ذرا آپ کے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں
 خیر نہیں کہتا کہ خواہی خواہی یہی نام رکھئے پسند آنے کی توقع کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب
 ایضاً ستودہ ہر زماں و نامو بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر معضوی دینار نواب میر غلام بابا خان
 کو سرت بعد سرت جشن مبارک ہایوں ہو۔ رقمہ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی۔ بسواری یل روانہ ہو
 لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے پاؤں ج۔ کانوں سے بہر۔ ضعف بصارت۔ ضعف باغ ضعف دل
 ضعف معدہ۔ ان سب صفوں پر ضعف طالع کیونکہ قصہ خمر کروں۔ تین چار شبانہ روز نفس میں کس سطر
 کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناکا

کہ یہ دیر آشوبِ غم ہے مجموع اہل ہند ماتم دار و سوگوار ہوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ میں کیا اور میری عاکیا
مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قصہ سالِ رحلتِ نوابِ غفران تا جبے ل خار خار
غم شے خون ہوا ہے یوں موزوں ہوا ہے

گرید ہنہاں مہر جہانتاب در تلخ	شد تیرہ جہاں بختیم اجابہ در تلخ
این واقعہ از روزے زاری غائب	تا بیخ تہ قدم کرد کہ نواب در تلخ

از روزے زاری زادہ ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو شنبہ ۱۴ پید ہوتے ہیں فہذا المطلوبہ یکینم
غشی میاں ادخان صاحب سلام یکشنبہ نسبت و یکم ربیع الاول شملہ ہجری مطابق ششم ستمبر ۱۳۶۷ء
ایضاً نواب صاحب جیل الناقب عیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان اد مجذ۔ شکر یاد آوری و
رواں پروری بجالاتا ہوں۔ پہلے اس سے آپکا مودت نامہ پہنچا ہے۔ وہ میرے خط کے جواب میں
اہم کجواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوان دعوت تھا میں نے
کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا گانا بھی سنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ اس
نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو صاحب یاست و امارت میں ایسے جھگڑے
بہت رہتے ہیں میں بسبب طمحت اخبار میں تمھاری افزائش عز و جاہ دیکھ کر بہت خوش ہوا و
تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامہ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے۔ انشاء اللہ العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہو گے

کارت بجان جملہ چناں باد کہ خواہی سجات کا طالع غائب شنبہ ۲ اپریل ۱۳۶۷ء
ایضاً۔ خاب تید صاحب قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا آچ فرماتے
ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ بیٹے بیٹے کچھ لکھتا تھا
اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ہاتھ میں عرشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی ضعیف ہو گئی۔ متصدی نوکر نے
کا مقدر نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحبِ قوت پر آگئے تو میں مطلب کہتا گیا

ایضا جناب صاحب مین آپ کے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یادآوری کا ممنون اور آپ کے دوام دولت کا دعا گو ہوں اگر بڑھا اور پانچ نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔ اور آپ کے دیدار مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپ کو ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ خط کے درویر لکھنے کا سبب ضعف و قہامت ہے، اگر میری اوقاتِ شباروزی اور میرے حالات آپ تکھیں تو تعجب کیسے گئے کہ یہ شخص جتنا کھینچتا ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا۔ اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھتا۔ ان مجموع مصائب میں سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ ۱۲۸۲ھ شروع ہوئے ۱۲۸۳ھ کی ولادت ہے۔ آپ کے رجب کے مہینے سے شروع سال شروع ہوگا۔ سترہ ہتر اور پانچ آدمی ہوں جو غایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمہاری خوبی ہے۔ میں کسی لائق نہیں نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۳۱ مئی ۱۲۸۳ھ ع۔ *

ایضا جناب نواب صاحب جمیل الناقب عیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام سنون الاسلام و دعائے دوام دولت و اقبال کہ ہمیشہ درو زبان ہے گھڑی کے عیلتہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر عبت بجا لاتا ہوں۔ پہلے تو آپ دست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارغماں کو میں بہت عزیز سمجھا اور اپنے سرور آنکھوں پر رکھنا دعائے عالم آرا سے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا مدد و مددگار رہے ظاہر الوقت و داغی کونجی کا رکھنا سہو ہو گیا خیر بیاں بنجائے گی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی اجاب کا طالب۔ شنبہ سوم و سمبر ۱۲۸۳ھ ع۔

ایضا۔ نواب صاحب جمیل الناقب عیم الاحسان امیدگاہ درویشان زاد افضا لکم۔ آپ کا بندہ منت پذیر غالب غین صفیروں نو اسخ ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز و دلایا۔ اور مژدہ قبول میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے لکھ اس کو قدر دانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھوں۔ البتہ آپ اپنے آزار و حق پسندی سخن کی قصد دانی اور میری قدر دانی

تاریخ کے دُورے کی شدت ہوتی ہے طاقتِ مجسم ہیں۔ حالتِ جان میں نہیں آتا ہر سورت تک کسی صورتِ پیکار میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آ یا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سید صاحب کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا جا ہیے۔ ماہِ خجستہ بہار۔ ذہن میں آیا۔ سات عدد کم پائے عجم پر اوچے اعداد ڈر جائے۔ شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے درق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ ہر کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جے ش مجب سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ مگر قبولِ فتنہ ہے شرفِ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۱۲ نومبر ۱۲۶۶ء۔ سیف الحق صاحب کے سلام۔ ایک پیر دوست منصور خاکسار کا خاکہ اُتار کر دربار کا نقشہ اُتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجا تو شغلِ تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خطا زراہ قیاط بیرنگت ہیجا ہے قطعہ

بفیض بہت نوابِ مین اقبالش
اگر خجستہ بہار ادب بوداںش

خجستہ جنتِ بہشتاں نشینی بیگم
جواز پئے ادبِ موزیت خوش شد

ایضاً۔ نواب صاحبِ المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودماں زاد مجدکم۔ سلامِ سنن سلام دُعاے دوامِ دولت اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان آیامِ مہمنت فرجام میں جواز دئے جیئی آپ کی افراشِ عز و جاہ کے حالات معلوم ہوئے۔ متواتر شکر الہی بجالایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دُعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا۔ خصوصاً عدالتِ العالمہ میں فتح پانا۔ اور حقِ تحقیق کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے حق تعالیٰ بمنتجِ مبارک ہایوں کرے۔ قطعہ

خود نشانِ دوامِ اقبال است
کہ ظفرِ عالمہ ابد سال است

فتح سیدِ عظام بابا خاں
ہم ازین رُہ بود کہ غالب گفت

بہارِ باغِ جاہ و جلال جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ قطعہ +

ان کے ساتھ اُسکو بھی کچھ لوں گا بلکہ احتیاط متقاضی اسکا ہے کہ ان غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی
کھ بھینا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے سخت کر دیا ہے۔ ضعف سستی۔ کاہلی۔ گرجانی گرجانی
رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑھاپہ دور دراز درپیش ہے۔ نادراہ موجود نہیں
خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سبقت مقرر ہے اور
لوہ زانو سے ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہمارے کسی کا کیا اچھا شر ہے۔
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجاؤ گے مگر کبھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دو شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۳۲۷ ع

ایضاً۔ صاحب سریشی کی جگہ ہے کہ تمہارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوا اور میرا کوئی خط ٹکوا
نہیں پہنچتا۔ سنو چھوٹے صاحب خط آیا۔ اُس میں قطعہ کا شکرا و اجزاء کتاب کے بھیجنے کی تاکید
میں۔ اُس نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اُس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ
بعد الطباع ایک مجلد آپ کو واسطے اور ایک مجلد منشی میان داد خاں کے واسطے بسبیل ڈاک
پارسل بھیجوں گا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو۔ اور یہ اپنے نام کا خط لکھو بڑھادو اور ایک تہ
تکودیتا ہوں۔ نواب صاحب کا خط ملکیت کے باب میں آیا تھا اُس میں مندرج تھا کہ اب میں
سورت کو جاتا ہوں تم اجزاء کتاب کا پارسل اس تہ سے سورت کو بھیجا۔ بھائی میں نے اُسی تہ
سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ پیڑ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر
یہ خط تم کو بزرگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہونے کا احتمال قوی ہے۔ فقط صبح دو شنبہ
۱۴ دسمبر ۱۳۲۷ ع مطابق ۱۴ ستمبر سال حال۔ غالب۔ *

ایضاً۔ منشی صاحب سعادت اقبال نشان سیف الحق میان داد خان تسلیم اللہ تعالیٰ۔
فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خان

کی ہے جو اخلاط خاں سی واناں ہند کے ذہن میں سانج ہو گئے تھے۔ اُن کو دفع کیا ہو تو کیا بُرائی کی ہے بات یہ ہے کہ اوجھی گوبیجی ولے گننام لوگ اپنی شہرت کیلئے مجھ سے رطے میں واہ واہ اپنے نامور بندے کو ناحق احق بگڑتے ہیں۔ عیٹہ حضرت توسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اُسکوئے تکلف عیٹہ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثناء آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور نصیر میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کی واسطے برسات کا موسم اچھا ہے بس اُنکا کچھ چھپ جانے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب اب صبح یکشنبہ۔ ۱۷ اور دسمبر ۱۲۷۶ء *

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب سیف الحق المختص بہ سیاح

سعادۃ اقبال نشان منشی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اُن کے خطوط کا جواب نہیں لکھا غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے بائیں نگار نہ ہوا اب یہ سطرین لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں میں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہوا ایک شہر ہے میں نے اُس کی تعریف میں لکھی ہے اور چرلغ دیر اُس کا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود اُس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زانہ سے بہت پہلو اُن کا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسی طرح آئندہ بھی لکھتے رہو گے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ اگر بدل خلد میرا نظر گزرد * زہے روانی عمر سے کہ در سفر گزرد * خیر اگر سیر و سیاحت میر نہیں نہ ہی ذکر العیش نصف العیش پر فاعت کی۔ میاں داد خاں سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی ہے۔ غزل تھادی سونے دیتا ہوں۔ اسکی دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تم نے وعدہ کیا ہے جب غزلیں بھیجے

نواب یوسف علی خان الہی رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور تھوڑے چھپنا ماہ باہ سبیل ہندوی بھجواتے تھے اُس منفور کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی۔ اپنے خط میں ہندوی بھیجا کرتے۔ میں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہ کے علاوہ کبھی دوسو کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہا۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی نیشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرر ی ماہ باہ اور فوج گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زلیت ہوئی۔ رئیس حال کو خدا بد و واجباً ابداً موبداً سلامت رکھے وجہ مقرر ی کی ہندوی ہر مہینے بحسب دستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا۔ فوج کی رسم دیکھئے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ بھجواؤ پہلے بھی نواب منفور نے دو سو روپیہ بھیج دیے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر بھجوا یا گیا تھا۔ اب نئی رقم کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرر ی کے ساتھ دو سو پچیس گے وہ آخر اپریل ششہء حال میں مر گئے۔ اپریل کا روپیہ ٹیس سال سے میں نے پایا مصروف کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اُس مرحوم کا وعدہ ششہء دفتر سے تھا جازو سے ذکر اُس کی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں۔ اگر اسبابِ سعادت کی فہرست اور نہ سہ پنجہ مادر کار دایم اکثر سے درکار نیست + منشی صاحب اس خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ ۳۰۔ جولائی ۱۲۸۷ء۔ +

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل تہربان عزیز ازجان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیہ غالبؒ کی دعا پٹھے۔ پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا۔ صاحب ٹوپوں کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے لطائفِ عینی کی ۱۵ جلدیں سات روپے اٹھ آنے دام بھیج کر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیج کر ٹوپیاں منگوائیں۔ میں نے تمھارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر تم کو بھیج دیں۔ چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کر دینے جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپاہی لا رہا تھا کیا ہے۔ تم تیرے ہاتھ ہو تم تیرے بازو ہو تیرے لٹکن کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی ہے گی

سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدنی اسو اب تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہو حال تصویر کا کہ میں نے اسے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا جو ٹٹے صاحب کے دیکھا۔ لیکن سکا سپٹ معلوم ہوا کہ ان صاحب نے ہم سے بات دکی۔ خیر ویدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سن لیں گے۔ دیکھو نشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں اب کیو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ٹٹہ کی تصویر ہے آگے پہنچے اور نیچے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایک طرف مصافحہ کی بھی حسرت لگتی۔ اس وقت جد اگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ دو صاحب میرت بہت سلام اور شتیاق کہنا بلکہ یہ خط ان کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کیا زندہ اور علی کا غلام ہوں۔ سہ بندہ شہا شہائم و شہاخوان شہا بجات کا طالب غالب، از قلعہ مدینہ منورہ ۱۲۰۰ ہجری

ایضاً بر خردار کا مگر سادات نشان نشی میاں داد خاں سیاح طال عمر د۔ درویش گوشت نشین غائب حین بھی دغاے درویشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں۔ کہنوں کی ویرانی پر دل جلتا ہے گزرتہ کو یاد ہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک کن ہو گا یعنی راہیں مسیح ہو جائیں گی بازار جسے محل آئیں گے جو دیکھے گا وہ داد دیکھا اور آئی کو فساد کے بعد کون نہیں ہے یہاں فساد و فساد چلا جا شہر کی صورت سولے ہزار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوریداروازہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیا وہ شخص آتش ناموسوم عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے جھوٹ ہے پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نامتو

مجلو اس کے طور پر الطباع دیوان نامطبوع ہے اب میں اس سے دیوان مانگتا ہوں اور وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آتا ہے تم بھی دعا مانگو۔ زیادہ کیس لکھوں۔ دو شبنہ ارچون شہا ع۔ غالب

ایضاً صاحب تمہارا جہر بانی ماکہ گویا الفاظ اس کے سراسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی تھے نہ ہنچا۔ جواب لکھتا ہوں۔ اور پُرسش کا شکر بجالاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فردوس مکان

۱۱

اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گز جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خاں صاحب آج کلکتہ پہنچے ہو اور صبا جوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُس نے رائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے گذار کس طرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۱۲ اکتوبر ۱۳۳۶ء۔

ایضاً آئیے بیٹھے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتیا کئی مہینے ٹھہرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدر آباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ اُنگلو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا حسین یو یو بیٹوں بوقتہ اللہ بیگ خان اور حضرت شہ بیگ خان ابن عم تھے نواب محمد بخش خاں کے اور معین الدین حسین کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی امر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باب میں کچھ پرستشیں لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو مل جائے۔ ہنوز بدستور ہوا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح شنبہ ۲ ذیقعد ۱۳۳۶ء۔ غالب۔

ایضاً نور چشم۔ اقبال نشان سیف الحق میان داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے مٹھی مٹھارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا سب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ عرشہ۔ آنکھوں میں ضعیف بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا ہاں ہوں اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مختل چھپوا دیا ہے اور اس میں میں نے عذرا باطل کے جوابے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا۔ اب تک ہر طرف سے خطوں کے

لطائف غیبی نے اعدا کی وجہیاں اڑا دیں۔ ایک نئی بات سنو۔ محمد مرزا خاں میرے سبھی بھائی کا لڑکھن
 اُس نے ایک اخبار نکالا ہے مسمیٰ بہ اشرف الاخبار۔ اُس کا ایک لفاظہ لکھو بھجوتا ہوں۔ اسکو پڑھ کر معلوم کرو
 کہ تمہارا ایک عزیز قریب قریب کے کلام پر بھجا گیا ہے۔ اس رسالہ اعلیٰ سے صرف اطلاع منظور ہے
 ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گزر جائے۔ اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید
 کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خرید اوی ابتدا جنوری ۱۲۷۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھو۔
 اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو انکی اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے
 خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو مسلمان
 کے بزرگ ہوتے ہیں میں تو مسلمانوں میں بھی ایک نیل۔ علیل۔ فقیر حقیر آدمی ہوں۔ یہ انکی
 بزرگی۔ اُن کی خوبی۔ اُن کی مہربانی ہے۔ حق تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ اور ان مقدمات میں
 من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر
 بجاں برابر میرزا معین الدین حسین خاں بہادر کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت
 چاہتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل چل
 کرتے چلے آؤ۔ یاد رکھا کہ طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۲ شوال ۱۲۷۶ء مطابق ۱۲ فروری ۱۲۷۶ء
 ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو
 کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ ام خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ دہن کیا
 امکان تھا کہ جواب لکھتا۔ جناب نشی میرا میر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے
 محامد و محکم سندا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی
 ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نوازا پایا۔ اغینا کے واسطے اچھے ہیں۔ ہاں
 مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں

کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب کو خبر کھدوانی نہ ہوتی تو وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو حفظ نہ لکھتے۔ یہ تھا راجھ گویا میر غلام بابا خاں کے حسب الحکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ انھیں کوہں کا جواب لکھوں۔ اور ان کے نام کا خط۔ لیجوں مگر پھر سوچا کہ تم اندر ہو جاؤ گے تجھ کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں گا۔ گاہ خط لکھا کرو۔ دیکھا کہ نجات کا طالب غالب سے شبہ نکیم مارچ سنہ ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ہے کس زبان پر انہی نے فرمادہ عزیزاں چاہتا ہے کہ تم۔ یاد کرو اصل مقدمہ یہ تھا کہ میں قاطع برہان کو دوبارہ چھوڑا جاتا ہوں نواب صاحب دو میں مینی سودو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی غایت فراموشی بھلا میرے کس کام کی۔ چار دن سوچا کیا کہ پھر دوں پھر سوچا کہ بڑا مانیں گے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی۔ اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطبوع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیج دوں گا۔ ہی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی رسید کا پہنچتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ گھڑی کی کتنی نہیں آئی۔ ظاہر اسہو سے وہیں رہ گئی ہوگی۔ ہاں صاحب میں جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے مجھ کو پہنچنے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ سرد ستمبر سنہ ۱۲۸۷ ع۔ ایضاً۔ سعادت اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داود خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ خط میں آپ نے بہت سے مطالبے تھے مگر میں کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل بعد دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اس میں ہی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھ کر صحیح کیا ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا ہو کہ تم ان میں رسالوں کو اس کے مطابق صحیح کر لو اگر چھوٹے صاحب رکھ لیا ہے تو ان سے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کر لو اور وہ نسخہ ان کی مذکور دو۔ صاحب میں نے اپنے صرف زور سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھوئیں مالک مطبع نے اپنی پوری کوششیں میں کیں

جوا بک تقاضا اور اشارے واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں۔ او میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ بڑھنا
ایا ہیج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔
مشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے۔ سوشت چوکی پر تیرے چوتھے دن اتفاق جانیگا ہوگا ہے
اور حاجتی کی حاجت بسبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا
جو ہندوستانی ایک دست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ
کوٹھے پر سے اُتروں یا پلکی میں بیٹھوں اور اُس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں
اور تصویر کھینچ کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہ مہربانی میرا براہیم علی خاں بہادر اور حکیم
احمد حسن صاحب کو اور حبیبی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خاں کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمہارا
ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور اُس کا مر جانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ بھائی۔ اس واقعہ کی حقیقت
مجھ سے پوچھو۔ کہ ۴ برس کی عمر میں ساٹھ پچھ پید ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور
عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالیٰ تمہیں صبر اور نعم البدل دے
والسلام۔ ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء - غالب۔

ایضاً۔ خالص صاحب و اقبال نشان میاں داد خاں سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا
پہنچے۔ تمہارا کوئی خط سواے اس خط کے جس میں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے
مجھ کو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ محض راحظ بھنچا۔
ساج اُس کا جواب لکھتا ہوں۔ مہربان تو کھودنے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو کہ وہ داد دینے
میں کیا تکلیف اور کیا زحمت میں اجا بک خادم ہوں۔ میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے
اور وہ نگین منہ نقشبے تعلق بھیج دیجیے آپ کے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائے گی
خاطرِ عاطر جمع ہے۔ زیادہ کیا لکھوں اجی سیاح صاحب ہمارا دیباہاں تم میں لگا رہتا ہے۔

دو دن پہلے میر فتح الدیس نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی نحو کس سے سیکھے ہو۔ میرے پاس کوئی غزل تھاری نہیں ہو نواب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپو کو میرا ارمان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصویب کرنا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء
ایضاً۔ اقبال نشان سیف الحق کو دے چاہئے۔ پانچ اشعار اخبار کی خریداری کے اور تین اشعار کتاب کی خریداری کے آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کر دئیے اور اطراف و جوانب و ریزہ بھججئے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہوں وہ دونوں کی اطلاع کا غلط فہم فرما کر کہ ہم اہل المطالع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیج دیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اس کے خریدنے کی اطلاع کا خط۔ جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اس کی اطلاع کا خط لکھیں۔

غالب۔ ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء - ع۔

ایضاً۔ مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو فرمائے کہ یہ ڈھائی روپے کن امت کے اور کن جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر نہیں بے فراہم ہوا تھا یہ ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ بہر حال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کے ہیں اس قدر کا جواب لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳ اپریل ۱۸۶۶ء - ع۔
ایضاً منشی صاحب دت اقبال نشان سیف الحق میان داو خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں ارسال کئے کل ہی شام کے وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر اب تو بھجوں گا۔ صاحب تم نے پانچ روپے کی ٹکٹ کیوں بھیجے۔ تین کتابت شدہ دلال۔ یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے بہت بر کیا حضرت ۱۶ جلدیں لطائف غیبی کی بھیج کر اسکے پانچ دن کے بعد میں نامہ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے۔ لطائف کی رسید تم نے بھیج دی یقین ہے کہ نامہ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ مگر او نہیں خواہ صاحب کیسے

تیس تہ کو لوادیں۔ بیس بھائی ضیاء الدین نے لیس مائے مصطفیٰ خان صاحب نے لیس باقی کا حال مجھے معلوم نہیں
دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے

اگر دنیا بنائے درمہندم	وگر باشد بہر ش پائے بندم
بلاے زیر جہاں آشوب نیست	کہ پنج خاطر است ارہت و نیست

وں

جہاں ملت نہیں ماں مصیبت ہے۔ جہاں ولت ہے وہاں ضرورت ہے میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست
اُن کی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہو کریں وہ مجھ کو لکھا کریں غریبہ کی
ہندی نخرہ جو فارسی میں غریبہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۰۸۷ ہجری
ایضاً۔ بجائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پران کے
عقاب کی پاتا تو اُن سے عذر کراؤ اور اپنا گناہ معاف کروانا۔ جب سبب لال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم بڑا نہ
کسوٹے کہ اگر میں بڑا ہوں تو اسے سچ کہا اور اگر میں چھٹا ہوں اور اسے بڑا کہا تو اس کو خدا کے حوالے کر دو

غالب بڑا نہ مان جو دشمن بڑا کہیں	ایسا بھی کوئی ہو کہ سب چھا کہیں جے
----------------------------------	------------------------------------

صاحب بڑے صاحبے میں تصویر کے پڑے میں کچا کچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتار نیوٹے
کہاں ٹھونڈوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہو اگر اتھ آجا دیگی تو وہ درتق مجھ کا
اجی وہ تو میں نے نواب صاحب کے ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دو تازہ اختلاط تھا کہ بھی میں پیرا ہوں گا نا
کیا سنوں گا۔ بڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بیٹی۔ سوت۔ میں اگر بڑ
شراب میں ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب ۵ ستمبر ۱۸۷۶ ع۔
ایضاً صاحب تھارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیاں اگرچہ تھارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن
ضائع نہ گئیں میرے شفیق اور تھارے مرنے کے صحن میں آئیں۔ تم کو اور ٹوپیاں بھیجوں گا۔ مصوٹے سخت
عاجز ہوں وعدہ ہی وعدہ ہو دغا کا نام نہیں۔ ٹیکٹات میر تقی کا انتخاب تھارے خط کے پہنچنے سے

کاپی آج شروع ہو گئی۔ جس دن ٹپپنچا اسکے دو مہر دن وہ میل گیا۔ تیسرے دن میں ملکہ تھوڑی بڑی خط کا جواب لکھ بھیجا۔ نصیب ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہو گا اور تم نے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا ہو گا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہو اس کا جواب آج تمہارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہوں بندہ پرور ہے کہ میرے رحم بیگ وطن اصلی سر نہ اور فی الحال میرے محل میں مقیم اور معلیٰ اس کے پیشہ ہے اور آٹھ دن سے لکھا۔ نظم و میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۱۸۶۵ء میں یہ ایضاً صاحب آج تمہارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں جس نے نہ میں ڈٹی آئے تھے میری کئی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد ہیں اور ہر گرفتار انھوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خشکی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہر حال تمہارا احسان مند ہوں۔ اگر تم وہاں نہ ہوتے تو میری اور میری شہی کی صفائی نہ ہوتی ان دنوں ضعیف و ذوال میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رہپور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھرا ہوا ہے دیکھنے کی بھی بہت نہیں آئی تمہاری بھیجی ہوئی غریب سب محفوظ دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو حبیب صاحب کی غریب دیکھوں گا تو یہ بھی دیکھی جائیگی جب حال یہ ہو کہ صلاح نہ دیکوں تو فکر تاریخ یا کروں۔ اگر میرا حال بد ہوتا تو صاحب مولوی عبد الغفور صاحب سبک کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگاری کو اپنی سزا سمجھتا آچاہے مولوی صاحب میرا سلام کہیں دید میرا رقعہ انکو دکھا دیں۔ نجات طالب غالب۔ چار شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۵ء ایضاً جواب نشی صاحب کا خط میری نوابیٹ گورنر اگر وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ جب گورنٹ اعلیٰ نے مجھ کو خط لکھنا متوفی کیا تو لفٹ گورنر کے اگلے زمانہ کے خطوط کے کیا دل میں ہو گا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجھ کو چھ آنے کے پتہ کا فوری جو تم نے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقوم ۱۰ فروری ۱۸۶۵ء عیسوی۔

ایضاً صاحب میرا سلام تمہارا خط پہنچا۔ دلوں غریب دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شہود خوشامد نہیں اور

میرا سلام اور شتیاق ملاقات عرض کرتا۔ نجات کا طالب لب ۱۲ فروری ۱۹۲۷ء شروع :-

ایضاً منشی صاحب ہی جہان ہی زمین ہی آسمان ہی شورت بھئی وہی دلی مہی نواب میر غلام بابا خان
 وہی سیف الحق تیاح وہی غالب بھجان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہر کاروں کو ریل کی سواری۔ برج الاول
 میں تھلا خط آیا برج الثانی جاوی الاول جاوی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے صبح کے وقت خط
 لکھ رہا ہوں۔ منج گئے ہیں اس وقت تک کہ کوئی مختار خط آیا نہ کوئی نواب جبکہ عنایت نامہ اسطے خدا کے
 میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط میں کلام و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپوں
 ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تھلے لپٹائیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں
 میرا سلام پہنچانا اور تعاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب لب ۲۲ جنوری ۱۹۲۷ء خط زیر گئے اور پارسل
 ایضاً۔ برخودار مختار خط پہنچا۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بنواد تھا اللہ اللہ وہ سرکار امیر
 جوئے سرو پا ویاں پہنچا امیر بن گیا۔ اس نالغ کی فیصل خزان ہے میں بہت خوشی سے ملکا اطلاع دیتا ہوں
 کہ اردو کا دیوان غالب انصاف سے اٹھ آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیو زین کو بھیجا یا یقین کلی ہے کہ وہ
 چھاپیں گے جہاں تم ہو گے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائیگا۔ طریقہ سادہ مندی یہ ہے کہ ہلکا اپنی خیر و عافیت کا
 طالب جان کر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو تاہم سے رہی ہیں
 اور چونکہ تمہاری خدمت چھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں۔ راقم اللہ خاں۔ مرقومہ شنبہ روز عید فتنی ۲۲ جون
 ایضاً منشی صاحب کے اقبال نشان سیف الحق بیان داواں تم سلامت رہو۔ مختارے خط کے
 صفحہ سادے پر یہ طریقیں رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامہ غالب صاحب کیلچ کہنی
 بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اس کی قیمت مانگ لیں۔ میں نے آپ
 تین جلد چھپوائی۔ دوستوں کو دو دو فروزید کیناٹ دی۔ آج کی شنبہ ہے پارسل روانہ نہ ہو گا جتنے یہ نسخے
 اب میرے پاس باقی ہیں کل تھیں مجھوں گا۔ ماں صاحبہ روپے کا نوٹ پہنچا۔ اور روپیہ وصول ہوا

جواب طلب تھا۔ اشار کی صلاح سے میں نے ہاتھ اٹھایا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارض فساد خون میں مبتلا ہوں بدن پھوڑوں کی کثرت سے سرورچاغاں ہو گیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا کھانے وقت پلنگ پر اتر بیٹھتا ہوں۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر بھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس ہی ہے۔ اتر کر میٹاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بھی گر کئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی۔ اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک جیوں گا (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب نواب سید غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا قطعہ

میرا بایافت فرزند کے کہ ماہ چار گاہ	برفران لوح گردوں گردۂ تمثال دوست
فرخی مینی دیابی بہرہ از ناز و طرب	از سہر ناز و طرب فرزند فرخ سالار

شکستہ کے ٹون کے پچائش اور طرب کی طود کے نو فرزند فرخ خاں پر پڑھائے ہوں
غالب۔ روز پنجشنبہ ۱۶۔ اگست ۱۲۳۷ ع۔

ایضاً منشی صاحب سادات اقبال نشان منشی میاں داد خاں سیاح سیف الحق سلیم اللہ تعالیٰ۔
دعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمھارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پر سوں بروز جمعہ ۸ ستمبر ۱۲۳۷ ع کو پہنچا
کل سوین ستمبر ماہ حال کو سنوڑ پے مندرجہ اس کے ایک صراف سے وصول ہو گئے جھوٹے صاحب نے
بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف میں میرا کام ہوا اور انکا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان
میں ایسے لوگ ہیں کہ زمین نے انکو دیکھا اور نہ انھوں نے مجھ دیکھا نہ میرا کوئی حق اپنے ثابت نہ انکو کوئی
خدمت مجھ سے یعنی منظر۔ خیر خیر ہوں جب تک جو ننگا دھاؤ ننگا۔ تمام عمر ممنوں اور شرمندہ رہو ننگا
تمھارا بھلی حسان مانو ننگا اب دو لکھن میں کا غذا بجائے تو اس کا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب
کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا

فن شریں اگر اس شیو کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہو۔ یاد کرو کبھی کوئی غزل مختاری اس طرح کی
 نہیں ہوئی کہ جس میں صلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو میں دونوں غزلیں لفظاً اور معنی بے عیب ہیں کہیں
 کی حاجت نہیں۔ آفریں صد ہزار آفریں۔ میر غلام بابا خاں صاحب قاضی ایسے ہی میں جیسا تم لکھتے ہو۔
 سیاحت میں س ہزار آدمی تختاری نظر سے گزرا ہو گا اس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے راج ہو تو بیشک
 وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے لایب فیہ کیا فرمائش کروں اور کیا تم سے سنگاؤں ہاں کون سی چیز ہو کہ یہاں
 نہیں۔ آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگوڑے کم عزیز نہیں لیکن مٹی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت مالہ
 کا آم ہیاں پونڈی اور ولایتی کر کے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ دیاں بہت اچھا ہو گا سورت سے آتی
 آم بھیجے محض تھکے۔ روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول اک اور پھر تو میں سے شاید دس پنہیں میر سر کی
 قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہاں مٹی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبودار سے ہیں۔
 پونڈی آم بھی بہت ہیں۔ رامپور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر نیسیل ارناں بھیجتے رہتے
 ہیں۔ اسے لو آج بریلی سے ایک بگلی ایک دست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکے۔ ہر ٹوکے میں سو آم
 کلو داروغہ نے میر کے سامنے وہ ٹوکے کھولے۔ دو سو میں سے تو اتنی آم اچھے نکلے اور ایک سو ستہ آم بالکل
 سڑے ہوئے۔ اور ان چال میں ایک ہفتہ میٹھ رہیں کہ پھر آپ ہی آگ برس ہی ہوا اور جل جی رہے۔ شنبہ ۱۸ جون ۱۹۶۷ء
 ایضاً صاحب میں تم سے شرمندہ۔ پہلا خط مختار مع قصیدہ پنچائیں قصیدہ کسی کتاب میں کھڑک بھول گیا اب
 دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا ہر چند دھونڈا نہ پایا بڑی بات یہ ہے کہ ہندو مجکو یاد ہے کہ اسی وقت میں نے
 ان اشعار کو سرسریہ دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزارو اور مع الخیر وطن کو جاؤ
 لیکن بھائی وطن پہنچ کر ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اس نشان سے تم کو خط بھیجوں۔ ۱۹ جون ۱۹۶۷ء
 میر غلام بابا خاں صاحب فقیر کی طرف سے سلام کہتا فقط صبح شنبہ ۱۸ نومبر ۱۹۶۷ء - *
 ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان۔ شکوہ مختار میر کے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط مختار ا

خزف ہوں۔ پونج ہوں۔ عاصی ہوں۔ فاسق ہوں۔ رؤساء ہوں۔ یہ شعر میر تقی کا میر حسن خلیل کے

شہر میں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم

القصہ نہ دہے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ غاف تھی۔ ایک خط ضروری لکھتا تھا۔ جس کو لا تو پہلے تھا را خط نظر پڑا۔ کمر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہیں گئے۔ ناچار اب کتابت جدا گانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے حالات کو معلوم ہو جائیں کہ میں قوم کا ترک سلجوتی ہوں۔ دادا میرا اور والد النہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی۔ صرف پچاس گھوڑے تھا ان نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبدالہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدر آباد جا کر نواب نظام علی خاں کا نوکر ہوتا تھا سواری کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس ناں رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھرے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا اور راجہ تختا ورسنگہ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا نصر اللہ بیگ خاں میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کا صوبہ دار تھا۔ اُس نے مجھے پالا۔ ششہاء میں جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کشتری ہو گئی۔ اور صاحب کشترا ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ و پڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر فریبانی کے تھی کہ ہر گز ناگاہ مر گیا رسالہ بر طرف ہو گیا۔ ملک کی عوض نقدی مقرر ہو گئی وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا تھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ ششہاء میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی کی درخواست کی ذکر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی سات بارچہ اچھے سرتاج۔ بالا سے مراد یہ۔ یہ تین تم کا خلعت ملا زمان بعد جب آئی میں دوبارہ ہوا مجھ کو بھی خلعت ملتا رہا

لیجا کر پلنگت صحن میں ڈال دیتے ہیں۔ تمھاری غزلیں۔ میرزا ہریم علی خاں بہادر کی غزلیں۔ میرزا عالم علی خاں کی غزلیں۔ حکیم میرزا حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی دن زندگی اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھوں گا تصویر کا حال ہے کہ ایک مصوٰر صاحب سے دوست میرے چہرہ کی تصویر اتار کر لگئے اس کو تین تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے۔ میں نے گوار کیا آئینہ پر نقشہ اتر دانا بھی ایک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے میں نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہیں رہوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤں گا۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب قطعہ پہنچا۔ اُس میں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے۔ اُنہا اصلاح دے کون۔ میں تو اپنی مصیبت گزار۔ بارے ایک میرا شاگرد مشید نشی ہر گوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُس کو موقع محل تبادیا۔ جو میں کہتا گیا اُس طرح وہ بنا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکل المطالع میں بھیجا یا ہفتہ آئندہ میں تم بھی دیکھ لو گے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ الراجون ششہ اع۔

بنام مولوی منشی حبیب خاں مخلصہ ذکا

صحیح جہدہم شوال ۱۲۸۳ھ۔ ۵ فروری ۱۸۶۶ء۔ بھائی میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت اور محبہ کو تم سے اتنی محبت کیوں ہے۔ ظاہر اس معاملہ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اس میں خل نہیں تمھارے خط کا جواب صبح اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے وقت پر پہنچے گا۔ ستر بہتر۔ اردو میں ترجمہ پیر خرف ہے میری بہتر برس کی عمر ہے میں اُخواف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامو باطل بہت دن کٹھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست ملتے ہیں میری پرسن مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہو وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں غذا مفقود ہے صبح کو قند و شیرہ بادام مقشہ دہر گوشت کا پانی۔ سر شام تلی ہوئی چڑیا۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اودھی سلا

اور دو چھ پنچیاں صاحب کو دے دیجئے۔ دو شعبہ۔ ۱۸ نومبر ۱۳۳۷ ع۔ غالب۔ +

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے پیچ و پوچ کے ماننے والے مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے۔ میرے محبت۔ میرے محبوب تم کو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیچاں ہوں آگے بھڑا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہوں۔ رامپور کے سفر کارہ آورد ہو۔ رعشہ وضع بصر۔ جہاں چار سطرین لکھیں انگلیاں طیر بھی ہو گئیں حرف سو جھنت رہ گئے۔ اکہتر برس جیا بہت جیا۔ زندگی برسوں کی نہیں مہینوں اور دنوں کی ہو۔ پہلا خط تھا راہ پنچا۔ اس سے تمہارا مرض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا۔ غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف۔ حافظہ کا حال کہ غزل کی زمین یاد نہیں آتا یاد ہو کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا غرض کہ دو غزل بشادہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط جیٹری دار آیا گویا ستارہ بنالہ آ گیا۔ حیران کہ ماجر کیا ہو بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ پاک۔ بجایا سے لبریز۔ صاحب میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو وہیں رہ جاے تو رہ جاے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں پہنچا کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے۔ وہاں کے ڈاک کے کارپردازوں کو ہتھکڑی مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صاحب کا تذکرہ مانگتے ہیں اُس کا یہ حال ہے کہ عذر سے پہلو چھپا اور عذر میں تاریخ ہو گیا اب ایک مجلد اُس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر عافیت جلد لکھو۔ جواب کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ۔ ۱۲ مئی ۱۹۱۷ء

ایضاً۔ مولانا ایک تفقہ نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اُس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر ایک اور ہریان نامہ آیا اُس میں میں نے اپنے خط کا جواب پایا مگر اس خط کے جواب کی گزارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور تمت ازادانہ نہ فطرت کیا دانہ اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افزا اور طبیعت اُس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی

بعد غدر بحرم مصاحبت بہادر شاہ دربار خلعت دونوں بند ہو گئے۔ میری بریت کی درخواست گزری۔
تحقیقات ہوئی تری ہی۔ تین برس بعد پند چھٹا۔ آنحضرت معمولی ملا غفرانکہ یہ ریاست کا ہر عرض مستدین
الغامی نہیں۔ متوج الذہن نہیں ہوں۔ غلط فہم ہوں۔ بدگمان نہیں ہوں۔ جو جسکو سمجھ لیا اُسین فرق
نہیں آیا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحبِ حیدر آباد سے گستاخ خط ڈاک میں بھیجا بندر ہی
کیا تھا۔ کھولتے میں سطر کٹ گئی۔ بارے مطلب اتہ سے نہیں جاتا۔ بھیجنے کی غرض سختی کہ مج کو تم سے بچ
و مال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط
بجھتھارے پاس اس خط میں غوف کر کے بھیجتا ہوں زہار دستخط کو پہچان کر کا تب سے جھگڑا نہ کرنا دیا
اس خط کے بھیجنے سے یہ کہ تمہاری ترقی منصب اور فزونی شاہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔ ۛ
ایضا بندہ پرور تمہارے دونوں خط پہنچے۔ غالب مستہ دم۔ کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو یاد رہا بات ہے
دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دوسرے روز موصول ہوئے آپ کا پارسل
بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائیگا۔ خانصاحب کے پارسل میں ایک کتاب ارضان اور اوراق اصلاح بھیجے
جائیں گے۔ ابا با محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا اسے کا سے کہ خواہم ز خدا شد میسرم ۛ میں اس
خزائنات کا جواب کیا لکھتا۔ مگر ہاں سخن فہم دوستوں کو غصہ آگیا ایک صاحب نے فارسی عبارت میں
اس کے عیوب ہر کیے دو طالب علم نے اُردو زبان میں دور سائے جدا جدا لکھے۔ دانا ہو اور نصف ہو
محرق کو کوٹھک کر جانو گے کہ مولف اس کا حق ہے اور جب ۱۵ حق دافع ہدیان و سوالات عبد الکریم
لطائف غیبی کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا۔ اور محرق کو دھونڈ ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جیسا بھی ہے۔ دافع ہدیان
سوالات۔ لطائف غیبی۔ تینوں نسخے ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں تھیں ۛ
کہ بتقدیم و تاخیر یک دو روز نظر انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بنور رو و لکھے گا جب
آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اسکی رسید رقم کجائیگی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ بھیجے۔

ایضاً۔ جان غالب۔ تم نے بہت دن سے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا
 ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی۔ اس کا جواب سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا۔ مؤید برہان میرے پاس
 آگئی ہے اور میں اس کی خرافات کا حال بقیدِ شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں وہ تمہارے پاس بھیجوں گا
 شرطِ مودت بشرط آنکھ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب میرے
 پیچھے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جاؤ درج کرو۔ میں اب قریب مرگ ہوں۔ غذا بالکل
 مفقود اور میں ستولی۔ پتھر برس کی عمر آتا لیڈ وانا الیہ راجوں۔ یہاں محمد میر کو دعا جو ایک طالب علم اپنا
 ایضاً بندہ پرور آج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں نے اس کا جواب اک میں بھیجا۔ اور اس خط
 کے ساتھ پارسلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسویں بارہویں دن خط اور حمینا بیس دن میں پارسلی
 خط کا جواب ضروری ارسال نہیں لیکن پارسل کی سید ضرور لکھیں گے۔ آپ کے خط کی عبارت تو میری
 لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا۔ میں نے پارسل کہا ہے پاس بھیجا اور ایک چوکھٹا کہ آپ پارسل مؤید الدین خان کو دیکھ گئے
 پارسل کا مفہوم تو یہ ہے کہ نام اور آپ کو اس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی محمد الدین خان صاحب کے بیٹے اور خط
 جو آپ کے نام ہو نہیں دکھائیے اور ان سے پارسل کا حال فرما دیا جائے آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں
 اردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے یہ حال اب غائب سمجھ لیجئے۔ اور مولوی صاحب کے خط
 ارادہ فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھتے داد کا طالب غالب۔ ^{۱۹} عادی و نذر دم اکثر روز و روزنامہ
 ایضاً بندہ پرور کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا آج میں باسخ طراز ہوا۔ جس کا غنبر میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں
 آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے۔ پہچان لیجئے اور معلوم کیجئے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور
 بعد بہیم دو خط پہنچے۔ میں صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں۔ بلکہ اس خط میں محمد نجیب علی کو سلام اور
 ارمان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید میں نے نکھدی ہے۔ پارسل کے سزا نامہ سے میرا نام
 نہیں۔ پارسل تلف ہوا نہیں۔ آٹھ دس روز ہوئے ہو گئے کہ وہ مجھ کو اسی پارسل میں کہ اسکو دگر دلاں

اب درنگ و رزی کی تعمیر محاف کیجے اور اپنے دونوں گارنشوں کا جواب لیجئے۔ صاحب تاریخ الطبع
 کلیات خوب لکھی ہے۔ مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام الطبع پہنچی۔ اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ بزرگ
 تم جریغ دو دمان ہر دو فافا اور منجہ ان الصفا ہو۔ مجھ سے تمہیں محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمہاری
 زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو۔ اس شو میں شرک کا لب ہو ایک ہش میری قبول
 تاکہ محکومت حصول ہو مبادی ذکر نہیں کرتا ہوں واقعہ عالم نشین کرتا ہوں جناب مولیٰ مؤید الدین صاحب کے بزرگوں
 فقیر کے بزرگوں باہم وہ ملت صفوت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ہم میں اور ان میں برادرانہ ارتباط تھا
 باہم ہے اور ہمیشہ یوں ہی بلکہ روز افزوں ہو گیا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے۔
 تو میں ان کے نام کا خط تمہارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ اجا راب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ
 مولوی صاحب سے ملیں اور ان کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے
 کلیات کی باریں کا ان کے پاس اور ان کے ذریعہ غایت سے اس مجلد کا حضرت ظاکر خٹ نواب
 مختار الملک صاحب اور کی نظر سے گزرا اور جو کچھ اس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھ کو
 مطلع فرمائیں۔ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۸۶۸ء۔ خاتمہ
 ایضاً ناشی صاحب الطاف نشان سادت و اقبال تو اماں منشی حبیب اللہ خاں کو عا کب قرعہ جگر کی علی غیجے۔
 تھا راضی پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات بوجھتے ہو مگر میں کیا لکھوں۔ ہمارے عیشہ
 انگن سان کہنے میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بنیائی زائل۔ جب کئی دوست آجاتا ہوں تو اس سے
 خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں۔ مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے غزنی فاتحہ دلاتا ہوں موتے کی
 روح کو اسکی بونہی ہے۔ ایسے ہی یمن سونگ لیتا ہوں غذا کو پہلوتا غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب
 ماشوں پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی اب انوں پر ہے بھائی ہیں کچھ مبالغہ نہیں
 باطل میرا یہی حال ہے۔ انا لہذا انا لہذا راجون۔ اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۵ھ ہجری ۶

شروع ہوا۔ غذا ہجکوشات بلوام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا کارٹھا
 پانی۔ قریشی شام کبھی کبھی تین تلوے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پلنچ روپیہ بھر شراب خانہ سانا اور
 عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال اُٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کے چارپایہ بن کر اُٹھتا ہوں
 بیڈ لیاں لڑتی ہیں۔ مہنذا دن بھر میں ٹن بانہ بار اور اسی قدر رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے
 حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہر کسکو
 بد خواب نہیں ہوتا بعد ازاں قہر بولنے تو قہر نیند آجاتی ہے۔ ماہِ ربیعہ کی آمد۔ تار کا خرچ ہر جینے میں
 مانگے کا گھانا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ مردن ناکھد ہی ہے۔ مرزا کیونکر گوارا ہوگا۔ جو اپنے
 طالب غالب۔ شنبہ ازروجنتری ۲۶۔ اور ازرو۔ رویت ۲۵۔ ربیعہ ۱۸۔ ہجری اور ۲۴۔ دسمبر ۱۸۶۶ء
 بھائی یہ خط ازادہ احتیاطیہ رنگ بھیجتا ہوں۔

ایضاً جاناں بلکہ جان مولوی منشی حبیب شاہ کو غاصبہ دل کا سلام اور نویدیدہ و سرور سید منشی
 محمد میراں کو دعا اور مجکو فرزند ارجمند کے ہلو کی نوید جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہاری
 تھی اب تم بتاؤ کہ رقم لکھی کی طرف سے مننے لکھا ہی یا خود لکھے تحریر کیا ہو اور کا تھا اور تمہارے ساتھ جلد آیا
 نہیں آیا۔ ظاہر اب تم نے وطن سے بلایا ہو۔ مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر ہی ہے یا اس کے کوئی بھائی ہیں
 اور بھی ہے۔ اکیلا آیا ہی یا قبائل کو بھی ملے کے ساتھ تم نے بلایا ہے۔ ہاں صاحب محمد میراں ایہ قسم
 اس کا ہو کہ آپ قوم کے سید ہوں منشاء ازراہ پُرسش و فور محبت سے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریف علی
 خاندان ہیں بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس پے مہینہ پاتے تھے جہاں سلطنت گئی وہاں تنخواہ بھی گئی
 شاعر ہیں۔ ریختہ کہتے ہیں۔ یوسف شہید ہیں مضطر ہیں ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں علم
 اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا باپ میرادوست تھا۔ میں انکو جیسے فرزند سمجھتا ہوں ہند
 اپنی دنگاہ کے کچھ جینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت خیال وہ انکو لکھتی نہیں تم انکی دغا

کر لیا ہو بعد ازاں محلو آپ کا نام لکھ کر روانہ کر دیا ہے یقین ہو کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ کے پاس پہنچ گیا ہو گا۔ ہاں صاحب خط دیر وزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اس حکم کہ میں اُس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات یہیں صرف اتحاد معنی کے اقتضا سے انہوں نے دافع ہذیان لکھ کر فن سخن میں مجھ کو مدد دی ہو۔ منشی گو بند گھ دہلوی ایک نئے شاگرد امر میر سے آشنا ہیں۔ ان کو وہ خط بھیج دیا۔ یقین ہو کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھیجوا دیں گے۔ انھیں کے اظہار سے دریافت ہوا ہو کہ مولوی صاحب رشاد آباد بنگالہ میں ہیں نوابانہ غم نے نوکر رکھ لیا ہو ہر شخص نے بقدر حال یک ایک قدردان پایا۔ غالب سوختہ اتر کو ہنر کی دا بھی نہ ملی۔ کسم بخود نہ پذیرفت و دہر بازم بُرو چو نامہ کہ بودا نوشتہ عنوانش پیشتر میر سے ولیعہد مولیٰ میرزا فتح الملک آباد مخدوم کے قید کا اور دیکھو ایک رباعی میری

دربود ہتی بدامنے می بایست
یا خود بزبانہ چوں منے می بایست

دستم بہ کلید خزینے می بایست
با ہیکل ہم بکس بنقدا دے کا

انا لله وانا الیہ راجعون

ایضاً دست روحانی و برادر یامانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے پوسٹ کیا کہ کہاں سے ڈھونڈ لکھا اور انکا تخلص اور اُن کا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُن کو خط کیونکر بھیجا۔ اور وہ خط اُن کو کیونکر پہنچا۔ حیرت اندر حیرت است اے یارِ من پہلے تو کہو کہ دُرفش کا دیوانی اور وہ قطعہ جب کی پہلی بیت یہ ہے نگو پہنچا یا نہیں اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیوں نہیں لکھی

دو خصوص گفتگو و پارس اشاکر دست

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ

اگر یہ پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو اور دیا جا چہ ثانی جوید کی داد دو۔ اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔ زمین دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے بہتر دُاں برس

جاؤں گا اور آج پانچویں ہے بس وہ توکل روا نہ ہو گئے اب میں وہ خط کس کے پاس بھیجوں ناچار تم کو لکھتا ہوں کہ میں اپنے پاس رہنے دوں گا۔ جب آکر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دیں گے تب وہ خط اُن کو بھیج دوں گا تم کو تر و نہ ہو کہ کیا خط ہے خط نہیں بندھو لال کا تھ غماز کی عرضی تھی بنام ہمارا راجہ بکینٹھ باشی سہایت بابو صاحب پرستل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہر دیوسنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان ہمارا راجہ صاحب کے پاس لایا ہے اور جانی کی دستی روز گاریہ پور کی سرکاریں کر رہا ہے اور اُسکے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے اُن کے لکھنے سے مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے میں نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم اب ہر دیوسنگہ کو بلوالو۔ میں امر جڑوی کے واسطے امر گلی کا بگاڑ نہیں چاہتا اُس کے جواب میں اُنہوں نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتوں پر نگاہ کرتا۔ اُس نے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیج دی فقط ہمارے خط کے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر اپنی فکر پر یعنی بابو صاحب ابو ہوں گے۔ اگر ہر دیوسنگہ پھر کرائیگا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہو مجھ تک کا ہے کو آئیگا۔ خیر وہ بھی کہتا ہے کہ راول کہیں کو گیا ہوا ہے اُسکے آئے پر خست ہوگی دیکھئے وہ کب آوے اور کیا فرض ہے کہ اُس کے آتے ہی خست ہو بھی جائے۔ تمہاری غزل پہنچی۔ یہ البتہ کچھ دیر پہنچے گی تمہارے پاس۔ گھبرانہ نہیں واللہ عازا سدا اللہ نگاشتہ سہ شنبہ روز درود نامہ و مرسہ چار شنبہ۔ ششم اپریل ۱۳۵۷ ع۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاتر سے آنا معلوم آدیں تو میرا سلام کہدینا۔ یہ تمہارا دوا کا اگرچہ اور امور میں پایہ عالی نہیں رکھتا۔ مگر اصل ج میں اس کا پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہوں سود و سود میں میری پیاس نہیں بجھتی۔ تمہاری ہمت سوہنرا آفرین ہے پورے مجھ کو دہتر لاکھ آجائے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار سہ کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اُڑیل جاتا۔ یہ پالسو تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات میں جا کر

کے جواب سے قطع نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ صاحب میں بعض غایت الہی کثیر الاحباب ہوں ایک تو سننے
 کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک سالہ لکھا ہوا نام سکا ٹوید برہان جو
 اس رسالہ میں دفع کئے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دینی پر کئے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات
 وارد کئے ہیں اور اہل مدرسہ اور شرعے کلکتہ نے تقریظیں اور تارخیں بڑی دھوم کی کھچی ہیں۔ جس کی
 میں نے علم پر ایک قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کئی ورق اس دوست کو اور دو چار جلدیں دفن کا دیانی
 علاوہ اوراق مذکور بھیج دیئے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق خوب یاد ہے کہ دفن کی جلدیں رکھ کر تم کو
 بھیجے ہیں یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تم نے دفن کو کھول کر دیکھا نہیں وہ اوراق مع دفن نیت طاق
 نیاں ہیں دو ورق اس لفافہ میں اپنے مکرر بھیجتا ہوں تم بھی نکھو اور صاف جاؤ وہ بھی دیکھو اور یہ جانے کہ
 فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہاں صاحب! وہ اخبار میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا
 مکان تنگ ست جہاں تنگ ست روح مختار الملک میں متضمن ہندو عاے مسکن مسجع پھر مہینہ بھڑ
 اسی او وہ اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو بد لا مگر تین مہینا بڑھا دیا۔ یہی اخبار میں پھر دیکھا گیا کہ
 ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہو اور اُن کے شاگرد وضع تخلص نے اس کا
 جواب لکھا ہو آپ اس نواد کی تفصیل اور جواب اعتراض مقرر کے نام کا طالب ہوں سبیل
 استعجال۔ دو شنبہ ۱۶۔ شعبان ۱۲۸۳ ہجری۔ *

بنام منشی ہر گویا صاحب المخابر بمیزان تفتہ

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھنٹری دن رہے ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط
 مختار کا اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالعہ معلوم ہو گئے مگر ایک امر میں
 حیران ہوں کہ کیا کردن یعنی انھوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ
 لکھا ہے کہ اسکو الٹا میرے پاس بھیج دینا۔ حالانکہ خود لکھتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو سپاٹوایا ہوں

مولوی قمر الدین خاں کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چارچند
میں تو بیس جزد ہیں تو بے تکلف بھجود۔ میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا۔ صرف سخن فہم رہ گیا ہوں۔ بڑے
پہلوان کی طرح بیچ تیلنے کی کوئی ہوں۔ بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا کلام
کلام دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ میں کیوں کر کیا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھجود۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۳۵۵ء
ایضاً۔ میرزا لفتہ تھارے اوراق مثنوی کا پم فلٹ۔ پاکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا
حاتم علی صاحب کی شریا د آغاز اگست میں روانہ کر چکا ہوں اس شرکی رسید نہیں پائی اور میں معلوم ہوا کہ
میری خدمت مخدوم کی مقبول طبع ہوئی یا نہیں۔ نہیں معلوم بھائی بنی بخش صاحب کہاں ہیں اور
کس طرح ہیں اور کس خیال میں ہیں۔ نہیں معلوم مولوی قمر الدین خاں الہ آباد سے آگئے یا نہیں۔
اگر نہیں آئے تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں۔ میرنشی قدیم وہاں پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا
کر رہے ہیں تاپ کو تباہ کیا دیکھتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھیے اور جلد لکھیے
اس خط کے پہنچنے تک غلب ہو کہ پارسل پہنچ جائے اس کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا اب
اکابر سنو۔ میں نے آغاز باز ہم مئی ۱۳۵۵ء سے دیکم جولائی ۱۳۵۵ء تک رُوداد شہر اور اپنی
سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر میں لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہو کہ دستاویز کی عبارت
یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر میں رُج ہے وہ بھی بے
آئینش لفظ عربی ہے۔ ہاں اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی
جو ہیں وہ لکھ دیئے ہیں مثلاً تمھارا نام مثنیٰ ہو گا پال مثنیٰ لفظ عربی ہے نہیں لکھا گیا اسکی جگہ
شیوا زبان لکھ دیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس قہ کا ہے یعنی نہ چھدرانہ گنجان۔ اوراق بے
پراس طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر کسی میں ۱۹ سطر بھی آئے چالیس صفحہ یعنی ۲۲۰
ہیں اگر ۲۲ سطر کے سطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزد میں آجائے یہاں کوئی سطح نہیں

سوڈیٹ سوچ رہیں گے سو میرے صرف میں آویں گے۔ جہاںوں کا سودی جو قرض ہے وہ نقد پندرہ سولہ سنے کے باقی رہیگا اور وہ جو بابو صاحب سے منگو گئے تھے وہ صرف انگریزی سود اگر کے دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب میں حرام اور تمھارے شرب میں حلال ہے سودہ دیئے گئے یقین کہ آج کل میں بابو صاحب کا خط ہندوی آجائے بابو صاحب کے جو خط ضروری اور کو اغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ میں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پاس میں اُن کے پاس روانہ کر دیئے اور اُس میں لکھ بھیجا کہ ہندوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیج دو۔ پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ نہم جون ۱۸۵۱ ع۔

ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا تیرے دن ہر دیو سنگہ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور بانسو کی ہندوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپے ہر دیو سنگہ کو دیئے اور تمھارے مجرانہ لینے بہر حال ہندوی ۱۲ دن کی میعاد تھی ۶ دن گزر گئے تو ۶ دن باقی تھی مجھ کو صبر کرتی کاٹ کر پے لے۔ قرض متفرق سب آدا ہوا بہت سبکدوش ہو گیا۔ آج میرے پاس محمد نقد کبس میں اور ۴ بوتل شراب اور ۲۰ بیٹھے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علی بھائی صاحب آگئے ہوں تو میرا قاسم علی خاں کا خط اُن کو دید و اور میرا سلام کہو اور پھر مجھ کو لکھنا کہ میں اُن کو خط لکھوں۔ بابو صاحب بھرت پور آجائیں تو آپ کا ہلی نہ کیجئے اور اُن کے پاس جائے گا کہ وہ تمھارے دیار میں۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۸۵۳ ع۔

ایضاً صاحب کیوں مجھے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تم کو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمر الدین خاں کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو نبش کی فکر میں تھے ظاہر ایوں مناسب بچھا ہو گا کہ نوکری کی خواہش کی۔ حق تعالیٰ اُن کی جو مراد ہو بر لاوے۔ اُن کو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ قصہ پڑھنا

اعانت کی۔ حق تعالیٰ اُن کو ہر رسازی اور فقیر نوازی کا اجدے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا کام تم سے اُڑا ہے اور پھر کام کیا کہ جس میں میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور میں نے اُسکو اپنے بہتے مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے۔ خدا کی واسطے پہلو ہتی نہ کرو اور بدل توجہ فرماؤ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ چھ جلد آرہی تگی کا ذمہ بخودار عبد اللطیف کا کرو۔ میری طرف سے دُعا ہے اور کہو کہ میں تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں۔ تصحیح بھائی کریں۔ تزیں تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ تزیں کو نیکر کیا چاہیے۔ شتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیرتے ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھج جاتی ہے پھر جلد بھی پُر تکلف بن جاتا ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعتی اور ہوشیاری اُن کی میرے کس دن کے کام آویگی۔ میرا نفعہ تم بڑے درہو۔ دلی کی تباہی پر تم کو رحم نہیں آتا بلکہ تم اُسکو آباد جانتے ہو۔ یہاں نیچر بند تو میر نہیں۔ صحاف اور نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو میں آپ کو تکلیف کیوں دیتا یہیں سب درستی میری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو اُن کا پاپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانیں اور میرا کام کریں تو کیا عجب ہے دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہیں جب مجھ کو لکھو گے۔ ہنڈوی بھجوادوں گا چھترہ روپے آٹھ روپے دس روپے حد بارہ روپہ میاں کو سمجھا دینا۔ کمی کی طرف نہ گریں چیز اچھی نہایت بارہ روپے میں چھ جلدیں تیار ہوں۔ منشی شیونراین کو سمجھا دینا کہ زہار عرف نہ لکھیں نام اور عرف ہنس۔ اجڑاے خطاب کا لکھنا مناسب بلکہ مضر ہے مگر اُن نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد بخلص اسد اللہ خاں بہادر۔ غالب۔ بھائی تم نے اوراق ثنوی کی سید نہ لکھی کہیں وہ پارسل میں سے گر تو نہ گئے ہوں۔ دیکھو کس نطف سے میری حقیقت بیان ہوئی ہے اوروں کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر میں اسکی عبارت کیا بتاؤں۔ صاحب مطبع اس امر کو

شکنا ہوں کہ ایک ہوا اس میں کاپی لکھا خوشنویس نہیں ہے۔ اگر اگرہ میں اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو۔ اس تہیہ دستی اور بے نوائی میں بچسب کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحب مطبع اتنے پرکیوں ماننے لگا اور البتہ چاہیے کہ اگر ہزار نہ ہوں تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت میں ہر مہینہ پڑے۔ کاپی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگے گا۔ لکھائی تن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائیں گے بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تکدمہ کرو۔ اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو گرنشی قمر الدین خاں آگے بڑھیں تو ان کو شریک مصلحت کر لو۔ ان تینوں کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب یہ سب میں پاؤں ضرور ضرور۔ غالب لکھنا شہ و روان دہشتہ سہ شنبہ۔ مہذب ہم گشت مشاعرہ جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔

ایضاً لکھنا شکرتھارا خط آیا۔ اور دل سوداوندہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آجائے۔ میں نے لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جزو میں آجائے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہر حال اس معنی کی تقطیع اور حاشیہ مطبوعہ لغات کے معنی حاشیہ پر پڑھیں اس کی روش لاویز اور قسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھی تھی کیا بھائی منشی نبی بخش صاحب شہر کے دو فقرے جس محل پر کہ ان کو بتائے میں ضرور لکھوا دینا۔ میں نے جو تم کو میر زالی کا خطاب دیا ہے ان فقروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری میر امین منشی شیونز این صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہوں۔ تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے اگر دردم دیگر نہیں مباحش ہم زندہ نہیں کہ جگہ نولے بنا دیا۔ بہ نولے مباحش ہم نہیں لفظ عربی ہے اگر ردہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے۔ تیز چاقو کی نوک نہیں کب لفظ پھیلا جائے اور اسی جگہ نولے لکھ دیا جائے۔ مائے امید سنگ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی

بندہ پرورد نواب عطاء اللہ شاہ میرے بڑے دوست اور شفیق ہیں اُن کے فرزند رشید غلام عباس
المنیٰ طبیب سیف الدولہ یہ دونوں صاحبِ حج و سالم ہیں۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گاؤں
وہاں رہتے ہیں شہر میں اہل سلام کی آبادی کا حکم نہیں اور اُن کے مکانات قُوق ہیں۔
صنبط ہو گئے ہیں نہ واگزاشت کا حکم ہے۔ -

ایضاً میرزا قفۃ اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسانا تھا راجی کام ہے۔ بھائی تفسیم گلستاں چھوڑ کر
کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبستاں سے نفع اٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع دینے دو۔ آمد اچھی چیز ہے
اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دید و بعد نوچینے کے
روپیہ نکول جائیگا یہ میرا فہمہ کہ اس نوچینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر اچانا بھی تو ہو
ہوئے اسکو مدت چاہیئے۔ رستخیز بیجا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو۔ یعنی قیامت اور اس کا حال معلوم
نہیں کہ کب ہوگی اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۷۷۷ ہوتے ہیں۔ احتمال رفتہ
سال آئندہ پر ہا سو بھی موبہوم۔ میاں میں جو آخر جنوری کو رام پور جا کر خراج میں یہاں آ گیا ہوں
تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میرے حق میں کیا کیا کچھ کہتے ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ شخص
والی دہلی پور کا استاذ تھا۔ اور وہاں گیا تھا اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچہزار روپیہ
کم نہ دیا ہوگا۔ ایک چاعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ
نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دوسرو پیہ چینا کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر آکے آباد جو رام پور آئے اور انکو
غالب کا وہاں ہونا معلوم ہوا تو انھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو
اس کو جواب دے۔ نواب نے بر طرف کر دیا یہ تو سب سن لیا اب تم اصل حقیقت سُنو۔ نواب سیف علی
بیاد تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں۔ آگے گاہ
گاہ کچھ مجھ پر یاد کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۷ء سے سورویہ پانچ ماہ باہر بھیجتے ہیں بلاتے رہتے ہیں

اُردو میں آخر کتاب پر لکھیں منشی جی سے شکر لکھو الو۔ منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ ہنسب کی جگہ
لونا بنا دو۔ صاحب مطبع کو میرا تپہ دو۔ خاتمہ پر مخالفت کا حکم صاحب مطبع سے لکھو اوو۔ پر خوردا عبد
سے مقدار روپیہ کی دریافت کر کے مجھ کو لکھ بھیجو۔ اپنی شنوی کی رسید لکھو۔ اپنے بجان و دل مصروف ہوئے
کا اقرار کرو۔ ان سب امور کی مجھے خبر دو۔ غالب جھہ۔ سوم ستمبر ۱۳۵۷ ہنگام نیروز۔ ۴۔
ایضاً۔ میرزا تقی کو دُعا ہے پختہ۔ دونوں فقرے جس محل پر تباہے ہیں حاشیہ پر لکھ دیے ہوں گے
ہنسب کے لفظ کو چھیل کر نوے بنا دینا ہوگا۔ پر خوردا منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا
اُن کی مسعود تمندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کریں اور ادھر متوجہ ہوں۔ کاپی لکھی جانی او
چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ آخر پتھر پڑا ہے۔ تو چاہئے اٹھ اٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے
جائیں اور کتاب جلد منطبع ہو جائے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں۔
مجھے مہربان و حسن کلام کے قدردان ہیں اُس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری
تفصیح کے رُوداد ہوں گے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیونز این صاحب نے بھی لکھا۔ میں ایک
عبارت لکھتا ہوں اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت میں چھاپ دو۔ نامہ نگار غالب کسار کا یہ بیان ہے
کہ یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اس میں نے مطبع مفید خلائق میں چھپوایا ہے اور
میری رائے میں اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اُور صاحب مطبع جب تک مجھ سے طلبِ نصرت
نہ کریں اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرات نہ کریں۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو
منشی شیونز این صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپے یں۔ یہ سب باتیں پہلے بھی لکھی
ہوں اب دوبار ضروری الاظہار تھے۔ اس واسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اُردو عبارت دوسرے کہ
میرے شیفتی مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھوں نے ایک بات جواب
لکھی ہے اُسکا جواب ہی خط میں لکھتا ہوں تو چاہئے کہ اُن سے کہہ دو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو

آغا میں رہنے دو اور آئندہ اسی بحر میں اور شاعر لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو۔ لیکن یہ خیال میں ہے کہ مسائل کو متوفی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن طے ہے اس بحر کے یا بحر مل کے اور بحر میں نہیں آسکتا۔ وہ شعر میرا یہ ہے

برج چون نام بابو برج موہن چکد خون دل ریش از لبِ مین

غالب۔ گزشتہ روز جمعہ۔ سی ام اپریل ۱۳۵۷ ع۔ *

ایضاً۔ بھائی تمھارا وہ خط جس میں اوراقِ شنوی لغوف تھے پہنچا۔ اوراقِ شنوی دراقِ شنو کے ساتھ پہنچیں گے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب تم نے مرزا حاتم علی بیگ صاحب سے کیوں کہہ بات اتنی تھی کہ وہ مجھ کو لکھ بھیجتے کہ شرابی اور مرزا صاحب نے پسند کی۔ اب ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجالانے کا شکر بجالاتا ہوں چھاپے کے باب میں جو آپ نے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام اور محنت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہو کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی فرمائش بھجوں گا۔ اور ایک جلد بذریعہ ان کے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کروں گا اب سمجھ لو طرزِ تحریر کیا ہوگی۔ اور صاحبانِ مطبع کو اس کا انطباع کیوں نامطبوع ہوگا۔ جیتے رہو اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسایا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ہے گرچہ عمل کا رخو مند نیست * عمل کا رابل کار * یہ شعر شیخ سعیدی کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے * جز بخردمند مفر اعلیٰ * یعنی خدمت و اعمال سوائے علما اور محققان کے اور کی تفویض نہ کر۔ پھر خود کہتا ہے * گرچہ عمل کا رخو مند نیست * یعنی اگرچہ خدماتِ اشتغالِ سلطانی کا قبول کرنا خردمندوں کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہو کہ آدمی اپنے کچھ خطر میں ڈالے عمل الگ ہو اور کارِ مضاف ہے بطرفِ خردمند کے نہ دہائی خدا کی عمل کا رابل کار * سننے پر نہیں آتا مگر قریب اور وقف یا قریب کے لیکوں کی فارسی۔ فقط غالب

اب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا۔ بشرط حیات بعد رسالت کے پھر جاؤنگا وہ سو رہے مہینا یہاں
 رہوں وہاں رہوں۔ خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے۔ غالب ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء - ۳۱
 ایضاً۔ کیوں صاحب کیا یہ آئین جاری ہو رہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلی کے خاکی نشین
 کو خط نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زہنہار کوئی خط سکندر آباد کو کیا
 کی ڈاک میں نہ جائے ہر حال سے کس نشو و نما کو ذمہ نشکوئے میکم ۴ کل مجھ کے دن ۱۲ تاریخ
 نومبر کو ۳۳ جلدیں بھیجی ہوئی برخواستہ ریشم زین کی بنچیں۔ کاغذ۔ خط۔ قیطع۔ سیاہی۔ بھاپہ
 سب خوب۔ دل خوش ہوا۔ ام شیوزین کو دوا دی۔ سات کتا بینج میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی
 تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں۔ معلوم نہیں منشی شیوزین نے اندر کو دوا
 مانگے امید ہے کہ کس طرح بھیجی میں یا ابھی نہیں بھیجیں۔ صاحب تم اس خط جواب دے لکھو اور اپنے
 کا حال لکھو۔ سکندر آباد کتبک رہو گے۔ اگر وہ کب ساؤ گے۔ شب ۱۳ نومبر ۱۹۷۸ء جواب طلب
 ایضاً صاحب ۲۵ اپریل کتبک خط ادیکہ پائل ڈاک میں لکھا کہ آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط
 پائل دونوں پہنچے ہوں گے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں اس وقت دہلی
 کرتا ہوں۔ ایک میرا دوست ام تھا راہدرو ہے اس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا
 اٹھارہ بیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت و صغارا زبوان ۱۹۷۳ء میں حیار پڑ کر مر گیا
 اب اس کا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُس کے مرنے کی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ
 نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اُس کو پڑھ پڑھ کر دیا کرے سو بھالی اس سائل کی خاطر مجھ کو عزیزا فکر
 متروک مہنہ یا واقعہ تھا کہ حساب ال ہے جو غنچکان شہر تم نکالو گے وہ مجھ سے کہاں نکلیں گے
 بطریق ثنوی بیس بیس شہر لکھو۔ مصرع آخر میں آؤ تاج ڈال دو۔ نام اُس کل برج مہین تھا
 اور اُس کو بابو بابو کہتے تھے چنانچہ میں بحرینرج سندس مخون میں ایک شہر لکھو لکھتا ہوں چاہو لکھو

بارے اُس کی تحریر دیکھی تو تمہارے ہاتھ کا پیم فلٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے لکڑے آگے
کالی ہیر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ پیر دلوایئے۔ دلوایئے اور بارسل لے لیا مگر خیر
کہ یہ کیا بیج پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطوں کے جس میں ڈاک لیا۔
ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُس کو بیزنگ خطوں کی ڈاک میں سمجھ دیا وہ صاحب
میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں۔ یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل خواں میر سلام
قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۷ء - ۳ -

ایضاً۔ بجائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کوہو مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک بھیج چکا ہوں
اب اس وقت تمہارا خط اور آیا۔ سنا صاحب لفظ مبارک ہم حایم دال اس کے ہر حرف پر میری جان
نثار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خاں نہیں لکھا
جاتا میں نے بھی متوقف کر دیا ہے رہا میرزا و مولانا و نواب اس میں تم کو اور بجائی کو اختیار ہے جو چاہو
سو لکھو۔ بجائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ مرزا فتنہ اب تم ترمین جلد ہا
کتاب کے باب میں برادرزادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا جہربان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں
خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجھ کو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب
ایک اخبار موسوم بہ آفتاب المتاب لکھتا ہے۔ اُس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ٹیڑھ
بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہو۔ حکیم حسن اللہ خاں چاہتے
ہیں کہ سابق کے جواد راق ہیں جب سے ہوں وہ جو چاہے خانے میں سودے رہتے ہیں اسکی نقل
کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُمرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی۔ اور ابتدائے ۱۸۵۷ء سے
اُن کا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُن کو ایک لفظ میں سمجھ دے جائیں اور
پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ اُن کو لفظ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو مخلوقات تفتہ وغالب کیونکر بن جائیں۔ ہر ایک راہبر کے ہاتھ میں
انت متا سوتا۔ مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا خزانہ بدل لگا۔ اب جو میں اس شخص کو نصیحت کر دوں
وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جائے کہ عبد الرحمن کون ہے اور مجھ سے اُس سے کیا رسم دیا ہے شبہ
جائے گا کہ تفتہ نے لکھا ہو گا۔ میں اس کی نظر میں بیک ہو جاؤں گا اور تم سے وہ بھی سرگراں ہو جائیگا
اور یہ جو تم کہتے ہو کہ تو نے اس شخص کو اپنے عزیزوں میں لگنا ہے۔ بندہ پر حد میں تو بنی آدم کو مسلمان یا
ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی لگتا ہوں دوسرا نے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیز داری
جس کو اولیٰ بنی اقربت کہتے ہیں اس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے اور اُس کے مراتب
مراج ہیں نظر اس ستور پر اگر دیکھو تو مجھ کو اس شخص سے خصل برابر علاقہ عزیز داری کا نہیں ازراہ اخلاق
اگر عزیز نگھریا یا کہد یا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خاں عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اس کے
سالے کا بیٹا اُسکو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُسکو لکھنا وغیرہ
بے فائدہ بلکہ مضرب ہے۔ تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفیٰ خاں سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے
ہیں۔ اب تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ ارشاد نہ متکو
خوش و خرم رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۲۵۹ ع۔

ایضاً۔ صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں کہ
تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب میں درنگ اس قدر
ہوئی کہ میں مصطفیٰ خاں کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا تین دن وہاں رہا۔ کل ماں سے آیا
آج تھکویہ خط لکھوایا۔ محررہ و مرسلہ چار شنبہ ۲۶ جوری ۱۲۵۹ ع۔ غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہر کارہ وہ جو خط بٹا کرتا ہے آیا اور اُس نے
پارسل موم جاے میں پٹنا ہوا دیا۔ پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کھیں آیا۔

ہوگا۔ جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا جھگو غم نہیں جھگو فکر جانی جی کی ہے کہ اسی علاقہ میں تم بھی شامل ہو
صاحبانِ انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو زمین فرحت ہے سرکار اس یا
قابل و متصرف ہو کر ٹیکس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری
بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت معقوف نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ میر
قائم ہے۔ مگر یہ وکیل ہیں معلوم نہیں خمد کون ہے اور ہمارے بابو صاحب میں اور مختار میں صحبت کیسی ہے
رانی سے انجی کیا صورت ہو تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو۔ لیکن انھوں نے ارزاہ دور بند
تم کو متوسل اس سرکار کا کر رکھا ہو اور تم مستغنیانہ اولاً بالیانہ زندگی بسر کرتے تھے اب زہار وہ روش
نرکھنا اب تم کو بھی لازم آ پڑا ہے جانی جی کے ساتھ روشناس و احکام و الامتعام ہونا پس چاہیے
کول کی آرائش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے
اور میں نہیں کہہ سکتا کہ توقع کیا ہے اور صلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجیر میں ہیں
کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشرق جو کچھ واقع
ہوا ہو اور جو صورت ہو جھگو لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب غور حرام ہے۔ کل شام کو میں نے سنا آج صبح قطعاً
گیا اور یہ خط لکھ کر اندازہ احتیاط بیزنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس جواب بیزنگ روانہ کرنا اور حانہ ایسی بڑی
خیر نہیں ڈاک کے لوگ بیزنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ پڈ پڑا رہتا ہے جب
اس محلہ میں جانا ہوتا ہے تو اس کو بھی لیجاتے ہیں زیادہ کیا لکھتوں کہ پریشان ہوں۔ نوشتہ
چاشتگاہ دوشنبہ ۲۸ مارچ ۱۳۵۷ھ - ضروری جواب طلب - *

ایضاً میاں مرزا نقیہ - ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بد دور - تسلسل منہی سلا
الفاظ ایک مصرع میں تم کو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہاں
شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے۔ وہ مصرع یہ ہے چاک گردیدم واز جیب بداماں رفتم *

کچھ چکا ہوں۔ اور اب تک نار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ نہ لفظ حکیم صاحب پاس پہنچے نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سہی ضرور ہے اور ماں صاحبہ آفتاب عالمیہ کا مطبع تو کئی باری میں گرا آپ مجھ کو کہیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجیب ہے کہ ان صاحب شیخ نے میری تحریرات کا جواب لکھا۔ فرمائش حکیم حسن اللہ خاں صاحب کی بہت اہم ہے۔ عند الملاقات میرا سلام اُس کا جواب بلکہ وہ اخبار اُن سے بھیجاؤ۔ جمعہ۔ ۱۰ ستمبر۔ *

ایضاً۔ بھائی میں نے ماننا تھا ری شاعری کو نہیں جانتا ہوں کہ کوئی دم ٹکونہ سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیح کی صنعت کا اور دو نخت شعر لکھنے کا اس میں ضرورت نسبت معافی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ اُسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیوں صاحب یہ ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی دلی سے سکندر آباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہو گا۔ کیا ہنسی تھی ہتھی باتوں پر حاتم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے جانی جی کی بڑی فکر ہے۔ میں تم کو کھا جاتا کہ ان کا حال کھو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں یقین ہے کہ اجیر میں ہوں گے مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہاں مقیم نہیں ہیں۔ خدا جانے کب چل نکلے۔ بہر حال تم بھرت پور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلوں کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگو اور جو کچھ تم کو معلوم ہو وہ بھی مجھ کو لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول میں آگئے۔ کل اُن کا خط مجھ کو آیا تھا آج اُس کا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اللہ بیک شنبہ ۲۱ ماہ اگست ۱۲۵۲ء - *

ایضاً۔ بھائی آج مجھ کو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراسیمگی میں لکھا ہوں جس میں خط پہنچے۔ اگر وقت ڈاک کا ہو تو اسی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجنا تشویش و خطر ابکا رہے کہ کئی دن سے راجہ بھرت پور کی بیماری کی خبر سنی جاتی تھی۔ کل سے اور رومی خبر شہر میں مشہور ہے تم بھرت پور سے قریب ہو یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم

اُن سے سب اہل علم ہوا۔ پہلا خط تم کو اُن کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم رکنس جہان کے لکھا تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونوں دیوان تمہارے اور شہر مشرق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابیں تمہاری بھیجی ہوئی اُن کو نہیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمہارے بہت متعجب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں تنا بیڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہو گا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس اتفاق کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے نکلیں گے باقی مابخیر شہر سلامت۔ اُن کے تحت میں حصہ مشاہیر کے علاقہ میں۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس میں اُن سے کلام کروں میرا عجیب ہو۔ حیران ہوں کہ تمہیں میرا کلام کیوں نہیں یاد آتا

گمان زبست بود بر پشت زبیدی

بدست مرگے بدتر از گمان نیست

سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی قوتیں انسان میں ہوتی ہیں سب منحل ہیں۔ حواس سراسر منحل ہیں۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رام پور پور و مہینا دیتے ہیں۔ سال گزشتہ اُن کو کچھ بھیجا کہ اصلاح نظم جو اس کا کام ہے اور میں اپنے میں کچھ نہیں پاتا مگر ہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ میں شمار کیجئے۔ تو میں سکے لمبر ہی ورنہ خیرات خواہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہو ہی میری منت ہے۔ برسوں سے اُن کا کلام نہیں آتا۔ فتوح مقرر ہی نو میر تک آئی اب کچھ آگے کیا ہوتا ہے آج تک نواب صاحبہ ازراہ جوانمردی دیئے جاتے ہیں اور بھائی تمہاری مشق چشم بدھو صاف ہو گئی۔ طلب یا بس تمہارے کلام میں نہیں رہا۔ اور اگر خواہی خواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ میں چراغ دم صبح و آفتاب سر کو رہوں

اتانہ و اتانہ را کہ را جوں - ۱۲ رجب - نجات کا طالب غالب۔

ایضا میرزا فتنہ عجب اتفاق ہوا۔ شنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں لکھا آیا کہ

پہلا مصرعہ تھا اگر اُس کے پہلے مصرعہ سے اچھا ہوتا تو میرا دل در زیادہ خوش ہوا خدا تم کو اتنا جلا کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھ لو۔ مگر خبردار قصائد بقید حروف اتنی نہ جمع کرنا۔ صاحب مجھے اُس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اُس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے۔ میں نے اُس کو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہر حال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی ماں فرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پُرانا قصہ تم نے یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُسی دن پانچ ہزار روپے کے بھیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھ کو اطلاع دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کی واسطے میرا نام منشی محمد حسن نہ لکھنا چاہیے۔ شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزرا اُنہوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار روپے۔ تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجو۔ کیا اُس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں بھیجے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو اُس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ جو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر میں نے نہیں جانا کہ اسکا کیا حجت ہوا۔ میں کہ ناسخ ہوں اپنے نام کا۔ خط بادشاہ کو پڑھوا کر ان کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تم کو بھیج دوں گا بھائی یہ خط لکھ کر میں ڈاک میں روانہ کیا آج خطر واثم ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر پڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دو شنبہ ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء +

ایضاً۔ آذر زلفۃ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سنو کیشنبہ کو مولوی منظر الحق

تم نے کھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ۛ

سپرے با پدر بزاری گفت گفت بابا زنا کن وزن نہ دزنا گر گیرت هست زن کنی ہرگزت رہا نہ کند	کہ مرا یار شو بہرہ جفت پند از خلق گیر و از من نہ رہسہ کو گرفت چون تو بے در تہ گذاریش چہا کند
--	---

بہت اب تو تم سکندر آباد میں رہے۔ کہیں اوڑکیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اٹھا چکے ہو۔ اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میاں نہ میرے سجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خچر ہے کہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہے وہ ہوا جاتا ہے۔ اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے ۛ

عزبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام	زین ہوسہا بگزیا بگزے گزرد
-------------------------------	---------------------------

مجھ کو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رہنمائی ہوں نہ تندرست۔ نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مردہ ہوں نہ زندہ۔ جیے جاتا ہوں۔ باتیں کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہوں۔ جب موت آئیگی مری ہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تعزیر ہے بر سبیل حکایت ہے بارے جہاں رہو جس طرح ہو ہر ہفتہ میں الکیا رخصت لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۳۵۷ء - ۴ -

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمیں پسند نہیں ۱۳۵۷ء کے خط کا جواب ۱۳۵۷ء میں بھیجئے ہو اور مرزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے آج تک اے ایدہ سنگھ نہیں ہیں اور ابھی نہیں جائیں گے تمہارا دعا حاصل ہو گیا ہے جس دن آئے تھے اسی دن مجھ سے کہ گئے تھے میں بھول گیا اور اس خط میں تم کو نہ لکھا۔ صاحبہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلس مرزا تفتہ کے دیوان کے اوڑکی نیٹے

اُس کے متعاقب پارسل کا ہر کارہ آیا اور تمھارا بھیجا ہوا پاکیٹ لایا رسید لکھنی میں نے رائے سمجھی اور اسکا
دیکھنا شروع کیا بے کام محض دہنہا ہوں۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہوگی خوب دیکھا
سچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں میں نے بہت حظ اُٹھایا جیسے رہو۔ تمھارا دم غنیمت ہو۔ بجائی کا حال
مفصل لکھو۔ منشن کے طالب ہیں یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہان ہے اور کس طرح ہے علامہ
بنا ہوا ہے یا جا تا رہا۔ صاحب نقشت گورنری کا محکمہ آگہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے۔ منشی
غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکریں یا مستغفی۔ عدالت دیوانی کا محکمہ ہیں رہیگا یا آلہ آباد جا
اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہو چاہیے یہ بھی وہیں جائے کج تھا۔ اشار کا کاغذ پم فلٹ
پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ
چار دن میں پہنچ جائے۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۲۵۹ھ ع۔

ایضاً مزافتہ۔ ایک مرعجب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب ط مفرط ہوگا
میں اجراءے منشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا۔ بارے وہ نقشہ منشن داروں کا جو یہاں سے منکر
صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھ دیا تھا کہ شخص منشن بائے کا
مستحق نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری منشن کے اجراء حکم
اور وہ حکم یہاں آیا اور شہور ہوا۔ میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ماہ آئندہ یعنی مئی کی پہلی کو خواہ
بتا شروع ہوگا۔ دیکھا جاوے پچھلے روپے کو باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب ۱۶ اپریل ۱۲۵۹ھ ع۔
ایضاً صاحب تمھارا خط آیا۔ میں نے اپنے سب لکچ جواب پایا۔ ملو سنگہ کے حال پر کیوں
مکجورم ادا نہ واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک ہ ہیں کہ دوبار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں
اور ایک ہم ہیں کہ ایک ویر چا پس برس سے جو چھانی کا پھندا لگے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹا ہے
نہ دم ہی نکلتا ہے اسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا۔ تو تم کوں بلا میں پھنسا ہے وہ جو

بھائی مہر خواں کے دو معنی ہیں۔ ایک خطابت جو سلاطین امر کو دیں۔ اور دوسرے وہ نام جو کو
 کا پیار سے رکھیں یعنی عوف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے
 جو تمہارے ذکر میں ہے پہلے مہر خواں کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں مگر نہ کھنکھنے کی حاجت کیا ہے
 اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے۔ بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں حال اوراق کی تحریر کیسلا
 ہو ا صاحبان کونسل کی رائے ولایت اگر یعنی میرے محکمہ میں منظور مقبول نام میر جس طرح چاہو لکھ دو

بہزائے کہ غولنی سر بر آرد

بنام آنکھ اونا سے ندارد

شفیق البتہ حق مولانا مہر فرہ بے مقدار کا سلام قبول کریں۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج یا کل
 پہنچ جائے گا۔ رات سے ایک بات اور خیال میں آئی ہے۔ مگر چونکہ حکم و کار فرمائی ہے کہتے ہوئے
 ڈرتا ہوں۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلائی لوح کی ولایت کے
 واسطے تیار ہوں گی اور وہ چار جلدیں جو یہاں کے محکمہ کی واسطے درکار ہوں گی۔ انکی صورت
 یہی بٹری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیوں بھائی صاحب قرار داد اور تجویز بھی
 ہے اور پھر سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں۔ نواب گورنر بہادر۔ چیف کمشنر بہادر
 صاحب کمشنر بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر ممبئی۔ یہ کیا میری بد وضعی ہے کہ جناب آؤ نمائندگی صاحب
 نذر نہ بھیجوں۔ آخر گورنمنٹ کی نذر انھیں کی معرفت بھیجوں گا۔ نہ صاحب ایک جلد ان کی نذر
 ضروری ہے آپ گنجائش نکال کر جیسی بھ چار جلدیں بنوائیں۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوائیں۔
 یقین ہے کہ آپ اس واسے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے۔ یہ عرض مقبول
 یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہوں معاف رہو۔ بھائی مرزا قفصہ کل کے مرزا صاحب خط لکھیں
 تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تم کو لکھ چکا ہوں۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ بلکہ ایک
 قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح بخیر شبہ۔ سی ام ستمبر ۱۳۵۵ ع۔ +

تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُس کے پاس مجھ سے ہیں
 یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کرے گا۔ امید سنگھ نے اس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ میں بھول گیا اب
 جو تم کو اُس خیال میں مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجھ کو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دوبارہ
 اُن کے گھر گیا بھی ہوں مگر محلہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی
 جاننے والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میرا بادشاہ صاحب عند الملاقات میری دعا کہدینا
 راجل ولاقوۃ الالباب اللہ کھنے کے قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میرا کرامت علی صفا تخلص کے میں نے
 آگے اُن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے۔ اور تھا راجل پوچھتے رہے میں نے کہدیا
 بخیر و عافیت سکندر آباد میں ہیں۔ جب میں نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہیں۔ انہوں نے
 کہا صاحب وہ بزرگ و استاد ہیں۔ میں اُن کا شاگرد ہوں کہیں سدر کے علاقہ میں نوکر ہیں سبیل
 آئے تھے اور آج ہی سبیل ڈاک انبار کو گئے۔ انبار اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اُسی ضلع

میں ہیں۔ غالب۔ گزشتہ دو شنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً۔ صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجھ کو بھی دی ہے۔ خدا
 سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط میں اُن کو ایک مصرعہ کسی استاد کا لکھ چکا ہوں۔ میں ہرگز
 اُن کا ممنون جان ہوں۔ میرا سلام کہنا۔ اور لقاؤ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے
 کا کوئی لقاؤ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جانے اُسپر کیا جوگ پڑا ظاہر انھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا
 پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شہرہ یعنی صدائے ہب لغت فارسی ہے بشین مکتوب کا
 وہاں ہوز مفتوح وہاں ہے ثانی زودہ۔ اور عربی میں اُسکو صہیل کہتے ہیں۔ صہبہ کوئی لغت نہیں ہے
 عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام میں صہبہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے۔ غنیمت کا کیا گناہ
 درود زودہ ہند سے گا ہے شاریافت اصل مصرعوں جو پیش ہے خدا جانتا ہے کہ لکھا ہے

آج جب اس خط کا جواب تمہارے پاس آئیگا تب تمہارا شاگرد کو بھیجیں گے ہاں تمہیں فضل حسین خان ملے گا۔

رفعی و مرخسہ نہ کر دی برکیہ سیم نظر نہ کر دی

یہاں سُنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین
بستور نائب ہے۔ اسد اللہ - ۲۳ - فروری ۱۳۵۲ء -

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسوں آیا اُس میں مندرج تھا کہ میں میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط اور
تمہارا آیا اور اُس میں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور کچھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسوں کے خط میں بھی
آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہم نے بھیجا ہے۔ بیٹوں جون کو آج دو تاج سے
اس دن میں کوئی پارسل کوئی نیم فٹ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری نیم فٹ پاکٹ دو تاجوں
کا وہ تھا کہ جس میں ایک شنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اُس کی اُڑھتی جھکتی رہی۔
اُس کا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا۔ سو اُن دونوں شنویوں کو میں نے اصلاح دیکر تمہارے پاس
بھیج دیا ہے بلکہ یوں یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھ کو گمان ہے کہ یہ امر
سے آگے کا ہے۔ بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ اصلاحی کو اغذ
ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے میں ناچا
ہوں بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا۔ یا تم نے اُس کا جواب لکھنا
حضور نہ جانا وہ خط جس میں میرا دشاہ کا دلی آنا اور اُن کا مجھے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ میں اور انیس
مہندراجہ میاں سنگھ کا دلی میں آنا اور پنجر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُن سے ذکر مونا اور اُن کا
کہنا کہ اُن کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اُس کا جواب لکھ بھیجا تھا اُن میں جازن
کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا؟ اللہ پارسل جس کو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا۔
غالب - چار شنبہ - ۲۹ جون ۱۳۵۲ء - وقت نیمروز -

ایضاً۔ اسی میزraqتہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو ادیر میری اصلاح کو بھی ڈوبویا۔ کیا بڑی کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے۔ اور ایسکا تعلقہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پانچ لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ سب بالغہ نہیں بلکہ بے تکلف سببستاناں ایک معشوقِ خوبرو ہے۔ بد لباس ہے بہر حال دونوں لڑکوں کو دونوں جلدیں دیدیں اور معلم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۳۳۷ء۔ غالب + ایضاً۔ آج پچھنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور میں آج ہی جواب لکھتا ہوں۔ کیا تمنا ہے کہ تمہارا خط پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا۔ میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے سہاگ غزل کی رسید نہیں لکھی۔ میں نے کتب کا پہنچنا تم کو لکھا تھا اس کا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۳۳ کتابیں پہنچ گئیں اور تقسیم ہو گئیں۔ سات کتابیں مرزا ہر کی بھیجی ہوئی موافق ان کی تحریر کے آج شام تک درطابق منشی شیونزین کی اطلاع کے کل تک سیکر پائس پہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیونزین نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں۔ شاید میں تم کو لکھ بھی چکا ہوں میرا قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ ولی ان دونوں میں آئے ہوئے تھے مجھے کل ملکر گئے ہیں۔ انکو ایک کتاب ضرور بھیج دینا۔ بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میرا بادشاہ ہو کون میں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے مُنصف ہیں۔ کچھ ان کے خاندان کا حال اور ان کے کام کا نام لکھو تو میں غور کروں ورنہ میں تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہوں۔ پچھنبہ ۱۸ نومبر ۱۳۳۷ء ایضاً۔ بندہ پرو ایک مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علیگڑھ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدے کے مجھ کو لکھو گے

جو چھاپے کے حالات ہوں اُسکی آگہی ضرور ہے۔ غالب سچیشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۶ء - ۳۰
 ایضاً۔ میری جاں آخر لڑکے ہوبات کو نہ سمجھے۔ میں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا عنایت جا
 میں نے لکھا تھا کہ شیطا قاضی بلالوں کا ادھر لکھا ہوں کہ اگر میری اقامت یہاں کی ٹھیری تو
 بے تھارے نہ رہوں گا نہ رہوں گا نہ رہوں گا۔ منشی بالکنڈ بے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی
 سے رامپو پہنچا۔ تلف نہیں ہوا اگر میں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہاں
 اصلاح دیکر ان کے اشعار بھیج دوں گا بے صبر کو اب کی بار مینا بھر صبر چاہیے وہ لفافہ بدستور رکھا
 ہے از بسکہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں۔ فرصت مشاہدہ اوراق
 نہیں ملی۔ تم اسی دفعہ کو ان کے پاس بھیج دینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۲ فروری ۱۸۵۶ء۔
 ایضاً۔ کیوں صاحب مجھ سے کیوں خفا ہوا آج مینا بھر ہو گیا ہو گا۔ بالیہ دو چار دن کے ہو جائیگا
 کہ آپ کا خط نہیں آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاجاب دی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرا پاس
 چار دوست نہ ہوتے ہوں۔ اب لنداریوں میں ایک شیوجی رام مین اور بالکنڈ اس کا بیٹا یہ دو شخص
 کہ گاہ گاہ آتے ہیں اس سے گزر کر لکھنؤ اور کالی اور فرخ آباد اور کس کس صلیح سے خطوط آتے رہتے
 پہنچے ان دوستوں کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں وہ آدھ خطوط کی موقوف صرف
 تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع اس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ۔ ہاں ایک تم کہ ہر مینے
 ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سنبو صاحب اپنے پر ملازم کر لیا ہر مینے میں ایک خط مجھ کو لکھا اگر کچھ
 آ پڑا۔ دو خط تین خط و نہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مینے میں ایک بار بھیج دی۔ بھائی صاحب
 بھی خط دس بارہ دن ہوئے گئے آیا تھا اُسکا جواب بھیج دیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ
 اللہ آباد گئے ہوں کسو اسطے کہ جھکومئی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤں گا بہر حال اگر اب
 آزرہ نہیں تو جلد دن میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیں اپنی خیر و عافیت بخشی

ایضاً۔ اچھا بھائی نہیں ہے۔ دو مرتبے چار سو ہوں پان سو ہوں سب بد لوٹا لٹا کاغذ کا جو نقصان
 ہو وہ مجھ سے منگو لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکلتی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دھت
 لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔ لکھتے ہو کہ
 مرزا صاحب جلدیں درست کریں گے یہ تو صورت اوز ہے یعنی میں نے چھ جلدیں بارہ روپے کی لاگت
 میں بیکار سازی و ہنر پر وازی بر خور دار منشی عبداللطیف چاہیں تھیں منتظر تھا کہ اب ان کا قبول کرنا
 جھک لکھو گے اور وہ پیہ مجھے منگواؤ گے۔ ظاہر اجد اللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے
 تو چھ جلدیں بڑاتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجائش ہے کہ دو بہت پر تکلف اور چار بہ نسبت اس کے
 کچھ کم اگر توں ہے تو یہ تو مدعا ئے دلی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ رائے امید سنگ کے نام کا خطاب ^{محتاج}
 دینے دو جب وہ آئیں انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیں کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا
 شروع ہو کر دو تک پہنچ گیا کیا عجب ہے کہ کتابین جلد منطع ہو جائیں۔ ہمارے منشی شیو نرائن صاحب
 اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ در خواستین خریداروں کی
 فراہم ہو جائیں۔ میزرا نقہ سنو۔ ان توں میں میرے محسن حکیم احمد اللہ خان آقا علی کتاب کے خریدار ہو
 ہیں اور میں نے جو جب ان کے کہنے کے بہادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب میں
 لکھا تم ان سے کہو کہ وہ ستمبر ۱۳۷۶ء سے خریدار ہیں۔ آج ۱۶ ستمبر کی ہے دو غیر اخبار کے حکیم صاحب
 کے نام کے سزا مہ خان چند کے کوچہ کا پتہ لکھ کر روانہ کریں آئندہ ہفتہ تہتہ بھیجے جائیں اور حکیم احمد
 خان کا نام خریداروں میں لکھ لیں دوسرے اخبار ذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے
 اخبار کا ہوتا ہر جہن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اس ن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے
 ارسال کریں کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیج دی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے
 اسکو کہہ کر جواب لو اور مجھ کو اطلاع دو۔ نہیں کے نہیں کے مرزا جانا ہوں اسکی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی

تمہارے اور ایک مسودہ بے صبر کاری میں کاغذ درپیش ہیں دو ایک دن میں بعد اصلاح ارسال کیے جائیں گے۔ خاطر عاظم جمع رہے۔ صبح جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۳۰۷ء۔

ایضاً کاشانہ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہر گوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طرازیوں کرتے ہیں صاحب آپڑا ہے کہ ہم بھی جواب ہی انداز سے لکھیں۔ منو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خاں مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اُس کے دو بچے تھے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آ رہے ہیں اور دوسرا مجھ کو ستاتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں پس تمہارے متلج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے۔ جب ان عالم کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے مجھ کو دھوکہ دے سونے نہیں دینے ننگے ننگے پاؤں پٹنگ پر رکھتے ہیں کہیں پانی اڑھاتے ہیں کہیں اڑھاتے ہیں میں نہیں تنگ آتا تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں ہیں کیوں اڑھاتا ہے آپ انکو جلد میرے پاس بسیل ڈاک بھیج دیجیے کہ میں ان کو دیکھوں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد تمہارے پاس بسیل ڈاک بھیج دوں گا۔ حق تعالیٰ تمہارے عالم صورت کے بچوں کو جتنا رکھے اور ان کو دولت اقبال دے اور تم کو ان کے سر پر سلامت رکھے اور تمہارے معنوی بچوں یعنی متلج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط ان کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے انکو دیدیجیگا۔ اور ماں صاحب بابو صاحب اور تم آؤ کو جانے لگو تو مجھ کو اطلاع کرنا اور تاریخ رونگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں واللہ عا۔ امدا اللہ گناشتہ جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۳۰۷ء ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہر گوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہیں آپ کا وہ خط جو آپ نے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ کا لکھنا جانا اور وہاں کے شعرا سے ملنا سب اشعار جناب بند کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور اشارے اور فرما جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا جب تک کہ ان کا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت لکھ معلوم ہو

کی خیر و عافیت مولوی صاحب احوال اس سے سوا گویا کئے قنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا جو وہ لفظ مناسب وقت میں ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہاں آیا ہوا ہے اسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عا لیشان کا ادا وہ وہاں کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ اگرہ کا حالی کیا ہے۔ وہاں کے رہنے والے کچھ خائف ہیں یا نہیں۔ غالب۔ گھٹا شتہ شنبہ۔ ۱۹۔ رحون ششہ اع۔ ۴۔

ایضاً بر خودار میرزا نقیہ دومر مسودہ بھی کل نہیں چا۔ تم سچے اور میں معذور۔ آب میری کہانی سنو آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بہ ماہ نہ پائیں سال میں دو بار بطور ششما بہ فضل فضل بایا کریں۔ ناچار سا ہو کر سے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی آمد میں مل کر صرف ہو یہ سود چھ مہینہ تک اسی طرح کٹواں دینا پڑ گیا ایک رقم معقول گھاٹے میں جا یگی

خلق کا ہے اسی چلن پر مدار

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک

اور چھ ماہی ہوسال میں دوبار

مچھو دیکھو کہ ہوں بقید حیات

دش گیارہ برس سے اُس تنگنا میں رہتا تھا سات برس تک ماہ بہ ماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کل گرایہ کچھ اوپر سو روپیہ پیشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا ہوا اس نے مجھ سے پیام بکسے ابراہم کیا کہ مکان خالی کر دو۔ مکان میں تین بیٹوں بیدرو نے مچھو عاجز کیا اور دنگاوی وہ صحن والا تھا جسکا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اُس میں باڑ بندہ گئی۔ رات کو وہیں سویا گرمی کی شدت پاؤ کا قرب۔ گمان یہ گز نا تھا کہ یہ ٹکڑ ہے اور اصریح کو مچھو بچا پسنی لیگی تین راتیں اسی طرح گزریں۔ دو شنبہ و چو لانی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ماتہ آگیا وہاں جارا جان بیچ گئی یہ مکان نسبت اُس مکان کے بہت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیاروں کا۔ اگرچہ ہے یوں کہ میں اگر او محلہ میں جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہیں پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئیں کے تے سے آتے ہیں اور بے تکلف یہیں پہنچتے ہیں۔ ہر حال تم وہی تی بلیاروں کا محلہ کھڑ خطہ بھیجا کرو۔ دو سود سے

ہوئی۔ بابو صاحب الامنا قب کا خط تمھارے نام کا دیکھا اُن برس سال میں وہ آسانی تری ہی اور بندہ شادی سے بھاگتا ہے۔ کیوں تکلیف کریں اور اگر ہر حال اُن کی مرضی ہے تو خیر فرماں پذیر ہوں شہر میں وہ حال میرے پاس امانت میں ابدا چتے ہونے کے اُن کو دیکھو لگا اور تم کو بھیج دو لگا۔ اسی سطرین مجھ سے ہزار جر ثقیل لکھی گئی ہیں۔ اسدا اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ ۱۲۵۴ ھ۔ ع۔ ۵۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات ہر و محبت درمیش آئے شعر کہے دیوان جمع کئے اُسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمھارے دوست ولی تھے اور منشی بنی بخش اُن کا نام اور حقیر تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اخلاط نہ وہ انبساط بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم چکوا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط میں نے منشی بنی بخش صاحب کے بھیجا اُس کا جواب نکلا آیا اور ایک خط تمھارا کہ تم مجی مرحوم بہ منشی ہر گوبال تخلص تغتہ ہو آج آیا اور میں جس شہر میں اُس کا نام ولی اور اُس محلہ کا نام تیارو کا محلہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈنے کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں حرفہ البتہ کچھ آباد ہو گئے ہیں اب پوچھو کہ تو کیونکر منگن قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ میں حکیم محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیو بدیوار میں گھر حکیموں کے۔ اور وہ نوکر میں راجہ نرندر سنگہ بہادر دہائی پٹیلہ کے۔ راجہ نے صاحبان عالیشان سے عہد لے لیا تھا کہ بروقت غارت و ملی یہ لوگ بیچ رہیں چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں آئے ٹھہرے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ مبالغہ نہ جانا امیر غریب سب نکل گئے جو رو گئے تھے وہ کالے گئے۔ جاگیر دار۔ پٹن دار وہ ولتمند اہل حرفہ

میں کو اغض ضروری کہاں بھیجوں اور کیونکر بھیجوں اور کیوں بھیجوں اب جو تمہارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹
 فروری تک لکیر آباد آؤ گے تو میں نے یہ خط تمہارے نام لکھ کر لغافہ کر رکھا ہے آج انیسویں ہے پر میں
 اکیسویں کو لغافہ اگر وہ کوروانہ ہوگا۔ ابو صاحب کی میں نے خط اس واسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہتا
 وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور ہنر کے
 انجام اور حصول مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزراؤ اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ ہر طرف
 ہے اسکو غور سے پڑھئے اور اپنا دستور العمل گردانیئے نہ یہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے بس
 تمام ہوا وہ پیام کہ جو ابو صاحب کی خدمت میں تھا اب پھر تم سے کہنا ہوں کہ وہ جو تم نے اس شخص
 کوئی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض ان کا لغو اور پریشانی ان کی بے مزہ ہو گیا ہمارا یہ
 نہیں کہ متعرض کو جواب دیں یا سائل سے بات نہ کریں تمہارے شعر پر اعتراض اس کا کہ وہ
 ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمیں کام نہیں کہ وہ مائیں یا نہ مائیں کلام ہمارا اپنے نفس میں
 معقول و استوار ہے جو زبانداں ہوگا وہ سمجھ لیکھا غلط ہم کج اندیش لوگ نہ سمجھیں نہ سمجھیں ہمکو
 تمام خلق کی تہذیب تلیقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلیقین واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہوتے
 واسطے اغیار کے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہیں بار بار سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی
 کام نہ رکھو آج تمہارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے گمراہاں  خود راجہ کہ تم کو
 زخود برنج دست بدو السلام والا کرام۔ اسد اللہ ترمذی ۱۹ فروری و مرسلا بت ویکم فروری ۱۳۵۲ھ
 ایضاً منشی صاحب تجار خط اسدن یعنی کل بمبہ کے دن پہنچاؤں چارون سے لڑے میں قبلہ ہوں او
 مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لڑہ چڑھا ہے کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا آج خیشبنہ پانچواں دن ہے
 کہ نہ کھانا دن کو تیر ہے نہ رات کو۔ شراب و حرارت مزاج میں بہت ہے ناچار احتراز کرتا ہوں۔ بھائی
 اس لطف کو دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ

برخاستی کی نہیں مئی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر مچاتے ہیں۔ فراری نہیں ہوں۔ روپوش نہیں ہوں بلایا نہیں گیا۔ داروگیر سے محفوظ ہوں۔ کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤں مگر اس جیسا کہ بلایا نہیں گیا خود بھی بروے کار نہیں آیا۔ کسی حاکم سے نہیں ملا۔ خط کسی کو نہیں لکھا۔ کسی سے دریافت ملاقات نہیں کی۔ سئی سے نشن نہیں پایا۔ کہو یہ دلت چینیہ کیونکر گزرے ہوں گے انجام کچھ نظر نہیں کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے۔ ہر گوجر سنگ یہاں آئے ہوئے ہیں ایک بار سے پاس بھی آئے تھے۔ والدہ عا۔ غالب۔ روز شنبہ۔ سیام جنوری ۱۲۷۷ء وقت یمنروز۔ ۴۔

ایضاً۔ کیوں صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی۔ اور اگر کسی طرح نہیں سنتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تہائی میں صرف خطوں کے بحر سے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا نہیں نہ جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جو طرف و جوانب سے دوچار خط نہیں آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہر کارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو بجو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزرتا ہوا یہ کیا سبب دلت و دلت بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے خط لکھو۔ حسب ذیل لکھنے کی وجہ لکھو آجائے میں بخل نکرو ایسا ہی ہو تو میرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار۔ ۷۔ ۱۲۷۷۔ ۴۔

ایضاً۔ مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہر حال محکمہ کہ تالائق و ذلیل ترین خلائق ہوں اپنا دوا گو سمجھتے رہو۔ کیا کروں اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی محکمہ نہیں آتی کہ بالکل بھاٹوں کی طرح بجا شرم کریں میرے قصیدے دیکھو۔ شبیب کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر۔ شریں بھی یہی حال ہے۔

نواب مصطفیٰ خاں کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے میرزا رحیم الدین بہادر جی تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایا شریں جان کر

کوئی بھی نہیں ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ لہذا ان قلعہ پر پشت ہوا دروازوں اور داروں
 میں مبتلا ہیں گروہ لو کہ جو اس ہنگام میں کرہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک ہو رہے ہیں۔ میں غور
 شاعر و نثر نویس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں خواہی اس کو نوکری سمجھو خواہ
 ضروری جانو۔ اس قسم و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت
 بجالاتا رہا وہ نظر ابھی لیکن ابھی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے۔
 مگر چونکہ میری طرف بادشاہی و قریب سے یا مخبروں کے بیاں سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔
 لہذا طلبی نہیں ہوئی۔ ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے
 ہیں میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا
 سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون
 جو آوے گھر کے گھر بے چارے پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بند و بست
 یازدہم مئی سے آج تک یعنی شبہ بنجم و سمبر شہنشاہ تک ستور ہے۔ کچھ نیک بد کا حال مجھ کو نہیں
 بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر
 اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم نہاں یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی کچھ چاہیے
 مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ حال منشی صاحب کے میرا سلام کہنا اور یہ خط کھانا
 اس وقت تھا خط پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔ ۴
 ایضاً۔ آج سنبھار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ میں نے پڑھا اور
 جواب لکھا اور کلیان کو دیا۔ وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تم کو کھچکا ہوں
 کہ دلی کا قصد کیوں کرو اور یہاں آکر کیا کرو گے۔ بنک گھر میں خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے
 بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا۔ کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

رہنے دیے ہیں اب تم کو یہ چاہیے کہ کول پہنچ کر مجھ کو خط لکھو۔ اس غلاف کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو اس میں تساہل کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب جمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر حج سے زیادہ

کیا لکھوں۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عینی عنہ

ایضاً صاحب تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پانوں سوچ گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا۔ سلمان آدمی شہر میں سڑک پر بن ٹکٹ پھرنے لگا ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا۔ بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں بھیج کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ کل اُن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی یہاں نہیں آئے اس واسطے آج یہ رقمہ لکھ بھیجتا ہوں۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے بھی کوئی تیا بند و بست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میرے آشنا سے قریب ہیں مگر میں مل نہیں سکتا۔ خط بھیج دیا ہے۔ ہنوز کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب جاؤ گے۔

والدعا۔ غالب۔ جمعہ ۵ مارچ ۱۲۵۷ ع۔ -

ایضاً۔ صاحب میرے اگر تم کو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ اس واسطے از رو سے احتیاط لکھتا ہوں کہ نواب مصطفیٰ خاں کے ملنے کو سبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چار شنبہ کے دن تم کو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُن کے دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھ کر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر میں تصدیقات نہیں ہے سچ یا ایک تحفہ بنایا جا رہا ہوں آدمی بند رہیں گے۔ کوئی مکان مول لیں گے۔ وہاں اپنی وضع پر رہیں میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام مجھے پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ ہو جائیے گا۔

سودا دہندہ گرفتاری بہ نظم خود تفتہ

یہ کہ نوبت شیرازہ وقت تبریز است
صبح یکشنبہ سی ام جنوری ۱۲۵۷ ع۔ -

کے لکھی ہے اُس کو دیکھو کہ خط ایک بیت میں اُنکا نام اور دُکلی مَح آئی ہو اور باقی ساری شریں کچھ اور بھی
 اور طالب ہیں اللہ باندہ کسی شاہزادے یا امیر زادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُنکی مَح نکرتا
 کہ جتنی تمھاری مَح کی ہے ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی میں کو بہت جانتے قصہ
 تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمھارے نام کا بدل کر اُس کے عوض ایک فقرہ اور لکھ دیا ہو اس
 زیادہ بمبئی میری روش نہیں۔ ظاہر اتم خود فکر نہیں کرتے اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو
 وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نشر کو مہل کہیں گے کیواسطے کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہیں
 جو لوگ کہ قلیل کو اچھے لکھنے والوں میں جانیں گے وہ نظم و نشر کی خوبی کو پہچانیں گے۔ ہمارے
 شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جب کو تم لکھتے ہو ماہ الجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ
 طب محمد بن خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سودمند ہے مگر اُس کا دیر میں ظاہر ہوتا
 ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر بانی لیویں اور اُس میں سیر پیچھے تولد بھر چوب چینی کوٹ کر ملاؤ
 اور اُسکو جوش کریں اسقدر کہ چارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چمان کر کوری ٹھلیا میں
 بھر رکھیں اور جب باسی ہو جاوے اُسکو پیئیں جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں۔ پانی دن رات
 جب پیاس لگے ہی پیئیں تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی میں پیئیں روز جوش کروا کر چھوٹو کر
 رکھ چھوڑیں۔ برس دن میں اس کا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہ کہ یہ نسخہ عرض کر دیا آگے اُنکو اختیار ہے
 ایضاً۔ تمھارا خط پہنچا مجھ کو بہت سچ ہوا۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔
 دیکھو میں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہوں۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ کچھ بن نہیں
 میں مہل میں ہوں یہ سمجھنا کہ بیمار ہوں۔ خط صحت کے واسطے مہل لیا ہے تمھارے اشعار غور کر
 دیکھ کر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفاظ تمھارے نام کا بھیج دیا ہے جب تم آؤ گے تب وہ
 تم کو دیں گے۔ جہاں جہاں تردد و تاویل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہے اور باقی سب شمار بہت

خط بھیجورام پور بھیجا۔ مندرمہ اپو کا نام اور میرزا نام کافی ہوا یا سی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ
 رام پور سے لکھوں گا۔ راقم غالب۔ مرقومہ چاشت گاہ شنبہ ۱۲ جزوی سنہ ۱۲۸۵ ع۔ *

ایضاً۔ برغور اسعادت انارکشی ہر گوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آگے تم کو حالات محل لکھ چکا ہوں
 ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ بالفصل خواب لغت گذر بہادر مراد آباد اور وہاں سے رام پور آئیں گے
 لیکن جو کچھ کوئی طہافات یا عدم اہمیت کا ٹھیکرے کا منظر محکوم ہے کہ اگر یہاں بسنا ہو تو فوراً نکلو بلالو نکلا
 جو دن نگہی کے باقی ہیں وہ باہم سر ہو جائیں۔ والہا۔ راقم غالب۔ یکم مارچ سنہ ۱۲۸۵ ع۔ *

ایضاً میرزا آفندہ کو دعا پیچھے۔ بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا۔ اگر وہ میں ہو یا نہیں۔ میرزا حاتم
 صاحب کا شفقت نامہ آیا۔ یہاں سے اس کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اس کا جواب آ گیا۔ میر کریم حسین صاحب
 خط پڑھوں آیا دو چار دن میں اس کا جواب لکھوں گا۔ میرا حال بدستور ہے نہ نوید کامیابی نہ غم
 ناامیدی۔ بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے۔
 دو ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہیگا تب ان کو خط لکھوں گا۔ تم اگر ملو تو ان سے کہنا
 کہ بھائی قاسم علیچاں کے شعر نے مجھ کو بڑا مزہ دیا۔ حسن اتفاق یہ کہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے
 ایک ولایتی جتہ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اس وقت روپیہ لے کر آیا تھا
 میں روپیہ لیکر اور خط پڑھ کر خوب ہنسنا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۲۸۵ ع۔

ایضاً۔ صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور عتہا کشف پتہ ہے۔ میں راہ دیکھ رہا کہ تمہارا
 خط آئے تو جواب لکھوں۔ کل تمہارا خط شام کو آیا۔ آج صبح کو جواب لکھا گیا۔ بات یہ ہے کہ ناہور
 آدمی کی واسطے محلہ کا پتہ ضرور نہیں۔ میں غریب آدمی ہوں مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے
 آتے ہیں تلف نہیں ہوتے۔ بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا
 نہیں۔ شہر کا نام ہوتا ہے۔ میں چار خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے جانے ان کی بلالو

ایضاً اس عرو دولت بن خرمدار باشند۔ بڑھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کاہر کارہ آیا۔ اور خط مع جرہٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہندوی بل جو کچھ کھینے کو ملا۔ ایک آدمی رسید تھری لیکر نیل کے کٹے چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاپے لے آیا۔ آتے جاتے کی دیر ہوئی اور بن چوٹیں سوپے ماروغہ کی معرفت اٹھے تھے وہ دیے گئے۔ پچاس روپے محل میں پھیلے۔ جو بیس روپے باقی رہے۔ وہ کس میں رکھ لینے۔ روپے کے رکھنے کے لئے کچن کھولا تھا۔ سویرہ رقم بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں پھیلوں گا۔ خداتم کو جیتار کھے اور اجروے۔ بھائی بڑی آبنی بڑا بھائی اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر یہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چار شنبہ شہر ع۔ وقت دو پہر۔ * ک ایضاً صاحب تھا را خط میرٹھ سے آیا۔ مرآۃ الصائف کا ماثا دیکھا۔ سنبھستان کا چھاپا خداتم کو مبارک کرے اور خدائی تحاری برو کا نگہبان رہے۔ بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی۔ اچھی گزری۔ اچھی گزری۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ماتھ آیا جو میرے قصائد کو اٹھاتا ہے جگو نفع ہو گا۔ سعدی نے بستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبھستان سے پاؤ گے اللہ کے سوا جو ہے ہو موم و محدود ہے نہ سخن ہے نہ مخور ہے۔ نہ قصیدہ ہے نہ قصہ ہے۔ لا موجود الا اللہ۔ خبا بھائی صاحب یعنی نواب مصطفیٰ خاں صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا ہمیشہ کی پیش کا جاری ہوئے خوشی کی بات ہے اگر خوشی سے تعجب یا وہ ہے کیا عجب ہو کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی برو کار آوے یعنی آپکا پیش بھی واگداشت ہو جاوے اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔

میرے پھوڑے کھل رہے ہیں۔ میں بازید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں پھر اگر بار بار کو جائیں گے۔ میں آج آدمی اُن کے پاس بھیجوں گا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تم کو بہت بُو جھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہاں ہیں اور سطح ہیں بھائی انکو خط لکھو۔ محترمہ، مارچ ۱۸۵۹ء
ایضاً صاحب تمہارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو اگر وہ کتابوں کا منگو نام بے ارسال قیمت نظنون ہے۔ چنانچہ حق التصیف تم نے نکال دیا بھائی میں کیا تم کو جھوٹ لکھوں گا اور شیونز میں نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہیں لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوائی ہیں تم کو میرے سر کی قسم اور میری جان کی قسم شیونز میں سے اتنا پوچھو کہ اُس بچائش جلد کے بعد کی کتنی جلدیں غالب نے اور منگو میں اور قیمت بھیج کر منگوائیں یا قیمت اُس سے لینا ہے۔ دیکھو میں نے قسم کھتی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔
اے امید سنگہ صاحب یہیں ہیں مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جو تمہارے خط کا ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا اور یہ جو تم نے لکھا تھا کہ اگر دوسوں کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تبرک پاس آئیگا سو میرے پاس نہیں آیا تھا بلکہ وہ ہم کیوں ہو کیا بنا میرا آدمی ہو اس کے نام کا خط کیوں نہ پہنچ گیا۔
ایضاً۔ اہی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پریش ہے تم نے اُن کو خط لکھنا کیوں متوقف کیا ہو وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجھ کو ضرور لکھئے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ء۔ ۴۔

ایضاً۔ کیوں مرزا تفتہ تم بے وفایا میں گنہگار۔ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی کیا میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں انہیں حیران ہوئے کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتہ کیا لکھوں۔ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ میں خبر کا رکھ کر راجہ امید سنگہ بہادر کے گھر کا پتہ تبا کروان بھیجا دیا۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا۔ پانچ چار دن سے

ملی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے وہ تو بنیت میرے بہت بڑے آدمی ہیں۔ سینکڑوں انگریزی ہر روز
 ان کو آتے ہیں خلاصہ یہ میں نے پھر ان کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خطاب نے نام کا بھیج دیا۔ انھوں
 میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں اس کا جواب کیا کھوں۔ محلے کا پتہ
 اب ہی لکھ دیجئے۔ یوئیں پہلے موقعی تم کو کھکھرتھاری خواہش کے موافق لکھتا ہوں۔ ان کے مکان
 کا پتہ ملی ماروں کا محلہ۔ دستوں کا کوچہ۔ دستنبو کا یہ حال ہے کہ میں نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈی
 بھیج کر بارہ جلدیں اور ایک جتڑی ان سے منگوائی پھر ان کو ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدیں لکھنو کو
 انھیں کے ساتھ انھوں میں سے بھجوائیں اور اس کے بعد پھر ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھجو کر دو جلدیں وہیں سر فہنے
 کو بھجوائیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ میں بعد اس بچاؤ کے سولہ جلدیں اور ان سے لے چکا ہوں
 مگر نقد ہرگز قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں۔ ایک بار ہنڈی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہوں۔ تم کو میری
 جان کی قسم سہل طور پر ان کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا
 قرض اور جو وہ لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۲۵۹ء شمس۔ غالب۔ +
 ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ بر خوردار میرا بادشاہ آئے ہیں انکو
 دیکھ کر خوش ہوا وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے۔ تمہارا حال سن کر جھکنا بچ ہوا۔ کیا کروں
 نہ اپنے بچ کا چارہ کر سکتا ہوں نہ اپنے عزیزوں کی خیر سے سکتا ہوں۔ ہر پنجہ ساتی نارنجیت
 عین الطاف ست + آج جو تھا دن ہے یعنی شگل کے دن کوئی پہر پھر دن چڑھا ہو گا کہ ناگاہ
 راجہ ایمد سنگھ بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو فرمایا کہ اگرہ سے آتا
 ہوں۔ بسا دن کی گلی میں جو چکیوں کی گلی کے قریب ہے جو جس صاحب کی کوٹھی انہوں نے سول لی ہے
 اور اس کے قریب کی زمین افتادہ بھی خریدی ہے اور اس کو بنوا رہے ہیں۔ تمہارا میں نے ذکر کیا
 کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بہر حال

پاس اندر بھیج دینا اور چالیس جلدیں بموجب بن کے حکم کے میرے پاس رسال کرنا اور وہ جو میں نے
پانچ جلد کے آرائش کے باب میں تم کو لکھا ہے اس کا حال مجھ کو ضرور لکھنا۔ اس صاحب ایک باغی میر
سہو سے رہ گئی ہے اس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھ دینا۔ جہاں یہ فقرہ ہے
نے نے آخر بخت خسرو دہلوی بجائے رسید کہ رخ از خاکیاں بہفت

جائیکہ ستارہ شمع چشمی ورزد افروزگار گزن ارزن ارزد

خوشید ز اندیشہ جاوہر گردش بر چرخ نہ بینی کہ چنان سے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی
لکھ دینا اور حاشیہ میں پر جہاں اور معنی لکھی ہوئے ہیں وہاں رباعی کے لغات کے معنی مضمون کی
لکھ دینا۔ افروزگار گزن ہر دو فتحہ۔ جاوہر گردش۔ غالب نگاشتہ ۲۸ گشت مشاع۔

ایضاً میرزا تقی محمد آخوندی۔ حقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اس سارے اظہار
سخ نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لکھ نہیں ہے کہ میں ان کو لکھتا۔ کھتے ہو کہ میرزا جبر کے دو چار روپے
مائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے۔ حال یہ کہ میں نے ان سے ہتھار کیا تھا انھوں نے مجھ کو لکھا کہ

کتابوں کی دستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے
پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ مجھ کو تمہارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ ان کے دو تین روپے
آٹھ گئے ہوں گے۔ لالہ نگار پرنٹا و تخلص اپنے کو تمہارا شاگرد بتاتے ہیں مگر ریختہ کہتے ہیں۔ کئی دن

ہوئے کہ یہاں آئے اور بالکل بے صبر کی غریب اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر ان کو حوالہ کریں
ہنری اٹوارٹ ریڈ صاحب مالک مغربی کے دیروں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب
ہیں۔ امن کے دنوں میں ایک ملاقات میری انکی ہوئی تھی۔ میں نے اب ایک کتابادہ بے جلد
ان کو بھیجی تھی کل ان کا خط مجھ کو اس کتاب کی رسید میں آیا بہت تعریف لکھتے تھے۔ اور

ستنا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے مل کر نہیں گئے۔ بہر حال اس خط کا جواب
جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو۔ جہاں جایا کرو جگہ لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں
یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تھلے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش
تم کو کیوں پسند ہے۔ محرزہ کیش بنہ ۲۷ رابع ششہ ۱۲۰۷ - غالب۔

ایضاً۔ شنبہ ششم مئی ششہ ۱۲۰۷ ہنگام غمزدہ۔ بھائی آج اس وقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی
لکھتا ہوں۔ زور سارہ مجھے ہزاروں کہاں سے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہوں تین برس کے دو ہزار
دو سو پچاس ہوئے سو روپیہ مجھے درج ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو مفرقات میں گئے۔ رہی دو ہزار
روپے۔ میرا فخر کار ایک بنیا ہے او میں اس کا قرضہ قدیم ہوں اب جو وہ دو ہزار لایا اس نے اپنے پس
رکھ لینے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ سات کم پندرہ سو اس کے سو دو مول کے ہوئے قرض
مفرق کا اسی سے حساب کر دیا۔ گیارہ سو کوئی روپے وہ کھلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔
اہل میں یعنی دو ہزار میں تچہ سو کا گھانا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدہ۔ پانچ سو سات روپے باقی
کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں مفرقات گیارہ سو چکا دیئے تو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آؤ
جھگڑے۔ پیسوں چوٹھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک قصہ نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا۔
دو ایک صاحب نچ میں ہیں ہفتہ بھر میں جگہ فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے
جس دن برات سے بھر کر آؤ۔ اسی دن جگہ فیصل دو سو سو کی خبر دینا۔ والدہ۔ غالب۔

ایضاً۔ روزِ نظر سخت جگر مرزا افتخار کو سلوم رہے کہ اسے صاحب کرم منظم راے امید سنگ بہادر
تم کو بھیجیں گے۔ تم اسی رقم کو دیکھتے ہی ان کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں ہیں تب تک تم
ساکر نامہ و تنہو کے باب میں جو ان کا حکم ہو بجالانا۔ ان کو بڑھائی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا
پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے وٹس جلدیں کے حساب

دن رات میں دو چار بار برے اور ہزار ہوں دوسے کہندی تالے پچھلیں بالا غارت کا جو دلائل میرے
 اٹھنے سونے جاگنے جیسے مرنے کا فعل اگرچہ گراہیں لیکن محبت چھلنی ہو گئی کہیں گن کہیں گن
 آگاہی رکھ دیا۔ قلم ان کتابیں ٹھا کر تو شے غارت کی کوٹھری میں کھدے۔ ایک مرتبہ کی
 متوجہ نہیں کشتی فوج میں تین مہینے سہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ بجات ہوئی ہے نواب صاحب کی فرس
 تمہارے قصائد دیکھے جائیں گے۔ میرا دشاہ میرے پاس آئے تھے تھادی خبر و عافیت میں
 معلوم ہوئی تھی۔ میرا قلم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پروں سے نواب صاحب نے عافیت میں
 ہوئے ہیں ایک ملاقات دن سے ہوئی ہے۔ ابھی میں ہیں گے۔ بیار ہیں۔ جہن شہ خاں علی
 ہو چکی ہے۔ جو کلیں لگ چکی ہیں اب سہل کی فکر ہے سو اس کے سبب طرح خبر و عافیت میں تو
 ہوں گویا صاحب فراموش ہوں۔ کوئی شخص نیا تلف کی ملاقات کا آجائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں۔
 پڑا ہوا ہوں بیٹھ بیٹھ خط لکھتا ہوں۔ بیٹھ بیٹھ سو آد بیٹھتا ہوں اللہ اللہ صبح مجھ کو میرا
 ایضا پرسوں تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلیں مجھ پر تھا آج شام کو دیکھا تھا
 ہوا تھا۔ غزلوں کو رکھ دیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کر کے رہنے دوں۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک میں
 خط کچھ ضرور نہیں میں ہی خیال میں تھا کہ ڈاک ہر کارہ آیا جانی جی کا خط لایا اسکو پڑھاں
 ضرور ہوا کہ خلاصہ اس کا تم کو لکھوں یہ رقم لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گری دیوانی
 راول جی کے نام کا خط گزرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے جانی جی نے جو
 ایک مقدم اپنا سعد اللہ خاں وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ غمخیز جواب کا ہے راول جی نے جنت
 کے انتقال کو گئے ہیں اور اب جنت علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ اگر وہ گویا لدا کر لی
 ہوتا ہوا اجمیر آئیگا اور اس راہ میں جے پور کا عمل نہیں۔ پس چاہیے کہ راول جی آئے پھر آویں
 ان کے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہوگی بھائی جانی جی کو

ہاں بھی لکھا تھا اور ہے وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ یہ متنبو پہلے اس سے کہ تم مجھ کو مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُن کے بھنے سے معلوم ہوا کہ مطبع میں گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہو کہ وہاں بھی میرے بھنے پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا۔ میں چیف کنسٹرنجائے یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکریٹروں کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گی۔ دیکھوں چیف کنسٹر کیا کہتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں۔ تاہناں دوستی کے برودہدہ حالیہ رفیت و تحمیر کا تم سبب ۲۷ نومبر ۱۸۷۷ء شائع غالب۔

ایضاً میرزا الفتہ صاحب پرسوں تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تم سے پرا کیا ہے ایک فتوح کا منظر ہوں اس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میرا خط مع حصہ فتوح جلد پہنچے گا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرناں بانکے مجھ سے اس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے میں نے اسکو کچھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی پر گویا تفتہ کے پاس بھیج دیا کرو۔ اب تم کو لکھتا ہوں کہ تم میرے اس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھو میں زندہ ہوں اوپر نمبر میں جو اپنے کو مردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مردہ نہیں بجا رہی نہیں۔ بوڑھا ناتوان مفلس قرضدارکانوں کا بہرا قسمت کانے بہرہ زیستے بیزار مرگ کا امیدوار۔ غالب۔

ایضاً جانی تم سچ کہتے ہو کہ بہت ستودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑھے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں برسات کا حال تمہیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایہ کی جوبلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت

اگر گنج گھر میلہ اوقلو چہ بابک | کف جواتر ازیرائے آن دایم

چاہتا تھا کہ تم کو کھول کر دکھاؤں گا کہ تمہارا کیا محکمہ تھا ضرور ہوا آج تمہیں وہ خط بھیجے ہیں ایک تو صبح کو پڑھا اور ایک تب بارہ پرتین بجے بزرگ۔ اس شعر کو اب چاہو رہے دو۔ اے اے تم بھائی سے ملے غیث اللغات کھلوانی جواد کائنات دیکھا میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمہارا جو یا نے حال ہے دستہ اور اس کے چھاپے کا ذکر نہ کیا اللہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرماتے اور محکوم و عا سلام کہہ دیتے۔ چونکہ تم نے اپنے خط میں کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انہوں نے کچھ نہیں کہا تو ان کا ستم اور اگر ان کا کہا ہو تو تم نے نہیں لکھا تو تمہارا کرم۔ یہ حال خوب مصرع حافظ کا تم سے عجوبہ یاد دلایا ہے۔ یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت و خواہی تم خواہی منشی منشی سلیمان اللہ تعالیٰ۔ یہ یاد ہے یہ مصرع اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہیں بندھے گا۔ اگر دستہ کو ہر اسرہ عذر سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہو اور روز و شبہ ۲۰۲۳

ایضاً۔ جان من جانان من۔ کل میں نے تم کو سکندر آیا د میں بھکھ خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے۔ شاید اٹلانڈ بھرے اگر بھرتے گا تو آج یہ خط ملو اکبر آباد بھیجتا ہوں پہنچے پر جواب لکنا۔ قطع رباعی کی بہت خوب سکھیں ہر ایک بات کا وقت ہی ہم کو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعرا ٹھالینا۔ بھائی منشی منشی صاحب کے نام کا خط پڑھ کر ان کو دیدینا اور اس کا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو میں نے خط اور خطہ بھیجا ہے اس کے مرشد دار کوئی صاحب ہیں۔ من بھول ان کا نام ہے مجھ سے نا آشنا محض میں غافل ہو تو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجئے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہیں اوپر اور ایک خط لکھ کر ان کو بھیجتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہ محض اور واجب الرحم ہے۔ اس کے حصول مطالب میں سعی سے دریغ نہ کرنا۔

بہت ڈھونڈتے اور تمھارے بغیر بہت بچپن ہیں۔ میں تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں انکو سمجھا سکتا ہوں تم کو
کہہ دو کہ جس میں ساپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہاں یہ بھی جانی جی نے کھاتا تھا کہ بہت دن کے بعد
بشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ۔

ایضاً بجائی پرسوں شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمھارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔
تمھارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں بے پور کے اخبار ۲۲ دن سے محکوم
درج ہے اور میں بہت بچپن ہوں ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کو اخذ تم کو
بھیجتا ہوں اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاویں گے۔ اسد اللہ۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ء
ایضاً۔ صاحب تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ جہانیاں ز تو برگشتہ اندر غالب دترا
چراہک خداے کہ دشتی داری وہ خدا کے واسطے میرے باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے۔
بہ نسبت حکیم حسن اللہ خاں کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلطیوں مرزا الہی بخش جو شاہزادوں میں
میں انکو حکم کا اپنی بندر جانے کا ہوا وہ انکار کرتے ہیں کیجئے کیا ہو حکیم جی کو ان کی حویلیاں ملگنی
ہیں اب وہ مع قبائل ان مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم ان کو ہے کہ شہر سے باہر جائیں۔ رما
ہیں۔ تو بیکسی وغیرہ ترا کہ ہے پرسد بہ نہ جرانہ سزانہ نفرین نہ آفرین نہ عدل ظلم نہ لطف
نہ قہر ادن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب
کپڑا یا تم تنم کا بنا ہوا ابھی ہے اس کی کچھ فکر نہیں ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری
خبر تم نے کیا سنی مجھے اُس کے معلوم ہونے سے خراٹے کا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء
ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیر کے کا توئی
میں اپنے شیوق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو یعنی الدین عیسا پوری کا کلام ایک شخص بچپا ہوا لایا میں
کتاب کچھ لیتا ہوں اس میں نہیں لیتا۔ تضارب میں اُسکو کھولا اسی ورق میں یہ مطلع نکلا۔

اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ مقصد سبب شقانہ میں بگاڑ آمد نہیں خیر کبھی دیکھ لوں گا جلدی کیا ہو
 تین بات سمجھیں۔ تیری کاہلی۔ تمہاری کلام کا محتاج باصلاح نہ ہونا۔ کسی قصیدہ کی طرح
 نفع کا تصور نہ ہونا۔ نظر ان مراتب پر کاغذ پڑ رہے۔ لالہ بالکنڈ بیسیک ایک پارسل ہے کہ اسکو بہت
 دن ہوئے اب تک سزا نہ بھی نہیں کھولا انوصاف کی شش ہندو غولیں پڑی ہوئی ہیں ۷
 صنعت نے غالب نکس کر دیا۔ وہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
 یہ قصیدہ تمہارا کل آیا۔ آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اسکو دیکھا لفظ کیا آدمی
 کے ہاتھ ڈاک گھڑ بھجوا یا۔ غالب۔ ۲۷ نومبر ۱۹۰۷ء

ایضاً۔ منشی صاحب میں سال گزشتہ بیمار تھا۔ بیماری میں خدمت اجاب سے مقصود نہیں
 اب مردہ ہوں مردہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ کشنر وڈ پٹی کشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات
 ہے مگر وڈ پٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے میں ایک بار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملوں تو مختار کا
 کو تنخواہ ملے۔ ڈکرو در صاحب پٹی کلکٹر بڑھ جہینے کی رخصت لیکر ہاپار پڑ گئے۔ اکی جگہ ٹیکین
 مقرر ہوئے ان سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ مذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں کہتے ہیں مجھ سے بھی نہیں
 نے مدد چاہی میں نے سات کتابیں بھائی ضیاء الدین صاحب سے سفار لے کر ان کے پاس
 بھیج دیں پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے ان کا حال لکھ بھیج۔
 میں نے ۱۶۔ آدمی لکھ بھیجے بقید اس کے کہ اب زندہ موجود ہیں اور اس سواد کی صورت یہ ہے۔
 نواب ضیاء الدین حبیب احمد خاں بہادر رئیس لہار و فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شریک ہیں
 فارسی تیرا و اردو میں خوشن تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد نواب مصطفیٰ خاں بہادر
 علاقہ دار جہانگیر آباد اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حشر قی تخلص کرتے ہیں اردو میں ہوسن خاں
 کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہر گوبال منتر قلاؤں گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہیں۔

جس کی گزارش اگر دایم کو یاد ان کیست : باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں کچھ لکھا ہوں
 تم پر دلوں کے دوبارہ کھٹنا کیا ضرور۔ شبہ۔ و مارچ ۱۹۵۷ء۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرے جہان میری جان۔ میرزا قنفذ مخندان بہتہار اسکند آباد اور میرے خط کا ہتھکڑ
 میں پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں شرکی داد اور نظم کا صلہ مانگتے
 نہیں آیا۔ جھیکانگے آیا ہوں۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے وہی نصرت
 میری قسمت اور نعم کی ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت میں
 فیض کے تولیدار میں جو شخص قیصر ازل سے جو کچھ کھو لایا ہے اُسکے بٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایک
 لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول صاف کر دیا ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ صاف کیا اور
 بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نول کشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا وسطے
 منشی صاحب کے کچھ عظیمہ تقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ مقدار مجھ پر نہیں کھلی۔ بھائی مصطفیٰ
 صاحب تقریب نہایت مندرجہ ذیل جشن آئیو لے میں ہو وقت تک نہیں آئے جشن یکم دسمبر سے
 شروع۔ دوسرے کو خلعت کا آنا سموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۱۰ دسمبر شروع وقت نہایت
 یقیناً۔ میرزا قنفذ جو کچھ تم نے لکھا یہ بید روی ہو اور بدگمانی۔ معاذ اللہ تم سے اور آرزو کی۔ مجھ کو پانچ
 کہین ہندوستان میں ایک دست صادق لولا رکھتا ہوں جس کا ہر گویا نام اور قنفذ تخلص ہے۔
 اسی کو منشی بات لکھو گے کہ موجب مال ہو۔ رہائش کا کہنا اس کا حال یہ ہے کہ میرزا قنفذ بھائی کل ایک
 تیس برس دیرانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری بڑائی کہتا تو میں اُسکو
 حشر کرتا اور اس سے آرزو ہوتا۔ بھائی مجھ میں کچھ باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی۔
 سن بڑھانے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں میٹھ نہیں سکتا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں
 بھائی یہ بھی ہے کہ اب شوق تمہاری بخت ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ علاج کی حاجت نہ پاؤں گا۔

فارسی کا محقق ہوں۔ کاتبانِ ابرار کا جن کی نو سے کاپی لکھی جاتی ہے۔ فارسی کا عالم ہے علم ہنگا
 غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے۔ تصحیح سے غرض یہ کہ کاپی سراسر
 موافق اُن اوراق کے ہوئے کہ فرہنگوں میں دیکھا جائے آگے اس سے اس سے نکو بھی اور بھی
 کو بھی لکھ چکا ہوں اب صرف اُس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا۔ آج جس طرح محکو تہارا اور مرزا صاحب
 خط پہنچا۔ لانم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لغافہ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر اس وقت تک نہیں پہنچا اور یہ دوسرا
 وقت ہے نیز پہنچ جائیگا۔ میں نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجا تھا انھوں نے تمہاری را
 منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تم نے لکھا ہے اُن کے پاس بھیج دو اور صاحبِ مطبع قیمتِ اخبار اور اجرت
 کاتب اُن کو لکھ بھیجے اور اپنے نام اور سکن سے انکو اطلاع دے۔ بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ
 بھیج دیں گے۔ ہم تم واسطے شناسائی ہمدگر ہو گئے۔ ہاں اگر اچانا روپیہ کے بھیجے میں
 دیر ہوگی تو میں کہہ کر ہجوادوں کا یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔ *

ایضا مشفق میرے کم فرمیرے تمہارا خط اور تین دو رو تو چھاپے کے پنچے۔ شاید میرا دیکھنے
 کے واسطے بھیجے گئے ہیں۔ اور نہ رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام
 مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر لوحِ سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے
 اسکا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حُر خط اور الفاظ کی صحت
 میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہوں کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب
 بل متوجہ ہیں۔ تو اگر اچانا اصل نسخہ میں مہر و کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اُس کو بھی صحیح کر دیں گے
 تم میری طرف سے انکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خطا میری
 تصحیح چلی جائے جدول بھی مبلوع ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خود چھاپا
 تو دل پسند اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرہنگ کا کاغذ اچھا ہے۔

تقدیر مختص کرتے ہیں اس قدر خاں غالب کے شاگرد ظاہر ابداس نیرت کے بھیجنے کے انہوں نے کچھ اپنے
منشی سے ملو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجھ کو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں محتارے خط کی روشنی
میں اطلاع پائی اب میں مولوی مظہر الحق ان کے منشی کو بلواؤں گا اور سب حال معلوم کروں گا اصل یہ
کہ تذکرہ انگریزی زبان میں لکھا جاتا ہے ہتھار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل کیا جائیگا صرف
شاعر کا اور اس کے استاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام متعین خاص صرح ہوگا خدا کرے
مکو فائدہ ہو جائے ورنہ بظاہر اس واسطے صرح ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہیں ہے۔
رٹیکین صاحب نائب عدالت حنیفہ کے حج ہو گئے۔ ڈگرو صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے
لگے رٹیکین صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے۔ مہند اجاڑے کا موسم بڑھ چاہے
عالم وہاں تک نا دشتوار اور پھر کوئی مطلب نکتا ہو نظر میں نہیں۔ بہر حال مولوی مظہر الحق پر سوشل
کے دن میرے پاس آئیں گے۔ حال معلوم کر کے اگر میرا جانا یا لکھنا تہااری فلاح کا موجب ہوگا
توضو و جاؤں گا۔ غالب روز جمعہ ۹ دسمبر شروع۔

ایضاً بھائی تاج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے ٹکڑا آئینہ خط جناب مرزا صاحب کچھ
میں لکھ بھیجا۔ کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ ایک خط تمھارا اور ایک خط
مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کروں خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھ چاہیگا مرزا صاحب کی عنایت کا
بجالاتا ہوں یقین ہے کہ جلد میں میری خاطر خواہ بن جائیں گی کسو اسطے کہ جو آج کے خط میں
لکھا ہے وہ بعینہ میرا کمزور ضمیر ہے خدا ان کو سلامت رکھے میرا سلام کہدیا خدا کرے ان کے
خط کا جواب کل برسوں میں جوں گا۔ رے امید سنگہ بہادر خوبان روز گاریں سے ہیں فقیر کا
یتاز ان کو کہدینا۔ خدا کرے ان کے سامنے کتابین چھپ چکیں بارے جبے گو الیا رتھین
لیجائیں تو مجھ کو اطلاع لکھنا۔ نہیب کی جگہ نوے بن جانے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی میں

یاد رکھنا فائدہ میں ہم لوگ

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ

مصرع ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فائدہ کے واسطے کتنا مناسب۔ منشی عبداللطیف کے گھر میں لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر مجھ کو بھی پہنچی ہے اور تنہیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب بھائی کو تو میرا سلام کہہ کر اس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معویٰ جب پورے سادوت فرماویں۔ مجھ کو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہاں پہلو ہاں ستر ہاں ۳۰ شنبہ ۲۶ جون ورنہ عیال ایشیا بخود اترتھا رخصت ہونچا۔ اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ مقطع اب اچھا ہو گیا رہنے دو۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابوں کا پیرسل بھیجا ہوا مولانا جہر کا پہنچا۔ زبان نہیں مجھے تعریف کروں۔ شانہ آیش ہے آفتاب کی سی نایش ہے۔ مجھے یہ فکر کہ کہیں اُن کا روپیہ تیزی میں صرف نہ ہوا ہو۔ اچھا میرے بھائی اس کا حال جو تم کو معلوم ہو مجھ کو لکھ بھیجو۔ رقت کے چھاپے جانے میں ہمارا خوشی نہیں ہے۔ لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رہے ہے۔ میرا بادشاہ کی اور اپنی ناشناسانی آگے تم کو لکھ چکا ہوں اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور اُمراؤ سنگھ کے آشنا ہیں۔ کچھ اُن کے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجھ کو بھی لکھ بھیجو تاکہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں۔ یہاں وہ بہت دروغ گردین راوی نے مجھ کو بہت پریشان کیا ہے اس واسطے خدا کے راوی نے روایت کی وہ مجھ کو ضرور لکھو۔ اور تلج گنج کے رہنے والوں کی اثیری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم مقصود عام ہو گیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلات حرب و پیکار و دیگر توقع آزادی پاتے ہیں یہ دو شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محرمہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر ۱۲۸۱ ع۔ غالب۔ ۴

ایضاً۔ بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا تو قریب کی نہ رہی۔ قلعہ اور پھر کیا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارہ ریوند اور انڈی کا تیل پیا۔

چھ جلدیں جو نذر حکام ہیں وہ اس کاغذ پر ہیں اور باقی چارہ سو اور سو بیسے کاغذ پر چھاپو۔
 اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانیوالی ہیں وہ اس کاغذ پر چھاپی جائیں۔ اور باقی شیورامپوری
 بیسے کاغذ پر تحلف محض ہے یہاں کے حاکموں نے کہا ہے کہ ان کی زندگی کتابیں لچے کاغذ پر
 نہ ہوں مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیورامپوری
 ہوں باقی جلدوں میں تمہیں ختم ہوا ہے۔ ماں صاحب اگر ہوگو تو کاپی کی یا ہی خدا اور سیاہ اور خشنود
 ہو اور آخر تک نگت بدلے آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ
 کتابوں کی کچھ تزیں اور آرائش کی فکر کریں معلوم نہیں تم نے وہ پیام ان کو پہنچایا یا نہیں۔ آپ اور
 منشی عبداللطیف درمیان حاتم علی صاحب مہربانم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ورنہ
 ان چھ نسخوں کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوادینا۔ اور اس کاروبار
 تیاری سے پہلے مجھ سے منگو لینا۔ ان کہ ہمہ ادھیک دم بہ نوید بشوید اور اگر دردم دیگر
 بہ نبیب مباش بہم زندان۔ اس میں نبیب کا لفظ کچھ میری سہل انکاری سے اور کچھ ہوگا تب
 رہ گیا ہے۔ اسکو تیز چاکو سے چھیل کر بہ نوائے لکھ دینا یعنی بہ نوائے مباش بہم زندان
 اور اس کا استعارہ کیجو کہ جب یہاں چھاپا آئے گا تو بنادیں گے نہ اصل کتاب میں غلط ہے
 نہ چھاپے میں غلط ہو۔ اگر اجزائے اصل میرا میر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو
 بلجائی منشی بنی بخش صاحب کے یہ قہر دکھا کر سمجھا دینا اور بنوادینا از غالب روز شنبہ۔ ہفتہ ستمبر ۱۲۸۷ ع
 ایضاً۔ جیسے رہو اور خوش رہو ۵۵۵ وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی ۵۵
 زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان
 وغیرہ میں پہلے سے جانتا ہوں۔ بنگ گھر کاروبار بہم صرف کاغذ و کاپی ہے۔ خاتم کو سلا کر
 منتہات ہو جب علی بیگ سرور جوانانہ عجائب نگاہو آغاز داستان شہر آب و مکر بہت فرادیتا ہے ۵۵

بتاتے ہیں کیجیے کس دن کتابیں آجائیں۔ خدا کو سب کا مالک و مولا بنا ہو۔ ہاں صاحب فشی بالکندہ صاحب
 کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔ میں کیا کروں اُس خط میں اُنہوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا
 لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہدینا اور مطلع اگر کہ
 کتاب کو کتنا حال تم خود دریافت کر ہی لو گے میری کہنے اور کہنے کی کیا جاتا۔ چار شنبہ۔ یسوم نومبر ۱۸۵۵ء
 ایضاً شنبہ سوم ذی قعدہ پنجم جون سال حال حسب آج تمہارا خط صحیح کو آیا۔ میں دوپہر کو جواب
 لکھا ہوں۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سن کر دل گڑھا۔ حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست
 اور خوش رکھے۔ اور اوراق شفی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس میں حکایت طالب علم اور نثار کی مثنوی
 واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے پم فلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا
 وٹکٹ لگا کر ارسال کیئے ہیں رسید ملے تو اُس کو دیکھ کر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے
 ایسا جانتا ہوں کہ پان سات دن ہوئے ہوں گے۔ منشی بنی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا
 گھر اون کا آج گنج وہ خود مع بعض متعلقین اگر کہ ایک باز تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا
 جواب آیا۔ بابا چار بر خورار شیو زلیں سے اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہر کی ملاقات خضانی بھی
 رائے امید سنگہ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو۔ جب اگر کہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو
 ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقعہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں ازو سے قیاس کہہ سکتا ہوں
 کہ اگر کہ یا بندہ بن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط جکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب کچھڑی کھائی دن بھلاے کپڑے بچائے گھر کو آئے۔ ۸ جنوری ماہ
 سال حال دو شنبہ کے دن غضب الہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط میرے مضامین
 در وناک سے بھرا ہوا راہپور میں میں نے پایا۔ جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد
 میں بچکر چار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنہوں نے بیمار داری

اس وقت تونج گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہوں میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی میں کیا ہے۔
 وطن میں دو بار آدمی آدمی غذا کھائی گویا دمن ن میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب دہلی
 بنا اور آلو بخارہ کا فشرہ اسپردار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہے اور صورت زلیست کی نظر آئی ہے
 آج صبح کو بعد دو اپنے کے تم کو یہ خط لکھا ہے۔ یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں۔
 صاحب وہ جو میں نے ۱۷ شعر مرثیہ کے لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار
 دوسرے ماتم زدہ کو دید و کسوا سٹے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک وہ ہے
 اصرار جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اور اسی شعر میں سے ایک شعر بھی لوتے نہ لیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر
 دست و گریباں تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اس میں سے کیونکر لے جاتے اشعار
 میرے پسند بے ستم بے غیب وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مینریم اور اس کا دوسرا مصرع
 میں بھول گیا ہوں مگر قافیہ میں من ہے یہ شعر غالب کو برامعلوم ہوا ہو گا و اللہ باللہ جب تک کہ
 تم نے نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ بہر حال بات وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں
 ہرے اب کھئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خان صاحب روزوں کے متوالے ہوں
 میں آئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ اشوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کی واسطے
 ان کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شاید مجھ کو خط لکھیں۔
 غالب۔ محرزہ و مرسلہ دو شنبہ ۲۲ مئی ۱۳۵۷ ع۔

ایضاً۔ اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا
 معلوم ہوا کہ دو دن کول میں رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہاں سے تم نے خط لکھا ہے دیکھئے
 اب یہاں کب تک رہو اور اگر کب جاؤ۔ برسوں پر خور وارشہ نراین کا خط آیا تھا۔ لکھتے تھے
 کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں۔ مرزا میر بھی ایک ہفتہ

نکو لکھ سکتا ہوں اگر میل میں ٹھیکر آجاء گئے تو زبانی کہہ دوں گا۔ غالب۔ ۴
 ایضاً۔ منشی صاحب ستاوت و اقبال نشان منشی ہر گوپال صاحب لکھنؤ لدھیالہ۔ غالب کی دعا
 درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپ کے سکندر آباد خانو نگویوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ
 راجہ بان سنگھ کی حویلی مطیع اوحد اخبار میں بیٹھے ہوئے راریہ تھ لکھنؤ کا پیڑی رہے ہیں اور منشی ٹھیکر
 صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لکھنؤ
 ابھی نہیں پہنچا ہر منشی کو یکشنبہ حد حجبہ کو پہنچتا تھا۔ مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ٹیکسٹن صاحب
 کہاں ٹیکسٹن صاحب یکشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کے گئے مٹان یا پٹنہ
 کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناتوانی کے سبب انکی ملاقات تو درجہ کو نہیں گیا
 اتفاق گھاٹ پر نوکر ہیں صمد شاہرو پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب
 صبح یکشنبہ ۱۲ فروری سنہ ۱۲۶۵ ع۔ ۴

ایضاً۔ نوز چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدام کو خوش اور تندرست رکھے۔ نہ دوست بخل نہ
 میں کاذب۔ مگر قبول میر تقی سے اتفاقات میں زمانہ کے ۴ بہر حال کچھ تدبیر کی جائے گی اور
 ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا

یا کرم خود من اندر عالم	یا کرم کس دریں زمانہ نکرو
-------------------------	---------------------------

اغنیاء سے دہر کی بیج سرائی متوقوف کرد۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش
 رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر سنہ ۱۲۶۵ ع۔ ۴
 ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے یکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ
 تھارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں رویت ان تینوں قصیدوں کی نہیں سیکھتا
 اور وہ مقدمہ فہ کا باقتضائے حالات زمانہ مست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا ویرا یہ درست آئی

اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترک لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جکو آتا کر پھینکو گے
 ترک لباس سے قید ہستی مٹ جائیگی بغیر کھائے پیے گزارہ نہ ہوگا سختی و سستی رنج و آرام کو ہموار کر
 جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو۔ تا بآئیں ہی بنے گی غالب و قہر
 سخت ہے اور جان عزیز ہے۔ اس خط کی رسید کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا تقی محمد کو پیرستہ بدل جا دارد و ہر کجا بہت خدا یا سلامت وارش
 صاحب کئی بارچی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہاں بھیجوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ حضرت
 ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی
 شفقت کی طاقت نہیں رہی۔ مہذا تمہارا کلام نچلی کو پہنچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے
 شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک اٹیں شکار سکھاتا ہے جبہ ہواں ہو جاتا ہے تو خود لیے اعانت شیر شکار
 کیا کرتا ہے یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غل قصید
 لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اس کی ضرور مجھ کو بھیجا کرو۔

ایضاً شنبہ ۳ ریح الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشار کا ایک نہ ٹکٹ لگا کر اور
 اس پر لکھ کر کہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیج دیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق
 میں ڈال دو خواہ مخواہ آدھی اسکا حکم بجالایا۔ اور اسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ
 کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دست آویز مقبول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکے تم سے خط کا محصول
 مانگیں تو تم اس جگہ کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان سیر گھر کے قریب حکیم محمود خاں کے گھر کے
 نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ
 ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دو مگر اب ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا
 اختیار ہے۔ رام پور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رام پور کو لکھ سکتا ہوں نہ اس کو لکھنے کی

راجہ صاحب نے کوئی خوشی و اللہ باشد اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر مانتی تو بھی اُن کی بھٹکا
 جے پور کے لئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی سرفت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آبادی
 خدا کرے وہ آلو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کر دیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں چائیکے اور روپیہ
 بیچنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے یہ مصارف ہر دیوسنگہ اسی میں سے مجرا میں میری
 کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو جسے ہر دیوسنگہ کو میری طرف سے ضروریں۔ منشی صاحب کا کیا
 ہاتھ سے آیا تھا کل اُس کا جواب تیرس کو روانہ ہو چکا۔ واللہ عا۔ از اسلہ۔ خر دو شنبہ ۱۲۸۵ھ
 ایضاً۔ کل تھا خط آیا۔ راز بہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا تھا تم دیوانگی اور شوش کر رہے
 اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تھا رہے ہو۔ یمن جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو خط
 کر کے کہتا ہوں کہ اُنے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجئے کچھ کہ تصور کر کہ اگر تم پر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو میں
 میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذ باللہ۔ اب میں تم کو کیوں کہوں کہ بے خوفی گوارا کرو اور کافرا
 نہ چھوڑو۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہئے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر رہا حال ہی میں
 سے کام اُسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے یہ بتور بلکہ روز آخر و
 ہے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ یہی ۷

وصلے کہ دریاں ملال باشد	ہجراں بہ ازاں وصال باشد
آدم بر سر مدعا۔ بہتاری را سے ہم کو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا بیج پڑا کہ نکل نہیں سکتا نہ تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوالے اسکے کہ تماشائی زیر قضا و قدر بنا رہوں کچھ بن نہیں آتی ۷	
بہ بینم کہ تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ وارد نہاں
جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر درپیش آیا ہے ہو سنا کہانہ اور توجہ ہوا ہوں	

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب میرا حال سنو

ایمان شیبہ سپید است

درویدی سے امید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں محکومات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لاڈ کنگ صاحب
میرا دربار خلعت بند کر گئے ہیں امید ہو کر بیٹھ رہا اور ملت العز کو بالوس ہو رہا اب جو یہاں ٹھنٹ گورنر
پنجاب آئے ہیں میں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہیں گئے کل انہوں نے مجھ کو بلا بھیجا بہت سی عیادت
فرمائی اور فرمایا کہ لاڈ صاحب تلی میں دوبارہ کریں گے میرے ٹھہرتے ہوئے اور میرے ٹھہر میں اُن ضلوع کے
علاقہ داروں اور مالکداروں کا دوبارہ کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے دلی کے لوگوں کا دوبارہ دلی
ہو گا تم بھی انبالہ جاؤ شریک دربار ہو کر خلعت معمولی لے آؤ۔ بجائی کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گزری
گو یا مردہ جی اٹھا کر ساتھ اس ستر کے یہ بھی سنا ناگزیر کہ سامان سفر انبالہ و مصارف بے انتہا
کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نہ معمولی میری قصیدہ ہے۔ ادھر قصیدہ کی فکر۔ ادھر روپیہ کی تدبیر
حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان۔ میرا خدایہ شکل بھی
آسان کریگا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چہن ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تھیں ایسی ہی کئی سطر
جانب صاحب کہ لکھ کر بھیج دی ہیں جیسا رہا تو انبالہ سے اگر خط لکھو گنا۔ روز چار شنبہ۔ ۱۲ رمضان ۱۲۴۰ روروری
ایضاً بجائی تم نے مجھے کو فساد و چار سو روپے کا نوکریا پنشن وار قرار دیا ہے جو دس بیس روپے مہینہ
قطعی آرزو رکھتی ہو۔ تمھاری باتوں پر کبھی نہیں آتی ہے اگر جاننا تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یاد
کبھی ہوتے تو مجھ پر ڈپٹی کلکٹر کی بہر حال خوش ہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپے مہینہ پنشن انگریزی میں
سے قطع مقرر ہو گیا مادا سے زرا بتدائے جون شمع یعنی ماہ آئندہ سے یہ قطع جاری ہوگی۔
بابو صاحب کا خط تمھارے نام کا بھینچا۔ عجب تماشا ہے وہ دزدک کے ہونے سے بخل ہوتے ہیں
اور میں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ اسے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل

کچھ دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھو ہیں جس میں اعداد و سال مطلوب کھل آتے ہیں اور
 معنی کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت
 یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ مستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب ادا
 حق و مدت ہے تو یمن حق دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا نکھوں۔ داد کا طالب غالب۔ +
 ایضاً۔ کیوں جہاراج کول میں آنا اور جناب نشی بنی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی
 اور ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھ کو
 اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کب تک ہوں گا اور کب جاؤں گا اور باوجود
 سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر اب جو میں نے نیچائی کر کے تم کو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرے قصور سے
 اور مجھ کو ساری اپنی حقیقت لکھو۔ مختار سے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود
 ہیں اور اصلاح پا چکے ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں ہر چند انہوں نے لکھا ہے کہ اکبر آباد
 ہاشم علی خاں کو بھیج دو لیکن میں نہ بھیجوں گا جب وہ اجمیر یا بھرت پور پہنچ کر مجھ کو خط لکھیں گے تو میں
 ان کو وہ اوراق ارسال کروں گا یا تم جو کچھ گئے اسپر عمل کروں گا۔ بھائی ایک ان شراب نہ پو
 یاکم پیو اور ہکو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اللہ۔ رقمزدہ یکشنبہ چارم جنوری
 ایضاً صاحب تمہاری سادہ تمندی کو ہزار ہزار آفرین نکوئیوں ہی چاہیے تھا۔ لیکن میں نے تو ایک بار
 بطریق متنا لکھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی کیلے۔ اب تم رو داد سنو۔ عرضی میری
 سراج لائسنر چیف کمنر بہادر کو گزری اسپر تھا ہو کہ عرضی کہ کو اغضیبہ سائنر مجیدی جا اور یہ لکھا جا کہ صرف
 صاحب کمنر دہلی کے پیش کردار بہر شہ دار کو لازم تھا کہ میرا نام موفی دستور کے خط لکھتا۔ یہ نوادہ عرضی حکم چڑھی
 ہوئی میرا پس آگئی تین خط صاحب کمنر چارلس سائرس کو لکھا اور عرضی حکم چڑھی ہوئی اس میں غصہ کر بھیجی
 صاحب کمنر نے صاحب کلکٹر کے پاس حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پیش کی کیفیت لکھو اب یہ مقدمہ

بڑا چاہو گیا ہوں۔ پہل ہو گیا ہوں۔ سرکار انگیزی میں بڑا پیہ رکھتا تھا۔ میں اردو میں گنا جاتا تھا
 پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بہت بڑا دھبہ لگ گیا ہے کسی ریاست میں خل کر
 نہیں سکتا تھا مگر ہاں استاد یا پیر یا تاج بن کر راہ ورسم پیدا کروں کچھ فائدہ اٹھاؤں کچھ اپنے کسی
 عزیز کو دیاں دخل کر دوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔

تاہناں دوستی کے بردہد | حالیا رفیتہ و تحنہ کاشیتہ

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجائیکا پھر اس کے جزو دان کی تیاری کر کے
 روانہ کروں گا ابھی کل میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بھلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائو
 وہاں اپنا دل بھلاؤ۔ دیکھو اس خود داری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں
 والسلام۔ اسد اللہ۔ جھہ دہم و سبیر شہ ع۔

ایضاً صبح و شبہ۔ پنجم جاوی لا اول و نوزدہم نومبر سال حال۔ میرزا الفتہ کل تمہارا خط
 کا غذا شہر آیا۔ آج تک یہ خط لکھتا ہوں اور خط لکھتا ہوں موسومہ میرزا شاہ بھیجتا ہوں کا غذا شہر
 پرسوں روانہ ہو گا۔ فن تاریخ کو دوں مرتبہ شاعری جانتا ہوں۔ اور تمہاری طرح سے یہ بھی عقیدہ
 نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے آداب سے حق محبت ہوتا ہے بہر حال میں نے منشی نبی بخش مرحوم
 کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔ منشی قمر الدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ۔

شیخ نبی بخش کہ باحسن خلق | داشت مذاق سخن و ہنس تیز
 سال وفاتش ز پئے یادگار | بادل زار و مژدہ و جسد ریز
 خواستہم از غالب آشفہ سہ | گفت مدہ طول و بگور ستیخن

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد و کمال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی
 مٹتے ہیں جیسا کہ یہ مصرعہ ہے۔ در سال غس ہر آنکہ ماند بیند۔ انوری کے قصائد

کہ اس خیال کی ایک بنا ڈال دی تھی وہ اٹھی راجہ لکھنوی اور گچھراہی راول جی اور سعد خان بنے رہتے تو کوئی صورت
نکل آتی اور یہ جواب لکھتے ہیں کہ راجہ تیری دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ نے
تحریر نشی ہر دیونگہ کہتے ہیں انکا بیان کیونکر دلیشن ہو۔ وہ بھی جواب دہ صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ
نقد اور خلعت مرزا صاحب کیو سٹے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا۔ چھاگن۔ چیت۔ بیسا لکھ نہیں
معلوم ہوئی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو چھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرورد بابو صاحب نے پہلی بار تو ایک
دو ہندویاں بھیجی ہیں تو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین نے کش کیو سٹے۔ راجہ صاحب کی طرف سے
پانچ تولہ کنور صاحب کے الغام میں اور ایک اپنی طرف سے جھکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہندویا
سو سو روپیہ کی بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کے آئیں میر احمد حسین صاحب کے صلہ کے روپوں کے
چار سو اوڑھنے علاوہ تین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اس کا حساب صاحب
کی عمر پر چالہ ہے اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں
ماں صاحبہ ہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرلنے دوست ہیں برسوں یا اترسوں جو دیکھ
کا ہر کارہ تھا رخط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں انکا میرکان کے
پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاویں تو تم انکو میر اسلام کہنا اور کہنا کہ حضور
اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلی آئے۔ غالب۔

ایضاً۔ عجب تاشا ہے بابو صاحب کچھ چکے ہیں کہ ہر دیونگہ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہندوی لایا
مگر اس کے مصارف کی بابت انیس روپیہ کئی آئے اس ہندوی میں محسوب ہو گئے ہیں میں اپنے
پاس سے ملا کر پورے پانسو کی ہندوی جھکو بھجوا ہوں میں نے انکو لکھا کہ مصارف ہر دیونگہ میں
مجاورد گنا تکلیف نہ کرو ورنہ یہ میری طرف سے ہر دیونگہ کو اور دید اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو
کی ہندوی جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آج تک ہندوی نہیں آئی میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی

صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اس حکم کی نہیں کی پرسوں تو ان کے ہاں راجہ جی آئی ہے دیکھئے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں ذکر کہاں رہا ہے جو اس کو دیکھیں گے۔ بہر حال چذا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں محکم کے نزدیک یہاں تک لپک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمر الدین خاں کا کوٹ جانا اور راہ سے پھرانا معلوم ہوا حق تعالیٰ انکو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نجیب صاحب سلام اور ان کے بچوں کو دُعا کہنا اور یہ خط ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی بُدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خذا اچھی کرے وہ عزت و ربط و ضبط جو ہم رئیسِ ادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا نکود اپنی بجائے تو غنیمت ہے۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور اچھٹی اور کشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مثل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیج دی ہے ہر جہاز دوست میرا سدنیکوٹ ۴ سنو میرا فقہ اب میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں تو تم میری بھائی اور مولوی قمر الدین خاں کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۲۵۵ ع۔ ایضاً۔ بھائی ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب گئیں۔ کل ایک دست کا خط اکبر آباد آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرزا۔ رانی فری۔ بھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی جینا تھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ اُس دست کی تحریر ہے۔ ظاہر اُس کو یا بوجہ صاحب کا نام نہیں معلوم۔ اُن کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دست نے بطریق اخبار لکھا ہے اُس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنارہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب بے پور کا مقدمہ بالائق اسکے نہیں ہے

کہ اگر ایک فرمہ شرکاتی تھا تو اب قصیدہ بچایا جاتا تھا اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بنی شرع
 ہو گئیں ہوں گی تم سمجھے میں تمہارے اور بھائی منشی بنی بخش صاحب اور خباب مرزا حاتم علی صاحب کے
 خطوط کے آنے کو تمہارا اور ان کا آنا سمجھتا ہوں۔ تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم
 مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تم
 سے فریخت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں۔ میں ان کتابوں کا آنا کب تصور کروں
 دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل کئے بت نہ پہنچ جائے۔
 ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمر الدین خاں صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں
 ان کا آگرہ کا آنا لکھا۔ پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خان صاحب
 اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اُس دفتر میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر مبعوث ہو گئے ہیں
 اسکا حال جلد لکھو۔ جھکویا دپڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایک گاؤں
 جاگیر میں ملا ہے۔ مولوی قمر الدین خاں صاحب اُس کے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اسکا فائدہ
 کیوں نہیں ہوا اب ان سب باتوں کا جواب لکھئے۔ خباب مرزا صاحب کو میرا سلام کہئے اور یہ
 پیام کہئے کہ کتاب کا حسن کا نون سے سنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو شک ہے
 کا نون پر اور کان جبکہ زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کتب
 ملیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھ کو جلدی نہیں ہے آپ کی
 تخفیف تصدیق چاہتا ہوں۔ یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔
 خباب منشی شیونزین صاحب کی عنایتوں کا شکر میری بانی ادا کیجیگا۔ اور یہ کہئے گا کہ آپ کا خط
 پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور مہذا کوئی امر جواب طلب تھا اس واسطے اسکا جواب نہیں لکھا
 زیادہ زیادہ۔ نگاشتہ دروان داشتہ صبح شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۲۸۶۔ رقم غالب

یہ کہ اس ہڈی کے بھر مسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تھا خاکرے میں اور میں آج کل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے یا بوجہ صاحب کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہوں گے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کوئی ایسی بات اگر مصارف ہر دیو سنگ میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انیس اور پچیس۔ چون روپے نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لفظی خطوں کے جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے با اینہم یہ کیسی بات ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور آئے ہیں۔ اخیر کرنے کی تو ظاہر کوئی وجہ نہیں ہے ناچا کثرت انتظار سے عاجز آ کر آج تم کو دکھا ہے تم اس کا جواب مجھ کو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے۔ زیادہ زیادہ۔ اسدا اللہ مرقومہ: بخم جون ۱۳۳۷ ع روز پنجشنبہ۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال ابھی توں ہی سحر میں گے اگرچہ گرمی رفع ہو گئی مینہ برسنے لگا۔ ہولے سرد چلنے لگی۔ مگر دل مکر رہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولیعہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اسکا خاتمہ بہارِ مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب پر سوں یا انیسویں بچوں گا ان سے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے ان کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہر بال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھیں اور چاہیں تو نقل لے لیں۔ اسکے سوا اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں۔ اور توں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسدا اللہ۔

ایضاً۔ کیوں صاحب اس کا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی نہ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایک بار منشی شیو زاین صاحب نے کہہ کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس راہ سے یقیناً کر رہا ہوں

کسی اور کی ہو گئی۔ کہتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطیع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔ ۳۔

ایضاً۔ بھائی صاحب ۳۳ کتاب میں بھیجی ہوئی بر خوردار منشی شیو تران کی کل حصہ کے ۱۲ نمبر بھیجیں گے۔
اور سیما ہی و خط کا حسن دیکھ کر میں نے از روے یقین جانا کہ طلانی کام پر یہ کتابیں طوں بہت
بُن جائیں گی حوریں دیکھ کر شہ رائیں گی یہ تو سب سے گرو دیکھے مجھ کو ان کا دیکھنا تک یک سید ہو
آپ پر گمانِ تباہی گزرے یہ تو کیونکر ہو۔ ہاں صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے
حق کا جلا و نہ بنجائے یعنی مدت مناسب دیر نہ لگائے اور ہاں حضرت کچھ ایسی تنگی ارسال
کر لیجئے گا کہ وہ پارسل آشوب لطف سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے۔ مجھ کو وہ
ایک ایک کتاب اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یا الہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا
پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جائے اور یہ نہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھئے
اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے

یارب این آرزوے من چه خوش است	تو بدین آرزو مرا برساں
------------------------------	------------------------

فرسلہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۳۵۷ ع

ایضاً۔ کچھ وغالب مجھے اس تلخ نوازی میں صاف آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہو۔
بندہ پرور پہلے لکویہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر کریم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام
کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی
صاحب جہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا

شرط اسلام بود و رزش ایماں بالغیب	ای تو غائب ز نظر مر تو ایماں من است
----------------------------------	-------------------------------------

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے واپس یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سُنو صاحب

ایضا جہاں تاج شاہ ہو تھا کہ جسے خوشی شہزادین صاحب کو خط لکھا تھا سوال کا خط آیا اور انہوں نے متنو کی سیدھی دیکھ کر
 ہر کا وہاں کے پاس لے کر دیا آخر انہوں نے بھیجا کہ تم نے محکومت کی سیدھی دیکھ کر خط کا جواب لکھا اگر گیارہ کیل جاو
 تم نے سید سنگھ کی ملاقات ہو لینے کا خط لکھنا منہ سے کھا ہو تو وہ بھی ہو چکی ہوگی مجھ کو صورت دینی نظر آئی ہے
 کہ گویا تم الگ ہو کتاب مطبع میں لے کر دی اب کی ترمیم کیجیے کہ غرض نہیں پس اگر یوں ہی
 ہے تو میں انطباع سے درگزا۔ سینکڑوں مطالبہ مقاصد رہ جائیں گے اور پھر اس محنت کی وجہ کیا
 اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس کتاب دشمنی کی سیدہ لکھنے کی وجہ کیا بے تکلف قیاس
 جاتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو۔ خدا کی واسطے خفا کی وجہ کچھ بدحوشی نے یہ خطر روانہ کیا ہے
 بڑھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری بخشش کا بالکل یقین ہو جائیگا
 اور یہ سب وجہ نہ معلوم ہونے کے ہی گھبرائے گائیں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔
 خدا کے واسطے خط جلد کھو اگر خفا ہو تو خفا کی سبب کچھ جانتا ہوں کہ تم رے امید سنگھ سے بھی نہ
 ملے ہو گے عیاذاً باللہ میں ان سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ان مرزا تفتہ و متنو کو اچھی طرح
 پڑھا دیں گے اگرچہ ایسے حال میں کہ مجھ کو تم پر الگ ہونے اور پہلو تہی کرنے کا گماں گزرا ہے کوئی مطلب
 تم کو کھنا نہ چاہیے مگر ضرورت کو کیا کروں ناچار لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لفاظ پر لکھا ہے
 مرزا نوشہ صاحب غالب غور کرو کہ یہ کتاب بے جوڑ جملہ ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب پر بھی نہ
 لکھیں۔ آیا فارسی کا دیوان یا اردو یا بیچ آہنگ یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں
 بھیجی جو وہ میرا نام لکھ دیتے۔ تم نے بھی ان کو میرا نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس
 دایلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلی کے حکام کو تو عرف معلوم ہو مگر کلکتہ سے ولایت سے
 یعنی وزراء کے محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس لائق عرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحب
 مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھ دیا تو میں غارت ہو گیا کھو یا گیا۔ میری محنت رائیگاں گئی گویا کتاب

جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کو جواب پاؤں گا آرام نہ آئیگا۔ بخود دار اقبال نشان میرزا شہاب الدین خاں بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سنی گزروہ جو تحریر و تخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہنا حضرت اب تو خالصاً اللہ و الرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجھ کو اس جگہ کی معافی لکھ بھیجئے زیادہ جواب۔ عفو جرم کا طالب۔ غالب۔

ایضاً درپیش شستم و در کا جوئی استوار بادشہ را بندہ کم خدمت پر خوار بہت حضرت پیر و مرشد برحق۔ روز افزونی کا ہاش اب اس حد کو پہنچی ہے۔ سے تقسیم جزو و لای تجزیہ حال آگے باؤ زہرینے لبوہشک دیا تھا اب آتش و فتنہ نے رتا سہا جلا دی اس غایت نامہ آیا آج رقم فرما کر کتبہ میر خط کا جواب نہیں بھیجا مجھ کو جو عفا سیلا زبان خیال میں آیا کہ میر حضرت کے فرمان کا جواب کچھ چکا ہوں اگلے اب کو ہو گا اگر وہ لفاظہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ بتوقع ہوں کہ اسکا نہ پہنچا میری نرسانی بخت کی تاثیر سمجھا جائے میں مجرم ٹھہروں۔ زیادہ جواب۔ نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۳۷۷ ع۔

ایضاً تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار آج منگل ۱۶ جون ۱۳۷۷ ع ۱۲ بجے غایت نامہ آیا۔ سرنامہ چھکری سفیدہ صبح مراد سمجھا۔ ننگا آپ چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان چھا ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کہ اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کچھ کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لفاظہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھو اگر ننگا ارسال کیا۔ اس فرمان میں اس لفاظہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہر ڈاک پر ڈاکو گرے اور میر کے پیکر بے روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ قیاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفاظہ میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفاظہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب اور ارق اشارہ بھیجوں گا۔ زیادہ جواب۔

جس شخص کو جس نسل کا ذوق ہو اور وہ اس میں بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ معطر بطرف شعر و سخن - تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو مختاری سخن گشتی ہر ایک کی شہرت میں مبری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کچھ ہونے اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد کیا ہے سو گاہ گاہ جب دل لٹنے لگتا ہے تب اس پنج بارہ مقطع زبان پر آ جاتا ہے

زندگی اپنی جب اس نکل سے گزری غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ حذار کہتے تھے پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ ٹپھ کر چپ ہو جاتا ہوں اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرنا ہوں جو دکھ محکومتے اُسکا بیان تو معلوم مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان رسیا کالوں کے باعث سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد - ہندوستانیوں میں کچھ عزیز - کچھ دوست - کچھ شاگرد - کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے - ایک عزیز کا نام کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم وار ہوا اسکو ریت کیونکہ نہ دشوار ہو - ماتے اتنے یار مرے کہ جواب میں مردگان تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا - اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق - تقصیر مخاف - میں معی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ ہستناشہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقہ ارادت سے خارج کر دیا - عارض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں اب زہل میر و دہر پر چنگ - یہ جملہ مرکب لکھا ہوا تھا - میں اسکو ٹپھ نہ بھی سکا معنی تو علاوہ رہے - میں نے عرض لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا

ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب سد خاں کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تھاری لموں جیسا یعنی نواب میر
منصور کے بڑے دوست میں اب یہ توکری کی جستجو کو کھلے ہیں اب ان کی تعظیم و توقیر میں کئی دقیقہ فرود نہ
لے کریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور مالی سرکار سے ان کو ملوا دیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملو
تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب پر سوا دیکھئے کیا خوب ہو کہ اس سرکار میں نہ کر جائیں اور
اگر توکری کی صورت نہ بنے تو راج سے ان کی خدمت بابتیں شائستہ عمل میں آوے نواب سد خان عالمگیر
کے وزیر تھے اور فرخ سیر ان کا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو از رو
کتب تو تاریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی۔ اور خود فرخ سیر پر کیا گری قصہ کو تاہ ان کی تقریر
میں جو دراج آپ صرف کریں گے اور جس قدر آپ انکی بہبود میں کوشش کریں گے احسان مجھ کا۔ نیا دوزیاؤ
ایضاً سید صاحب میل الناقب علی خاندان سعادت و اقبال تو امان جنگو اپنی یاد سے غافل اور سید
کی خدمتگزاری سے فخر نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب غریب یہ نہیں اور ان کا بجائی
باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل جائے گی۔ صامتہ ناطق سیم دوز رو پیہ شرقی متناہوں کہ
کچھ نہیں ہاں جادو اسوئید کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی۔ کہ اب اس کا تقسیم ہو جائیگا
میں رائے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں
میاں بھی بیٹھا تھا باہم ان دونوں صاحبوں میں بھی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت
تھے قضا و قدر کو چھوڑ دینرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھٹا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں
الماک کا کراہیہ بٹ رہیگا گھبرائے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفایت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا
یعنی حیدر حسین خان چکلیا۔ عوارض کی اندھی دفع ہو گئی۔ توقع رست کی قوی ہے صرف طاقت
کا آنا باقی ہے صدمہ بڑا اٹھایا۔ ہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاویں گے انشاء اللہ

بنام سید الدین احمد المعروف فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ ابو صاحب کے واسطے میراجی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں اُن کے برہنہ ہوتا ہے پروردگار انکو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاقہ سعادت روزگار کی وہ شہرت شاید بڑی سفر کی وہ حالت۔ سازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علم کی یہ کمینہ بڑی مصیبت ہے کہ جو ان انا و مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ زلیست کا سر شہرہ خدا ماتھہ پورا آدمی کیا کر دیں پر میرے جو گریزی ہو وہ میرا دل جانتا ہواں کجی ہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے۔ حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس تپ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے جبے و ہجرت پورا جائیں تو آپ اُن کے آنے کی محال اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجوں گا۔ نواب علی نقی خاں جہا کے خط کے جواب میں اپنے لکھ لکھا تھا وہ مجھ کو یاد رہیگا جب نواب صاحب آجائیں گے میں اُن کو سمجھا دوں گا آپ ہندی اور فارسی غریب مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں پڑھا رکھی تھیں سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا ضیاء الدین خاں صاحب پاس۔ میرے پاس کیاں آدمی کو یہاں اتنا توقف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگو کر نقل آتے و اگر بھیجوں۔ سید محمد صاحب کو ان کے دونوں بھائیوں کو میری دعا ہے۔ اسد اللہ گشت چار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۸۶ ہجری ۲ جوزی ۱۲۸۷ ع ایضاً مخدوم مکرم خاں فقیر صاحب کینہہ علی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن ہوئے مجھ کو یاد نہیں کیا اور مجھ کو کچھ اچھا حال معلوم نہیں ابو صاحب خدا کا کجاں میں کس کام میں ہیں انکا بھی کچھ حال معلوم نہیں منشی برکوبال تفتہ کی تحریر ہے ابو صاحب کا حال اکثر وہ تہا ہی خیریت گاہ گاہ خیریت ہو جاتی تھی سو بہت دنوں سے علی گڑھ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے آنے رہتے ہیں مگر ان کو بھی ابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بعد ہی ہے پھر تمہاری خیریت یاد رکھیں ہر حال معذور اس تحریر سے ہے کہ نواب میر علی نقی خاں صاحب آپ سے لیں گے یہ بہت عالی شان

تاج تیر حواں دن ہے کہ تپ مغارت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ تے سوقوف ہوتی ہے
چار پائی کاٹ دی ہے حواس اٹل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام
والاکرام مرقومہ ۲۴ رزی قعدہ ۱۲۹۹ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب۔

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بن سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا
سبح الثانی کی چوبیسویں اور دسویں پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالعزیم
خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کفری
لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف غلام علی کے یادہ ربط نہیں ہے سو ان کا حال مجھ کو معلوم
اکر وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آج کچھ
لکھیں وہ بظلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عمارت بدستخط خاص لکھی اللہ
باللہ نہ مجھ سے نہ اؤ کسی سے پڑھی گئی ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجنا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ
فرمایا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھ کو بجا دیے گا ضرور اور جلد بیضی مکرّم
جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

ایشنا۔ جناب عالی آج آپ کا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم ماہ بقید روز و
پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب سے تطابق میں میں اُلجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا
ٹو اک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر ٹپا ادھر جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ راکھ بن گیا
ہو گا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب لکھا حقیقت میری مجالیہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی
مقام سے بدستور جاری ہو گئی ہے نواب افٹنٹ گورنر بہادر غوث شمال کو نسخہ و متنبو بسبیل ڈاک
بھیجا تھا ان کا خط فارسی مشعر تحمین عبارت و قبول صدق ارادت و موت بسبیل ڈاک لکھا

ایضاً۔ پیر و مرشد آج نوان بن ہو جسین مرزا صاحب کے الور گئے اگر ہوتے تو ان سے پوچھتا کہ حضرت
میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُس پر کسے پڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور
کیا سمجھے اب یہ حقیقت مجھ سے سینے سے لٹائی یعنی سال گزشتہ میں قاطع برہاں چھپی بچاں جلدیں
میں نے مول لیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کی آنکھیں میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ تمہارے کس کام کی ہو تھیں
تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں ہے رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو
وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور و جگہ چھاپا گیا اور میری جگہ اگر وہ میں چھپ رہا ہے فارسی دیوان
بیس چھپیں سب کا عرصہ واجب چھپا تھا پھر نہیں چھپا۔ مگر اباں سال گزشتہ میں منشی نو لکشور نے
شہاب الدین خاں کو لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خاں نے عذر کے بعد بڑی محنت سے جمع
کیا تھا وہ منگالیا اور چھاپنا شروع کیا وہ چپاس جزو میں یعنی کوئی مصرعہ میرا اس سے خارج
نہیں اپنا سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں اتنا آجائے تو دھڑ بھجکر
بیس جلدیں منگواؤں۔ جب آجائیں گے ایک آپ بھی بھیج دوں گا۔ نواب محی الدین خاں صاحب کا
حال سن کر بہت جی خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔
ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب لکھنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میان کے نزدیک
آج وہ مجھ سے مل گئے اور ان کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا۔ سنا صاحب ایک منشی
محمد تقی تھی نہیں یہاں تو سنا رہا ہے۔ محمد تقی ایک اس کی وہ نہیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیا
اور ایک بیٹا چار یہ سات مدعی ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہے۔ نہ وہ حکام ہیں بلکہ موئن
جانتا تھا نہ وہ عکلم ہے جس سے میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد میں جکوب چاٹس برس
میں نے دیکھا ہے ایک کو نے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشہ دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حنیف
درد زبان ہے تمہارے بھائی غلام حسین خاں مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خاں خدا ہی خدا ہی جو بچے

پاس رسید بھجوانی انھوں نے کتاب چیکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندر راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب
پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذریعے یہ سنکر میں نے مناسباً تاکہ وہ رسید آپ کے پاس بھجوں آپ سکندر
راؤ کے مکان میں جو اگر اسے پارسل نکالیں اور اب اس سے کوئی میری طرف راجع ہونا کسی صورت

میں ضرور نہیں۔ والسلام *

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور ہر گز شری کا شکر بجالاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ
دشنوی پہنچا۔ دشنوی کو جداگانہ بطریق پیمنٹ پاٹ بھجیتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں
لغافہ اس کا بھی آپ کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصداور پھر اپنے چچا صاحب کے ہنو
سے نظر تابستان پاس عزم کالتوی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب نے کراست کی کہ جو آپ کو منگیا
ٹاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک جاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر میں حصول
اجازت حاکم اطفال ضرور رکھنا ہو۔ اگر غرض ہو تو نہ ہوا اگر خبر ہو جاوے البتہ قیامت ہو۔ زہنا کہی گیان کیسے تھا
دلی کی عکاسی میرٹھا و اگر وہ اور بلاد شتر قہر کی مثل ہے۔ یہ پنجاب طوطہ میں ملے ہے قانون نہ آئیں۔ جس حاکم
جورے میں ہو وہ ویسا ہی کرے ہر حال سے اس کے محمودی دیدار کو پہنچاؤ اللہ العظیم دین جیسے میں ان کی
صورت امن مان کی ہو یا کی مگر میری آرزو بابتیفا اس صورت میں بھی بڑی آگاہی تیس تیا کے ہوئے ہوں کہ میری اور تجاری
ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں
اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں ماہرہ کو آتا ہوں۔ حضرت پروردگار کا
اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ جھکو آرام سے بیٹھا ہوئے دیکھا
صاحب یہ دشنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا کھاؤ پڑے
ہوں گے تب یہ تراوش خوتا بہ طور میں آئی ہوگی۔ فرمایا ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب
ابنیں کے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجھوں

پھر قصیدہ بہار بہت محنت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب یا جہربان دستان القاب
 لکھ کر کاغذ افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ ٹنگری صاحب لکھتے گورنر بہادر ظفر و پنجاب
 مح میں تو بسط صاحب کاشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ توسط کاشنر بہادر
 کل منجھو آگیا۔ پنشن ابھی تک منجھو نہیں ملی جب یلگی حضرت کو اطلاع دیجا یلگی پروردگار عالم میں
 میں جاہل ہوں انکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ اسی حضرت جناب مخدوم
 مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارکباد آوا کی گئی تھی
 عبارت آرائی نہ طبع آزمائی۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مٹی و جون میں آپ کو پہنچ جانے آپکا
 بھی تواضع کا خط منجھو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے۔ جناب شیخ صاحب کیوں منجھو محبوب کرتے ہیں
 اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجتے
 لطف اٹھاؤ گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کروں گا۔ میرا سلام کہتے
 اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر جلد بھیج دیجئے۔ اپنے عم عالی سجاد کی خدمت میں میرا سلام پہنچا
 اور کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق ہی الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالزاد ہو تو ہوشیار دی
 بعد ہزار مسترت آپ کو مبارک ہو اور اُن کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو
 فیض علیجاں صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا ترحم رہو
 خط کا خلاصہ اس خط میں موقوف کر کے یہ بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا اور آج ہی میں نے اس کا
 جواب لکھا۔ کاتب وہ ہی ہے جو خلاصہ موقوفہ کا مکتوب ایسے ہے *

ایضاً جناب چودھری صاحب آپ کے لطف نامہ کے درود کی مسترت اور پارسل کے نہ پہنچنے
 کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور بالآخر خط جواب طلب تھا جواب
 لکھوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کار پر دازان اُن کے

کیا ہر آپ بھی فکر نہ کیجئے۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیج دیجئے میرے پاس آئیگا تو میں
 تم کو اطلاع دیدوں گا۔ غایت اہلی کا کون شخص شاق ہوگا۔ اس کی پریشانی میں خدمتگاری
 حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیج دیں میرا سلام اور پیام کہیے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پروردگار
 کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو فراموش نہ کیا کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجا ہر جا
 میرا سلام و نیاز عرض کیجئے اور ان کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھے اور یہ لکھئے کہ اگر خدا خواست
 وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچائیے
 اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیے گا۔

ایضاً میرے شیفتہ دلی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے حوالے
 اب عالم ہو کہ تمہارے نام کیجئے تمہارے چچا صاحب کا نام بکھا تھا اس طرح سابق کے خط میں سہنا پر یہ بکھا گیا ہوگا

بہار پیشہ جوانے کہ غالب ش نامند	کنوں بہ میں کہ چرخوں سجد زہر نفس
---------------------------------	----------------------------------

جو خط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی ادبانی
 ناکامی پہلے سے میرے دلشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے

تھیدستان قسمت را چہ سود از زہر کابل	کہ خضر از آب حیوان تشنہ سے اردو سکندر را
-------------------------------------	--

وہ اخبار نہ کہیں سے آتا آیا اور نہ آئے گائیں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر ان کے لکھا گیا
 بندہ پروردگار کا نام کیا نظم کیا شکر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔
 دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا کرتے تھے سو ان کے لاکھوں
 روپے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتب خانے بھی گئے اُسین وہ مجموعہ ہے برٹان بھی غارت ہوئی
 خود اُسٹنی کی پوسٹوں جگہوں ہاوی کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجے نکل اندیشہ ہو خدا نے بچایا جو
 اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ازراہ احتیاط پارسل میں سے نکال لئے۔

اس واسطے انجام آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حکم صلاح کو آپ نظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں
 میں مجبورتاً ہر جگہ منشا صلاح لکھ دیا ہے شیخ صاحب میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں؟
 سزا دیوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تھا لنگہاں سے سلام
 ایضاً شیخ کرم منظر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا
 ہوں کہ آپ کی مہربانی نامہ آبا میرا رخ و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول
 میرا مدد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باب میرا بڑا ایر تھا۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا
 آج سبیل اچھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو کچھ مجھ کو بھیجا ہو گا بھجوا دوں گا
 جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کا سہ گدا ئی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل کہ مروی
 باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے لیکر اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے سنی بدلی اردو اخبار۔ بعض
 اشخاص نہیں ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اچانا آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع
 ہونے چلے آئے ہیں تو اکتوبر شہادے سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھ جائیں
 جس میں بھادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکے ان کے نام کے لکھ کر نذر کرنا
 ان کو مندج ہونے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل مجنسہ میرے پاس بھیج دیجئے آپ کو معلوم ہے
 اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ شہادے میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں
 یاہ و ایک مہینہ کے بعد سکے کہہ کر گزرنے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیں
 جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بشل کسی ادھر شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو
 اور آپ کو اس پر علم ہو تو وہاں سے منگوانیے۔ والسلام مع الاکرام
 ایضاً شیخ میرے غایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شک بجالاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی
 طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہان نامہ کو کچھ بھیجا ہے اور ترکی

رہا کرتے تھے اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لَنَشُدُّوْا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ
 ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہنچے۔ کف انھیں صُورِ جنوبی میں سے ایک صورت ہر اس کے
 طلوع کا حال مجکو معلوم نہیں۔ آخر شناساں ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور ان کی زبان میں
 اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا۔ قبولِ عاقبت طلوع بمجلہ مضامین شہری ہے جیسے کتان کا پرتو
 میں پھٹ جانا اور زمرود سے افی کا اندھا ہو جانا۔ نصف الدولہ نے اپنی تلاش کر کے منگوایا اور قطب زمرود
 اُس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا۔ ایرانِ روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوئے چاندنی میں چھلکاتے
 سُکا بھی نہیں۔ تحویلِ آفتابِ محل کے باب میں موٹی بات یہ ہو کہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی
 ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا طلوع وقت تحویلِ درست کرنا بے کتبِ فن اور
 مبلغِ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ۵

ندام کہ گیتی جہاں ۵ رو د ۵ چہ نیکو چہ بد درجہاں ۵ رو د
 میں تو اب دوز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھئے موت کیسی ہو ۵
 عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ۵ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا
 میرا بڑی شعور ہے اور میرے ہی حسابِ حال ہے۔ سگہ کا دار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھریا کوئی گراب
 کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب
 بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرائے۔ بادشاہ نے پسند کئے۔ مولوی
 محمد باقر ذوق کے متعقد میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے۔
 اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اُن کے زمانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے
 سنے ہیں اور انکو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک سیر کہے ہوئے اور گزرائے ہوئے ثابت ہوئے
 ہیں ہر چند قلم و ہند میں آئندہ اخبار کا پرچہ ڈھونڈنا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ تبنا مجھ پر رہا۔ پیش بھی گئی اور وہ

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق سے شہر اسلام بود و ز ش ایماں بالغیب ہوا تو غائب
 ز نظر تہ تو ایماں من بہت ہے آپ کے خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے مختصر القاس ہے کہ میری طرف
 تحریر جو خط میں کبھی تقصیر ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روئے اضطرار ہے
 بھیجتا ہوں اسطے خدا کے میرے پروم شد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے اہل سے نقل کر کے
 بھیج دیتے تاکہ مجھ پر نصیب معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب
 کی خدمت میں سلام نیاز دستاویز شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام ہے۔
 ایضاً میرے شفیق کی کو میرا سلام پہنچے۔ کل انشاء کا پارسل بھیجا اور آج خط۔ انشاء کا نام بیدار
 اور آپ کا تخلص سہر۔ بہارستان مضاف اور سہر و مضاف الیہ۔ بہارستان سرور اجماع نام ہے
 قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا۔ کسو اسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہنچے گا
 تو محل شکایت نہ ہوگا رخ فتنہ و فساد اور بلاؤں میں سلم۔ یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے
 اہل ملی عموماً بڑے ٹھہر گئے۔ یہ داغ ان کے جبین حال سے عموماً مٹ نہیں سکتا۔ میں ہوا میں
 ہوں مردہ شعر کیا کہیگا۔ غزل کا ڈھنگ بھل گیا۔ معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی شوخی میں
 آوے۔ رہا قصیدہ مدوح کون ہے۔ اے انہری گویا میری زبان سے کہتا ہے

اے درینا نیست مدوحے سزاوار مدح	اے درینا نیست معشوقے سزاوار غزل
--------------------------------	---------------------------------

گورنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر کرتا ہے اشرفیاں نہیں اور
 ریاست دو دمانی کاسات پارچہ اور تین رقم جینہ سر بیچ مالانے مردارید مجھ کو بلا کرتا ہے اب نواب
 گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلاے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سو قصیدہ لکھوں
 صناعت شعرا اعضائے و جراح کا کام نہیں دل چاہیے۔ داغ چاہیے۔ ذوق چاہیے۔ رنگ
 چاہیے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں۔ چوتھ برس کی عمر دلوں شباب کہاں۔

ہجو۔ میوہ کے مول انج پکنا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرہ ۱۲ سیر گہو ۱۳ سیر چنے ۶ سیر
 گھی ۱ سیر۔ ترکاری جھنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہو کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے
 دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ اور کھلتی ہے۔ جیٹھا ساڑھ کی سہی گرمی پڑتی ہے
 حضرت رفعت درجہ جنا صاحب عالم کی خدمت میں دستا نہ سلام اور میدانہ بندگی مانگنا
 تام عرض کرتا ہوں۔ حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے۔ میں نے مرشد زاو
 کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبان پر کہا کہ آپ روز روانگی کے تقر
 سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو
 زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا۔ تنخواہ کے اجرا کا حال اور قبل
 میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب چودھری عبدالغفور صاحب
 کی خدمت میں لکھی گئی ہے مع رواد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گو بند پر شاد صاحب نے
 میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دُنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تو ضلع میری خوب ہے۔ انج
 مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کر دوں تو ایمان نصیب نہ ہو ان شاء العزیز وہ فقیر سے
 راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب یہ خطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد
 سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے ابکی بار کے
 کبھی نہیں پہنچا اب ان سطور کو اپنا ذریعہ افتخار سمجھا اور نوزید مقدم مبارک سے بہت
 خوش ہوا۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے المینا بی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس
 رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے۔ میں مع زن و فرزند ہر وقت
 اسی شہر میں قلم خون کاشتا و رہتا ہوں۔ مدد نہ سے باہر قدم نہیں رکھتا
 پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا۔ کیا عرض کروں کہ میرے خیال نے مجھ پر کیسی عنایت کی

ریاست کا نام و نشان خلعت دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضا الہی ہو اُس کا گلہ کیا
 چوں جنبش سپہ بہ فرمانِ داوڑت بیداد نمود آنچه بیا آسماں دہد
 یہ تحریر بطریقِ حکایت ہے نہ بسبیلِ تنکایت۔ گویند از ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ علیہ پرسش رفت کہ
 چہ حال داری فرمود کہ امِ حال خواہد بود کہے را کہ خدا ازوے فرض طلبہ و پیمبر سنت و زن بال
 و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اُن زیست باُمید مرگ ہے۔ قاطع منقطعہ دیکھا جائے اور بے حیف و
 بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام سنوں اور دُعائے قرونِی عمرو دولت پہنچے
 ایضاً میرے شفق آپکا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمھاری بخشش کا دوسوہ میرے دل سے مٹایا۔
 ایک قاعدہ اُکھوتتا ہوں اگر اُسکو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال ٹھ جائے گا اور جبری
 کا درمجا رہیگا آوہ آنہ نہ ہی ایک نہ ہی آپ بھی خط بیزنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیزنگ بھیجا
 کروں۔ پید خطوط تلف بھی ہوتے ہیں — اس قاعدہ کا جیسا کہ
 میں وضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیزنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا
 چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد ادا سے قرض مٹ گئے۔ اب ماہ چارہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین
 ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر۔ ستمبر شمع سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات
 ہے کہ چار روپیہ سلیکٹ سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا۔ اُس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ
 ہینا آیا ہے۔ کے ساٹھ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ باہ آتا ہے یہ دونوں مددیں مل کر
 خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھرا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار
 اور اردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب تپہ بھی نہیں کہہاں
 جا جان اکنہ و دکانیں نہیں تباہ کئے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی بڑا
 پھر پتہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طعیناتی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہو تو

یعنی اگرچہ ایک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت و مہنی برس میں ہوئی۔
 کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس محکوم روٹی دے کر گردی۔ ایسے طالع مربی کش اور محسن۔
 کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یا درہے کہ متوسط یا مہر جاوے گا
 یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونوں واقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی ضائع جائیگی اور والی شہر محکوم
 دیگا اور جانا اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور نکاحیں گدھے کے بل
 پھر جائیں گے اسی خداوند بندہ پروریہ سب باتیں قومی اور وقتی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کر کے
 مقصد کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کر لگا سواے ایک ملکہ کے کہ وہ بچا پنچین
 برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و شردیکھتا ہوں تو یہ
 جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر
 کہے تھے بعد ازاں بدیل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہوا عالم ہر فساد ماہر و مدبر
 پایاں عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سوڑ پیہ رام پور کے ساٹھ روپیہ پیش کے
 روٹی کھانے کو بہت ہیں۔ گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ مینا کے کام خوش و
 ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آمادہ ریل ہیں۔ دیکھو منشی بنی بخش مجھ سے
 عمر میں چھوٹے تھے۔ ماہ گزشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں
 اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دیکھیں
 متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیش کئے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے
 تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَمُوتُ الْاِلٰہُ وَ
 لَا مَوْجُودُ الْاِلٰہُ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ وَّ اللّٰہُ اَلَا اَنْ کَانَ *
 ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچئے۔ آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا

اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال دایرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جبکہ حضرت نے
 جو میر تقی دیا ہے اُس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد
 اور شائق تصور فرماتے رہے گا۔ مرشد زادہ مرصوی دو دماں سید شاہ عالم کو سلام و
 دعا۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت
 نہیں مجا کو اذرا نصف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہ دوں گا
 آپ اپنے خوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔ بندہ شاہ ثنائیم و ثنا خوانِ ثناء
 ایضاً میرے شفق چودھری عبدالغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گزار اور قصیدہ
 سابق کی ایک اصلاح نہ پائیے شرمسار تصور فرمائیں اور اُن نو قصیدوں کے بارہم بھیجنے کا انتظار کریں
 نوید واصل ویم سے دہستارہ شناس + نکرہ و شرف نگاہ ہے مگر در آخرت من +

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مراج جمع الجمع بزم وحدت کے فروزندہ شمع متعرق
 شاہد شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کی طرف سے اور شیر افتتاح کلام ہے پہلے
 باتیں کہ باوی النظر میں خارج از محبت معلوم ہوں گے لکھی جاتی ہیں۔ میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ
 مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اُسکی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکا حقیقی کیواسطے شائع کیا گیا
 نواب احمد بخش خان سہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں نے نو دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال میں سے
 خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے ہر کارا نگیزی میں یہ غنیمت ظاہر کیا کہ
 کو لبرک صاحب بیادریز ٹینٹ دہلی اور ستر لنگ صاحب بہادر سکریٹری گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق
 دلانے پر ریز ٹینٹ معزول ہوئے۔ سکریٹری گورنمنٹ بنگالہ گاہ مرگئے بعد ایک سال کے بادشاہ دہلی نے چاکر
 روپیہ مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے چار سو پے سال۔ ولیعہد اس نقر کے دو برس بعد مر گئے و اجلیشا
 بادشاہ دودھ کی سرکار سے بصلہ مع کٹری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس زیادہ جیے

۵۔ زیا کہ عہد جوانی گوشت + جوانی گو زنگانی گوشت + اب اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا
دیکھنا اس کے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاٹے میں برسات میں آؤں + زخمی دیدار و گریہ +
ایضاً - بندہ پر وہیت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط اباسرنامہ پر دستخط آؤں گے اور نام آپ کا
پایا - دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا - خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بجا رضہ تپ دلرزہ
ربخو رہیں - اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں - حذاوہ دن دکھائی
کہ تمہارا خط تمہارا دستخط آئے - سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو - خط پڑھ کر دوئی مسرت ہو جب
ایسا خط نہ آئے گا - دل سودا نہ وہ آرام نہ پائے گا - قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا
جناب اتر دی میں سرگرم و عار ہوں گا - آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموگوار کو میرا سلام
مع صنوف اشتیاق والوف احترام - جناب چودہری صاحب آؤ - ہم تم حضرت صاحب
کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کھن پائے مبارک سے ملیں - میں سلام کروں گا
تم معترف ہو نا کہ غالب یہی ہے - اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے - میں نے
عزم قدیم سوسا کیا - پیروم شہ نے مجھے گلے لگایا - فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے - عرض
کرتا ہوں کہ الحمد للہ - حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے - ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن
تیرے بہت تعریف کرتے رہتے ہیں - جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں - میں ایسا نہیں ہوں -
جیسا وہ کہتے ہیں - کاش وہ میری ربخوری کا حال کہتے - ضعف قوی و انحلال کہتے -
تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا - اُن کی غنچاری اور درود مند نوازی کا دم بھرتا
دکشا کش ضغفم نگسلہ رواں اترن + ایں کہ من نمی میرم بنم تا تو اینہا ست
حضرت نے میری گرفتاری کا پیارنگ نکالا - بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا -
مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا اگر چھپس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اٹھاؤں

کچھ نہ کھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصولِ صحت
 کی دُعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقتِ خاص میں میں دُعا مانگے گا ہوں۔ یقین ہے کہ پہلے تم مندر
 ہو جاؤ گے ازان بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحبِ طرف و جانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم
 بھیجتے ہیں۔ اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہرِ نیروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو
 لے کر کیا کریں گے۔ صاحبِ مہرِ نیروز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام
 پرتوستان ہے۔ اور اس کے دو مجلد ہیں۔ پہلی جلد میں ابتداءِ خلقتِ عالم سے ہاویوں
 کی سلطنت کا ذکر۔ دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ
 کا نام مہرِ نیروز دوسرے حصہ کا نام ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ جا بجا
 بھیجا گیا۔ قصہ تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ میرِ ترک کا نام و نشان مٹ گیا۔
 آنِ وقتِ راگاؤ غورو گاؤ راقصا ب بُرو و قصاب در راہِ مُرد۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو
 وہ مجھوں کہاں سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دُعا۔ خداوند مجھے
 ماہرہ بلا تے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور
 طاقت بھی تھی۔ شیخِ محسن الدین مرحوم سے بطریقِ تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات
 میں ماہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں
 طاقت کہاں سے پاؤں۔ نہ آموں کی طرف وہ رعیت نہ معبدہ میں اتنی آموں کی گنجائش
 نہار منہ میں آم نہ کھا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں
 میں الطامیں ہاں۔ آخر روز بعد ہضمِ معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا۔ بے تکلف عرض کرتا
 ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور ذم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اُسی وقت
 کھاتا ہوں مگر دوشِ بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ ساٹھ دریا کہ

پھر ہاتھ دھوئے کھلی کے پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے اٹھا اور حاجتی میں بیٹھا
 کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیٹ جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحبِ فراش ہرنے کو
 اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعبیت کو
 تصور کرو ایک بھڑا دائیں پہنچے میں جس کو ساعد کہتے ہیں۔ دو بھڑے بائیں پہنچے میں یہ پہل میں
 بائیں پاؤں میں کف پاؤشت پاسے لیکر آدمی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت رَوادِ عاتِ محلات
 کچھ ہوا اب تجویز یہ کہ نیبا بھرتا باندھے۔ جب تک بھڑے تب مرہم لگائیے۔ کہو کف پاؤں جراحت کا
 عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اور لکھ آیا ہوں محل و جزوی ہے۔ میرا قیاس اسکا
 مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحبِ عالم مجھ سے آرزوہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے
 ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس قہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب
 صاحبوں کو کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قلیل اور وقت سے لے کر مبدل اور ناصر علی تک
 اس میزان میں تولیں۔ فرد کی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری و غیر ہم تک ایک گروہ
 ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
 موجد ہوئے۔ خفانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی
 تکمیل کی لہوزن نظیری و عرفی و نوعی نے۔ سبحان اللہ قالہ سخن میں جان پڑ گئی۔ اس ش کو بعد اس کے
 صاحبان طبع نے سلامت کا چرا دیا۔ صاحبِ کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفقانی اس زمرہ میں ہیں کی
 و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل متبع ہونے
 رواج نہ پایا۔ خفانی کا انداز بھلا۔ اور اس نے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہریں ہیں
 خاقانی اُس کے، قرآن۔ ظہری اُس کے اشل۔ صاحب اُس کے نظائر خالص اللہ ممتاز و اختر و نجوم کا کلام
 ان قیوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو ہنر و

حضرت بیچ تو یوں ہے کہ عنہا نے روزگار کے مجھ کو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔ اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سو خیال میں آئی۔ پر و دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو باتیں سوچنا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں بوں ہی رویا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایک ن ایک دن مرنے کا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے ہی بات سے منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید نا اُمید اُس کی دیکھا چاہیئے

لے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام بھیجئے۔ کاغذ باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب۔ ساہی بھکی۔ کاغذ پتلا۔ پر مرشد کی عبارت ایک طرف آپ کی تحریر بھی نشوش ہو گئی۔ بہرا ہو گیا ہوں۔ مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے مختاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سولے سادت تو ام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو نیدے چھوٹیں۔ ایمان نصیب ہو وہ خط بدو آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ اُزلی سفید کاغذ پر حرف جرت اس کی نقل کر کے بھر مجھے بھیج دیجئے تاکہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ لکھتے ہیں الحمد للہ

ایضاً۔ بندہ پرور پرستوں تھا را خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں۔ کل ڈاک میں مجھ کو دوں گا میرا حال کیوں بوجھو اپنے کو دیکھو جو تھا را ڈنگ ہو وہ ہنی میرا رنگ ہو۔ شور و اورام مرض خاص اور پنج عام یہ کیا حال۔ دوسرا اجمال سنو کہ جینا بھر سے صاحبِ فراتش ہوں۔ صبح سے شام تک بنگ پر پڑا رہتا ہوں۔ محل میرے اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جاکوں جبکہ نو بجے کھا رہیں آجاتا ہے۔ بنگ سے کھل پڑا۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔

پانویکف پاسے جہاں پہنچا ہے۔ پنڈلی پر دم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پنگ کے پاس جاتی لگی رہتی ہے۔ کھل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح یکظم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام۔ شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بوندگی بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد الہدی میر سرفراز حسین تم کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دُعا اور پھرتے بیان کہ عذر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد عذر دربار اور خلعت اور ملاقات سکڑوں کی یہ سب موقوف۔ اب جو لٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انہوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی بار اور خلعت کھل گیا۔ انہا نے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں انہا نے نہ جاسکا بالفضل اب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ مہلث صاحب اللہ میں آگئے۔ راجہ صاحب بارہ روز کرتے ہیں۔ اہل اغراض کے عرائض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ ضرور انہوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پالنے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لاٹو صاحب احتتام سفر جب شلے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں سوال کی اور ستائیسویں پارچ کی ہے۔ چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر جہدی کو بھی پڑھاؤ۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ جب کے جہینے میں بسد سے ہاتھ پر ایک ٹھنسی ہوئی۔ چھٹی پھوٹا ہو گئی۔ پھوٹا پھوٹ کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اب بقدر ایک کھ دست وہ گوشت ہوتا ہے

کہ ان کی طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے۔ دارالترجمہ شاہی کا سکہ نہیں ہے کمال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف ۛ

اگرچہ شاعران تغزل گفتار	ز یک جام اند در برم سخن مست
و لے بآبادہ بعضے حریفان	خمار چشم ساتی نیز بیوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	درای شاعری چیزے دگر هست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز بانی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ۛ

بدنام ہو گے جانے بھی دو تھان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	خاواں نہیں لیکن کوئی ہاں جنس گساں کا
قائم اور تجھے طلبی ہو کی کیونکر مانوں	ہے تو نادان مگر اتنا بھی بد آموز نہیں
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعرا اس وقت یاد نہیں آتا یا کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دبدم پانوں کے دم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ ؕ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفاظی خوب چودھری علی الغفور صاحب کے نام کا ہو گا پہلے ہرگز پھر میر پیر و مرشد کی نظر سے گزرائیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برسن میں سے فنا خون کے عوارض میں مبتلا ہوں شور و اوارام میں لدا ہوں۔ برسن میں اوجاع بہتے بہتے روح تحلیل ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی او بھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو بھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا او پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں بھٹنے لگیں۔ ہیں

آئے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھ کو کیا غم ہوا ہے۔ تم اس جگہ سے جدا ہو۔ ٹکواندیشہ کیا ہو
میرزا علی صاحب جیسا کہ گھین دیا کرو۔ میرزا علی صاحب را حظ پڑھ کر کہیں گے مجھ کو دعا بھی
نہ لکھی۔ بھائی میری دعا نہ پڑھے۔ میرزا نصیر الدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا
یہاں میں یاد ہاں۔ ہوں تو دعا کہتا۔ میرزا صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی
حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہیں سمجھتے۔ بھلا دیکھیں تو یہی تم جان جانے ہو کہ یہ خط کس کا ہے

بنام میرزا محمد حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ برہم فرزند آدم ہر چہ آید گزرد۔ لیکن مجھے اس بات کا ہے کہ یہ
زیرباری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور غلط میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہیں
اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے متافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور
قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھتا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اردو چھپ چکا ہے
لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا تھا اس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسن خط
الفاظ کو چھپکا دیا۔ دلی پراور اس کے پانی پراور اس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان
کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور
تھا۔ متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے تھے تصنیف
ایک مجھ کو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جو ان کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار
غلط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہر حال خوش و ناخوش کہنی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو یہی
ہفتہ میں تین مجلد صاحب المثلہ کے پاس پہنچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش
ہو گے۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلال نہیں۔ سوداگر
نہیں۔ مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا امجد علی صاحب مطبع شام

انہلے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مُردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے بُرے اُڑادوں۔ نجات کا طالب غالب۔ ۴۔

ایضاً۔ نوح چشم راحت جان۔ میر سر فراز حسین جیتے ہو اور خوش رہو۔ تمہارے شخصی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بڑے پیر میں نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میان یہ ہم تم ٹوٹے ہیں یا جوان ہیں۔ تُو اُن ہیں یا اُن تُو اُن ہیں بڑے بیش قیمت میں یعنی ہر حال غنیمت ہے کوئی جلا جھٹکتا ہے یا دو گار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں۔ میر طیسوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سر فراز حسین آئے۔ وہ یوسف میرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخان آئے۔ مرے ہو وہوں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہو وہوں میں سے کچھ گئے نہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کامیں تم دار ہوا۔

..... میں مَرُوں گا تو مجھ کو کون روئے گا سنا غالب رونا پٹینا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہ میر سر فراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھاؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کو کیا پھوٹا شام کو میر شرف علی صاحب میر پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل بارہوں پانی پت کو جاؤ نگائیں انکی نیا بنی کچھ پام میرن صاحب کو بھیجا ہو اگر محمول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ سکا ہے کہ صاحب بن نہیں ہے نہ ہو۔ غلام شرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجئے تو میں صوفی ہوں بہت کمال کا دم بھرتا ہوں موجب مصرع کے سے مل بدست آور کر جج اکبر ست ۴ تم سے کب نکلا کرتا ہوں اگر گھر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام شرف جانو تو رنجی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال گھٹے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت الیا ہی پکرتے ہیں۔ مگر ہمارا جہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر دہا

کیا ہے ہون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے اناج اور آپلے کے کوئی چیز بچی نہیں جس پر محصول نہ لگنا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان کھلے گا۔ مرنے والے حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ ہولاکے بڑے تکٹے بیٹے کا۔ دو نو طرف سے بھاڑا پل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن ہے ہیں۔ دیکھئے ولی آئیں یا نہیں۔ آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو یمن گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں نہیں۔ پنشن کا نہ کہیں ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۳۳۷ ع۔ +

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جادوی الثانی کی ہے۔ دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے اٹا حامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور اٹھوں نے تمھارا خط لکھا ہوا اور جادوی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط مرگڑ مجھ تک نہیں پہنچا۔ اور نہ یمن شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا اجائے وہ خط مسترد کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور یمن پھیروں۔ تم خود کہتے ہو کہ اُس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ یمن ہوتا اور یہ لکھتا کہ یمن نہیں ہوں۔ اگر وہ اور اور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمھاری والدہ کا مرنے سن کر محکوم بڑا غم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس عقیقہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرنا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیا پنشن اور کہاں اُسکا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں ہے سوچ زن اک قلزم خوں کاش یہی ہو + آتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہو اور بھر مل نہیں گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹٹ کے نہ آنا۔ میرا محمد علی صاحب کو کہتے ہو کہ یہاں ہیں محکوم نہیں معلوم کہ کہاں ہیں

میں۔ محمد حسین خاں دلی شہر رانمان کے کوچے میں۔ مصوروں کی جوہلی کے پاس قیمت کتاب
 ۶۔ محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس پانچ جلدیں
 جس کو سنگانی ہوں۔ محمد حسین خاں کے نام پر دلی رائے مان کے کوچے مصوروں کی جوہلی
 کا پتہ لکھ کر خط ڈاک میں بھجوادو کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی۔ قیمت چاہو نقد چاہو
 ٹکٹ ارسال کرو محکمو اور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو۔ دیا تھی کہ اس
 جو میں لکھوں کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیا سٹھ برس کا مرد۔ ایک چوسٹھ برس
 کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مڑتا تو ہم جانتے کہ دیا آئی تھی۔ تفت بریں قبا
 پنجشنبہ ۸ راہ گشت کے چہینے کا حال کچھ معلوم نہیں۔ کل شام کو دو دو موٹے رکھ کر
 کئی آدمی دیکھا کیئے۔ ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب ۶

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے نقافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ
 پڑا ہے۔ کتاب میں سے یہ کاغذ چھا کر تم کو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر
 بھیجتا ہوں۔ نگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ
 ٹکٹ سنگالوں گا۔ ۸ شنبہ ۸ روزہ صبح کا وقت ہے۔ جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں
 برسوں تمہارا خط آیا تھا۔ آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں ہوا سٹے یہ چند سطریں لکھیں۔
 برخوردار میر نصیر الدین برآن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو۔ نام تاریخی توجہ سے ڈھونڈنا نہ
 جائے گا۔ اہل عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے۔ کہ اس میں ایک رعایت ہے۔ شاہ محمد عظیم
 صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم ان کو
 اپنا چھوڑا بجائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے۔ یہ بے ادبی اچھی نہیں۔ میرن جہا
 کو بہت بہت دعا کہنا۔ او میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیسا جانوں

ایضاً۔ بر خوردار کامگار میر جہدی دہلوی۔ اردو بازار کے مولوی صاحب لڑے والے
مرضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے
انھوں نے علی علی علی۔ دیکھئے اب معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہکو کب
طلب کرتے ہیں۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلاؤں گا۔ البتہ اگر وہ
بلاؤں گے تو میں کیوں کر نہ جاؤں گا۔ ظاہر ہمارے مختار سے واسطے زمانہ انتہائی مصیبت
اور وقت پیش آمد دولہ ہے۔ اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب
نہیں گے۔ اگر میری قسمت کڑے گی تم کا میاں بی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو چھپر
نہر بان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب ہیں یا میرن صاحب ہیں حضور کے
..... بڑے مصاحب ہیں۔ جس کو وہ میں سے جس کو چاہیں حضور سے ملو ادیں۔
فرقہ شعرا میں سے جس کو جو کچھ چاہیں دلو ادیں۔ اُن کو اور مجھتہ العصر کو میری دعا کہنا
نجات کا طالب غالب۔ +

ایضاً۔ میاں بخاری تحریر کا جواب ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد فضل کو دی تھی
وہ انہوں نے واپس دی اور اسکی نقل کے باب میں یہ کہا کہ ابھی رتار نہیں ہے جب وہ
تیار ہو جائیگی میں اُن کو روپیہ دیکر لے لوں گا خاطر جمع رکھو۔ ہنشن ہر ہر سب کو ششما ہی ملے گا
حکم ہو گیا۔ ہر مہینے میں سودے لوار کھاؤ۔ کشمیری کچرہ گر گیا ہے وہ اونچے اونچے در
اور وہ بڑی بڑی کوٹھریاں دوڑو یہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں۔ آہنی شرک کا آنا اور
اس کی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے۔ چاروں سے پڑوا ہوا چلتی ہے۔ اُڑتے
ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ مینہ نہیں برستا۔ گیہوں۔ چنا۔ لیجرا۔ تینوں اناج ایک
ہیں نو میر سائے نو میر۔ میر فرار خیم اور میرن صاحب کو میں چھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں۔

مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ میں سختی نہیں ہوشِ رُپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہ بہانے
 مگر نہ باز پرسِ گہرو دار میں آیا ہوں خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے! اینہما بمن بھی
 نہیں ہوں دیکھئے انجام کار کیا ہے۔ شر کیا کھوں گا اور نظم کیا کہوں گا۔ وہ شرجہ تم دیکھ گئے
 ہوموئی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں جب آؤ گے یا جگو جلیا بڑے
 تو دیکھ لو گے۔ میکش چین میں ہے بائین بنانا پھرنا ہے۔ سلطان جی میں تھا اب شہر میں
 آ گیا ہے۔ دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن سے نہیں آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی کو
 اور رٹکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیج دیا ہے۔ خود یہاں لوٹ کی کتابیں خریدنا پھرنا
 ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر نہ معلوم ہو کہ وہ وہاں مع قبائل میں رہتا
 ہے۔ اگر تنہا ہے تو قبائل کہاں ہیں۔ مختارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں
 اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ نکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو۔ گو انکو
 ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خطا سمجھنے میں تردد نہ کرو۔
 اور ڈاک میں بے تاثر بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب کتب خانہ ہنتم فروری ۱۸۵۷ء وقت رسیدن نامہ
 ایضاً۔ نور چشم میر ہمدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا بیچنا جگو معلوم ہوا۔ یہاں
 اس میں غلط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور
 بھائی خدا کرے جگو بھی۔ لو صاحب جنٹ بہادر جہت تان کا حکم اور کے اجنٹ کو آیا
 کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت میں
 ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیویوں کو ہم اور جائیں گے
 راجہ صاحب کو سند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ستم رستم
 برد و آرد و داد * شنبہ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء * از غالب۔

پوچھنی اور کہہ دینا کہ میری دعا کچھ بھیجنا۔ بس تباہی ختم باقی ہو۔ کل میرن صاحبہ آئے پوچھا کہ اللہ سے کوئی
 خط آیا تو فرمایا کہ اس غبت میں کوئی خط میں نہیں آیا کیا کہوں کیا حال ہے بیش ازین پناشیر ٹپا کر اٹھا
 بس ہجوم ناامیدی خاک میں لجا بیٹھے گے * یہ جو اک لذت ہماری سببی حاصل میں ہے
 اب اس زمرہ کا بھی محل نہ رہا۔ یعنی سببی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی۔ اناشد وانا اکتیر
 راجعون * مرگو ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۱۲ ہجری۔ *
 ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب غیبی سانولے
 سلونے۔ ڈارچی مٹھے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا۔ صرف اُن کی
 ملاقات کی تقریب میں تھا۔ بارے اُن سے ام شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی۔ فوتیت کا استغفار
 معلوم ہوا تب ہمیں۔ پٹیہ پوچھا حکم کھلے۔ یعنی حکیم اشرف علی۔ میں اُن سے مل کر خوش ہوا۔ خوب
 آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اوچھے ہو۔ مصطلحات الشعر مصطلحات الشعر۔ بھائی
 وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصہ نہیں کی۔ میرے پاس تھا ہے۔ دیکھ چکو گنا۔ بیچو دوں گا۔
 تقاضا کیوں کرو۔ میان محمد فضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سر فراز حسین اور
 میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہار شنبہ۔ ہفتم رمضان ہشتم مارچ *
 ایضاً میان تکونیشن کی کیا جلدی ہو۔ ہر بار نیشن کو کیوں پوچھتے ہو۔ نیشن جاری ہو اور میں تمکو
 اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب جیو رہتے۔ تم
 شاہ پوری تباہ ہو۔ شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابو الفضل تو تھے گود بچا چاہیے
 درخت جگہ سے اکھڑ کر بدستواری جتنا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اب بچھڑے ہوئے یار
 کہیں قیامت ہی کو حج ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک حج ہوں گے سٹی الگ۔ شیدہ الگ
 ننگ جُدا۔ تہجد۔ میر سر فراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی۔ پھر دعا۔

یابہاں ہیں۔ میر نصیر الدین دبار میر کیس آئے اب مجھ کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔ قاسم علی خاں قطب الاقطاب یکدن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہوئی ہے اور کہاں ہوئی ہو گی ہے اس خط کا جواب کھو تو حیات مفضل لکھو۔ غالب صبح چار شنبہ ہنم جنوری ۱۸۷۷ء ایضاً یہاں تھلے خط کا جواب نہ صرف تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں۔ تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں۔ پہلی بات میں محمد فضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار دو۔ دوسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفضل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کے جب تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا ان کو عاشق تمہیں ہوئے نہیں۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ غور کرو یہ مقدمہ مجھ میں نہیں کہ ان کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس سو پچھہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریہ اور چاٹری اور اجیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار پاتے پھر او اور بازار اور خاص بازار اور بلاق بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی جوہلی کے کھنڈر گتے پھر اے میر مہدی تو در ماندہ و عاجز پالی بت میں پڑا ہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سر فراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور میں ان غنہاے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا سے لے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۳ جمادی الثانی۔ ۱۸ دسمبر۔ *

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سر فراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو میں خط نہیں لکھتا۔ *

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ ماجرا کیا ہے۔ *

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جب جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت

غرت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بابرہر بان دستار
الغالب۔ خلعت سات پارچہ اور جعبہ و سر پہنچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے
برابر پیار کرتے تھے۔ بخشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان
یہاں وہی نقشہ ہے۔ کوٹھڑی میں بیٹھا ہوں۔ ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کا
جھجھو دھرا ہوا ہے۔ تھک پی رہا ہوں۔ یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یا باتیں
کر لیں۔ میر فراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور
میری دعا کہدینا۔ جمعہ ۱۹ مارچ ۱۹۱۷ء

ایضاً۔ جو ابے حال دہلی والو سلام لو۔ مسجد جامع و اگلاشت ہو گئی۔ چلی قبر کی طرف
بیشروں پر کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ اندام غنی کو تر کینے لگا۔ دس آدمی ہتھم ٹھہرے۔
مرزا الہی بخش۔ مولوی صدر الدین۔ تفضل حسین خاں تین بیات اور ۱۲ نومبر ۱۳۱۷ء جادی الاول
سال حال جھ کے دن ابو ظفر سراج الدین بیاد شاہ قد فرنگ قید جسم سے رہا ہو کر تائب اللہ وانا الیہ راجعون
جاڑ پڑا، ہر ہند پاس شرب لہج کی آڑ ہے کل سے رات کو زنی گنگی پڑا رہا ہے۔ بوتل گلاس موقوف
راجہ پٹیا لہ مر گیا۔ مہند سنگہ اس کے خلف پر خطاب فرزند ہی اور القاب بجالا دیے قرار رہا۔ بالفصل
دیوان ہنال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہر جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے۔ وہ نواب
گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فردی حسینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی رہیت
کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیا لہ اور الور کے راج کا انتظام
اسی وقت پر ہو گا۔ بالفصل ابھی صاحب کچھٹا لوار دہلی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہیں۔ جہاں
صاحب تجارہ تک لگی شاییت کر گئے۔ یہاں ابھی صاحب سے کوئی صاحب نگہ ٹھیکہ دارا الور کی
شرک کا برائے کچھ کہا تھا جو اب دیا کہ الور کے مقدمات میں پنچوں کو اختیار ہے ہم کچھ حکم

کتاب نام دستور کھا گیا۔ اگر وہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تھامے ماتھ کے اوراق کھے لوں گا
تب ایک کتاب تم کو دوں گا۔ از غالب روز وود نامہ پنجشنبہ، رستمبر ۱۲۵۷ ع *
ایضاً۔ میر ہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی ترویج
ناعد ہوئی ہے میں اس جہنم میں رام پور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مدد ہے اور بہت منع کرتے ہے۔ برائے
اکے آسموں کا لالچ دیتے ہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں پہنچا
یکشنبہ کو غورہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد میں جا کر جناب مولوی
جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں کبھی
جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں واہ واہ
کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں انھوں نے
میراناک میں قہر کر دیا۔ تہنا جج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر
سے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورد گرمی برسات وہاں کا تھا۔ اب بشرط حیات جدیدہ بعد برسات
جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار دایہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۲۵۷ ع
سے کہ جس کو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ باہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو
روپیہ مہینا نام دعوت اور دیا یعنی رام پور رہوں تو دو سو روپیہ مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو
سو روپیہ بجائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب تانہ و شاگردانہ
جیتے ہیں مجھ کو ذکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دو تانہ رہی صاف تہ و تعظیم جس طرح احباب میں ہم
وہ صورت ملاقات کی ہو۔ لڑکوں سے میں نے نذر دوائی تھی۔ بس ہر حال غنیمت ہے رزق کے
اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریز کی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال چھڑے
اس میں سے مجھ کو ملے ساڑھے سات سو روپیہ سال۔ ایک صبیحہ نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپیہ

دیکھئے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آگئی۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپے بھیجوں تو ان پچاس جلدیں مل سکیں گی۔ دیکھئے تو من تیل کب میسر ہو۔ اور ادھا کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سر فراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے۔ میں تو آج جمعہ ۱۶ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب ہے۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو۔ میں تو متھے پوچھتا ہوں کہ میر سر فراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے۔ میر سر فراز حسین آئے ہیں اور میرے ہاں نہیں اترے۔ لا حول ولا قوۃ اترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آئے۔ فہوس ہے جن کو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھ کو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا اور مجاہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیوں نہ کر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۸ رجا دی الشانی کی اور الراجز کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے ہیں۔ میں سمجھا میر سر فراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن بے پور سے آئے اور خدا جانے کہاں اترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ ہے ہے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے ابنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میراجی ان کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا۔ اب اٹھا ہمن۔ سردی رفع ہو لے دھوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں۔ میں کہنت بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں۔ اب میرا مد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے چھانک آدمی بھیجوں گا۔ جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میر حسن کہاں ہیں۔

نہیں گے۔ اسفندیار بیک متوفی کا کوئی متبنی مدعی پرورش ہوا اُس کو بھی یہی جواب ملا۔
 اب اور یو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ میر سنگھ بیٹھے ہیں۔
 کھانا پیتا ہوں۔ خط لکھ کر بند کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک دالاں میں صبح
 آتی ہوں یہیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا۔ بسن سے
 ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا پھر اُس کے بعد خدا جانے کون آئیگا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر
 میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر حسین ریل فضل علی عرف میرن صاحب کو دعا۔ شگل کل دن
 جمادی الثانی ۱۶ دسمبر پھر دن پڑے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ دہلی باہم۔ صاحب آج تھا رخصت ہو کر آیا۔ اُس میں میں نے
 مسودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے
 کہ انتیس روپے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔
 اب سوقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھ کر کھلا رکھ چھوڑوں گا شام کو۔ مجتہد العصر
 میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تو دلیج کے اور اگر نہ جائیں گے تو
 موافق معمول گے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر
 خط بند کر کے بھیج دوں گا۔ خدا کرے اردو کی شرف کا لفظ انہوں نے ڈاک میں بھیج دیا ہو
 شام کو مجھے دے جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج
 اگر دُورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لہذا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات
 دن میں پھر آئیں گے۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمھاری
 جو چاہائی کرکھنے کا مجھ میں دُم نہیں۔ تم جانو وہ جائیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو۔
 ۶۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی امدی علی صاحب بیارنگئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب

میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میرا مہدی خاں ہو گا نا چار جو کچھ الور کا حال سنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحبِ لایحٹ سے اجازت لے کر بلایا ہے۔ کھتے ہیں کہ صاحبِ لایحٹ الور نے راجہ کے بلوغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اُن کا راج اُن کو بلجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں بچا ساسٹھ جزو کی کتاب ایمر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدیم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے۔ شرہ بولیں بادہ ناب کی تو شک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب پکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیاتے ہیں۔

کے کیں مرادش میت بود اگر جم نباشد سکن بود

میرزا خیر حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔ ۴
ایضاً اے خباب میرن صاحب السلام علیکم۔ حضرت آداب۔ کہو صاحب آج اجازت ہی میرا مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا مس کیا کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف بچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ ہمیں میرن صاحب اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو۔ بھان اللہ لے لو حضرت آپ نے خط نہیں لکھتے اور مجھے فراتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم

تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا۔ تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں
 آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور
 مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ بخت کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۱۱۔ جزوی شہادۃ
 ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو اور دھڑاؤ خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا
 ولی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے۔ موافق دستور قدیم مل آئے غرض کہ
 پنجشنبہ ۱۹ دسمبر کو پرودن چرٹھا لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی تفصیل کے تیلے
 ڈیرے ہوئے۔ اسی وقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو کر گیا میرٹھ سے بلا اُن کے حمیم
 میں بیٹھ کر صاحب سکریٹری کو خبر کروائی جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سن کر نو میدی کی پوٹ
 باندھ کر لے آیا۔ ہر چند پنشن کے باب میں ہنوز لاؤنچ نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا
 ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں۔ ممکن تجربہ
 ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھئے کیا صورت درپیش آئے گی۔ مسلمانوں کی املاک کے واکزرا
 کا حکم عام ہو گیا ہے جن کو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج کیشنبہ یکم جزوی شہادۃ
 ہے پرودن چرٹھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک پر قبضہ پاؤ
 چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب میری
 دعائیں کہنا اور حکیم میر شرف علی کو بعد اعلیٰ کے یہ کہدینا کہ وہ جو بوجہ تم نے مجھ کو دی تھیں۔
 اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم اپنی مرگ کا طالب غالب۔ *
 ایضاً۔ برخوردارتھا رخطا آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الود کا کچھ حال معلوم
 کر لوں اور کپستان الگنڈر کا خط آئے اور میں اُس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو
 اُس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آج تک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچا کہ اگر یہی تھا

نام ہے بے شبہ چشمہ آبِ حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی اچھا
 عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ مختار خط پہنچا تو دو جھٹ۔ میرا مکان ڈاک گھر کے
 قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت۔ نہ محلے کی حاجت۔ بے وسو اس
 خط بھیج دیا کیجئے۔ اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے
 اس وقت جہاں ہوں دیکھوں کہا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گزشت نہیں ہے
 لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ ہر وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ ۛ
 ایضاً او میاں سید زادہ آزادہ ولی کے عاشق و لداوہ۔ ڈھسے ہوئے اُردو بازار کے رہنے
 والے حد سے لکھنو کو بُرا کہنے والے۔ نرول میں مہر و آرم نہ آنکھ میں جیا و شرم۔ نظام الدین
 ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ الکیا اُردوہ سوخا موش۔ دوسرا غالب۔ بخود
 و دہوش۔ نہ بخنوری رہی نہ بخندانی۔ کس برتے پرتتا پانی۔ ہاے ولی واسے ولی۔ بھاڑ میں جا
 ولی۔ سُنو صاحب پانی پت کے بیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد
 دلاور خاں۔ اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں ولد صاحب خاں۔ اس شخص کا
 حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے۔ عمر کیا ہے۔ طریق کیا ہے۔ حسین
 خان کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھو اور جلد لکھو۔ ۛ
 ایضاً۔ سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو
 اٹھایا ہے۔ ایک غریب تیدِ مظلوم کے چہرہ نوزانی پر جہاں سا نکلا ہے تلو سرا یاہ آرائش گفتار بہم پہنچا
 میری دعا اُن کو پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے۔
 سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے۔ اہل ماہ انگیزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی
 آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی اس سہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے۔

کیوں نہیں چاہتے کہ میں جیدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے میں دن بعد آپ خط شوق سے لکھنے لگا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو۔ تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ۔ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا اور آج تک اسے خط نہیں لکھا۔ لاجول ولاقوتہ۔ سونو میر جیدی جیسا میر کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہو گئی۔ پیش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو۔ برہنہ کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی ازبے چاوری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر شریفی میں اور ان میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر جل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی منحل میں تمہاری کیا گت آتی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ ذکر را گاہ خرد اسکے معنی کیا ہیں پوچھو اور نہ چھوڑو جب تک نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو اندھی چلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے۔ میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھ کر چھوڑ دوں گا جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دے دیا ہے

اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلماء اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔

ایضاً بابا میاں بابا میر جیدی آیا او بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور دارالسرور ہے جو یہاں ہے وہ اور کہاں ہے۔ پانی سجان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی کا

لکھوں میری بلا سکھے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی اُس میں ہو گا تو میں اُس کا جواب اُنکھوں سے لکھوں گا۔ اور ماں میاں تم نے میر شرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مزنا سنا ہو گا۔ اُس غریب قول ہے کہ میری دونوں بہنیں اور بایں بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہو گا کہ کون سی لڑکی مری۔ کاش اُس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کوئی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلوں۔ اس امر میں حق بجانب اُس مظلوم کے ہے تو ضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تھارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اس واسطے ایک لفافہ مختاری پسند کا مختاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین کو پہر کو میرے پاس آئے تھے اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سر فراز حسین الود گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک ن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے۔ میں اُدھر آیا۔ ظاہر یا رسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب گئی اب اُن تک کیوں کر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سُنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین چشتی کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔ ہوا میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھا ہوں اور پھر مختارے علاقہ سے دُعا۔ صوفی صافی ہوں۔ اور صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگر حفظ مراتب کئی زندیقی ہے یہ جواب ہو مختارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی۔ یہ بات اچھی نہیں میں تو دُرگیا کہ اگر مختارے خط میں اُنکو دُعا سلام لکھو گنا تو اُن سے تم کا ہے کو کہو گے۔

آج ۱۲ راج کی ہے پانچ چار دن جینے میں باقی ہیں۔ آج وہی ہی تیر ہے خدا نے
 بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک
 خوشی کو کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہو گا کہ ایک دستبنو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی
 نذر بھیجی تھی آج پانچوں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے پہلے
 ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین ہر بات
 کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لاینگا تو اس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا
 چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاتھ بھی کتاب کی تحسین اور
 عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر
 سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دوا کا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً بخوار نور چشم میر جہدی کو بعد دوا سے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے
 بخار کو کیوں آنے دیا تب کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو
 مانع نہ آئے تب بن بنکر آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں
 کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھا آج ڈاک میں بھیج دیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب
 ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت گڑبگڑ حق تعالیٰ
 تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر محکوم سنائے۔ سونیاں سرفراز حسین ہزار برس میں
 محکوم ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال سیر کہتا ہے۔ بنیر در شکر آیت روبا دارو۔
 پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈتا ہوں کہ میرے واسطے کہنی بات ہو محکوم کیا پیام ہے کچھ نہیں۔
 شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ اودھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سزا میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب
 میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

گئے ہوئے تھے کل آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُس کے موافق
 عمل کروں گا۔ جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو اسید اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو
 کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکھا پایا سا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا
 دہندہ ہے میرے تفتد کا حکم بھیج دیا۔ حکام سے مجھ کو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد
 دی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میرے سر فرزندین کو
 یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دُعا کہنا۔ ۴

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے۔ نشر میں خود نمایاں کرنے لگو
 کئی دن سے تمہارے خط کی جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حُسن حرکت کر دیا ہے آج
 جو بسبب اُتر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر ساز بجا
 کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قاتل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں ہنر کے کنارے دھتے بہتے
 روویل بن گئے ہو۔ کیا قاتل کیا روویل یہ سب ہمنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلی
 کی باتیں ہیں۔ چوک میں بلکیم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا
 اُس میں سنگ گشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ آبی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں
 ڈھا کر رہتہ چڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص عام کچھ نہیں ہے۔ پنشن داروں سے
 حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جواں نخت کے سالے ولایت علی بیگ
 جے پور کی زوجہ ان سب کی آلاؤد سے رہائی ہو گئی۔ دیکھئے کب میں رہیں! لندن جائیں
 خلق نے از روئے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں گا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے سو
 سارے شہر میں شہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۲۸۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے
 اور پنشن داروں کو چھو لیاں بھر بھر کر روپیے دیئے جائیں گے۔ خیر آج بُدھ کا دن ۲۲ جنوری

پیر زادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے انکی بندگی مجھ سے کہی ہو خدا کی واسطے میری دعا ان سے کہ دنیا ۔
 ایضا میری جان سنو ہستان صاحب کشتہ بہادری یعنی جناب نڈرس صاحب بہادری نے مجھ کو بلا یا ۔
 ۲۴۔ فروری کو میں گیا۔ صاحب سکار کو سوار ہو گئے تھے میں اٹھا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا۔
 ملاقات ہوئی۔ کرسی دی۔ بعد پرش مزاج کے ایک خط انگریزی جاوے کا اٹھا کر پڑھتے رہے۔
 جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منگلو صاحب اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باپ سے
 لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ منظمہ سے خلعت
 کیا مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آلود لای لے گیا تھا وہ پڑھو دیا پھر پوچھا تم نے
 کتاب کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منگلو صاحب نے دیکھنے کو مانگتی ہے اور انکی
 میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا۔
 دیکھو میر ہدی حاکم پنجاب کے مقدمہ لایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرش سے
 کیا مدعا۔ یہ اتفسار حکم نواب گورنر جنرل بہادری ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے۔
 غرض کہ دوسرے دن کیشبن یوم لتیطیل تھا۔ میں اپنے گھر آیا۔ دو شنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے
 میں بیٹھ کر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کپتان کی چٹھی آئی۔ سواری
 مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہانسی جیون لال کو دے جاؤ
 وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اُدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات
 سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سٹیفٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط
 منگلو صاحب بہادری کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ ہستد عاکی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی
 بھیجا جاوے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں
 اجڑن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم ان سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجڑن صاحب یہ دیکھو کہ تم کو معلوم تھا

اڑا ہے اسکو دیکھ لوں پھر فطری کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد منشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد و پستور ہے گا۔ سبک سیر کیوں جاؤں کہ یہ سب موطوی جھوڑ کر نکل جاؤں۔ پش جاری ہوئے پر بھی تو سوار ام پور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ مین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں مضطرب کی کیا وجہ چپکے ہو رہا اور محکوم کسی عالم میں ملے اور مضطرب گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطرین دستخط خاص سے لکھی تھیں اللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ کیسے مقدمہ کا ذکر ہے ایضاً تہ صاحب۔ اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر جہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مہربان ہوں۔ میر سر فراز جیسے نہیں کہ ان کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اس میں تم بھی آگئے۔ کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندہ ہر وفا ہوں گرفتار نہیں بھارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام صلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی ڈونگا۔ میں نے سلام پہنچے دیا۔ اور فطر ہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو نہیں ان کو دو لکھا۔ محرم نام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا بتا نہیں ظاہر رسالت نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجھلا سنو ایک عذر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ اہتمام مکانات کا ایک آفت و بآ کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمع حالات کی جامع ہے۔ آج اکبروان دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جطرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ ان کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آتی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے۔ سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

کی ہے ایشبنہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آئندہ غریمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلالائے حضرت اپنے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کیئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر شرف علی صاحب دیر سرفراز حسین کم اور یہ ستم پیشہ میر جہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جاہلوں کے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جاہلوں گے۔ دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنیے سے سیانا سودیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم محکوم سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھو کہ میں شیخ جلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہو گا بھائی تو یہ میں نہیں پتا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزویوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس منہ نشن قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جینک جو اب پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنکلی خبر گرم ہے دیکھئے کب آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک دن بیچ

میر نصیر الدین کو دُعا۔ حکیم میر شرف علی کو دُعا۔ یوسف ہفت کشور کو دُعا۔
 ایضاً۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے کھنکھانے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہو کہ میرا لپکا نکلا
 میرا بھجونا منجھو ملا۔ میرا جام منجھو ملا۔ میرا بیت الخلا منجھو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی ایو کوئی ایو فرو تو
 میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی۔ اکتون شب میں شب بہت روزم روز بہت
 بھی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میر خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا
 اگر پہنچتا تو بیشک ہتھاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے
 اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے منجھو وہ رواد لکھتے جو میرن
 صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔
 اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا
 اب ان میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حُسن بھی کیا چیز ہے۔ تاو کا اتنا
 خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو
 میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا
 جواب اُن سے لکھو اگر بھجواؤ۔ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔
 تپیں مستولی۔ اندج ہنگا۔ بیچارہ منشی میرا حسین کا بھتیجا میرا داد علی آشوب کا بیٹا۔ محمد میر۔
 شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اُس کو دفن کرائے۔ جوان صالح۔ پہنیر گار۔ مونین کا
 پیش نماز تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مجتہد العصر کا حکم بجالاؤں گا۔ اور رئیس کو بلکہ
 مارا المہام ریاست کو لکھوں گا۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائیگا اور دار المہام
 امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دُعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب
 نہیں لکھا۔ ہم بھی مختاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر شرف علی کو دُعا کہنا۔ اور کہنا کہ

گلی گلی تندی بہ رہی ہے۔ قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مہنہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ بچن کال سے پانی ویسا برساکہ بوئے ہوئے واسے بہ گئے۔ جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بولنے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال۔ اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دغا۔

ایضاً

بے نہ کند رکھ من خامہ دانی نرسبت ہو آتش بے دود کجائی
میر عہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگلیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ گراے آتش سیال کہاں کہ جب دو جڑے پی لئے فوراً رگ و پنے میں دوڑ گئی دل تو انا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تو جادیم پہنچا۔ ساتی کو زربا بندہ اور تشنہ لب۔ ہاے غضب ہاے غضب۔ میاں تم نشن نشن کہہ رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور نشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔ جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں۔ تم کو نشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اہل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو گا تم کو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف صہر سہی۔ یوسف کشور سہی۔ انکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپے مہینا بھیجے جاؤ گا۔ اب انکا تقاضا ہے چم روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ چھوچھا جان کو لکھو کہ چھوچھی جان جو کی مرقی میں۔ خراج جلد بھیجے۔ ورنہ نالش کھیا لگی اور تلو گواہ قرار دیا جائیگا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھا دینا۔ میر سر فرارین

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیسپر کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انگو ہاری دُعا کہنا ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک مثل ہے قلم و دات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا کر تو جو بے روزہ شکوہ شکایت و عتاب خطاب لکھنے لگے۔ کل حکیم اشرف علی آئے تھے سرنڈ واڈا لاسے مَحَلِّقِیْن رُوئے سَکُم پر عمل کیا ہے۔ میں نے کہا سرنڈ وایا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے وائزنگا آرم کہ جامہ ندارم۔ واللہ اُن کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آگئے اور برقرار و بجال ہے خدا کا شکر بجالایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارکباد دینا۔ خردوار بھول نہ جایو۔ تمہاری شکایت تہا سے بجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خطا پانی پت سے بھیجا تھا اور کرناں کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کہ ناں سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پتجا بھی نہیں تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بید ہے۔ ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ ہوو تمہارا گلہ بجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرناں نہ بچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ماں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا۔ اُن کی خیر و عافیت نہ اُن کی بندگی بندگی لکھتے تو خیر و عافیت تو کہتے۔ یہ باتیں اچھی نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں واللہ اُن کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر واللہ کو وہیں بلالیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بُود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرن نشین اُس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تم کو اطلاع دیجائیگی۔ شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ گرا یہ کو مکان ملنے لگے۔ چار پانچ گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میرا حمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ
خفیہ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تھارے نہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو فیض
ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ۔

میں جھولا نہیں تجکاوے میری جاں کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکاں
برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ تناسم جان کی گلی سعادت خاں کی ہنر ہے۔ میں جس مکان میں
رہتا ہوں۔ عالم بگیخاں کے کمرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے
جو دروازہ تھا گر گیا۔ ٹیرھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں
چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گڑی بھر رہے تو چھت گھنٹہ بھر رہے۔ کتابیں خدا ان سب توشہ خانہ
میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کہیں چلی دھری ہوئی۔ خط کہاں ٹھیکر بکھوں۔ پانچ چار دن
سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرت ہے۔ آج ایک من کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میری
کے خط کا جواب لکھوں۔ آلو کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یہاں
حالم کثرت اندوغم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال جو کچھ کہو
کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نو مبر میں ہمارا جہ کو خستہ مارے گا۔
اگر وہ اختیار لیا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا۔
آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رخص کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی
حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں تندرستی ہزار نعمت ہے + ہائے پیش مصرع
مرزا قربان علی ہر گیب سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجھ کو پسند آیا ہے
تنگدستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے
مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا۔ آہا ہا ہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں۔ حضرت

حاکم صدر محکوم پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دُعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی تہر کی جواب عربی لبربی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دُعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ یت دُعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دُعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ بہتر غنہ سیر حنا کے پل کی۔ ہر سال سیلہ پھول الوں کا یہ پانچویں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلم و ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہو گئے دیکھئے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دیا کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ حجاز۔ بہادر گڑھ۔ فوج نگز۔ دو جانہ۔ پاٹودی۔ لومارو۔ چار معدوم محض میں جو باقی رہے۔ اس میں سے دو جانہ ولومارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کشتہ بہادر اُن دنوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔

اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سگے نیاموسوم اسد۔ تینوں مردود و مطرد و محروم و منعموم ٹوڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و صوبہ پھر ہم کو کیا آسمان سے بادۂ گلہام گر برسا کرے۔

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خاں کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی ٹرک دیکھ جاؤ۔ بلاتنی یکم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر بہتر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالباً فردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دُعا۔ حکیم الملک حکیم میر شہنشاہ علی کو دُعا۔ قطب میر نصیر الدین کو دُعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دُعا۔ غالب۔

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آئندہ کیا ہوگا۔ سلطان الحلاوت مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر ان کے علاج علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیریتیں غیز و داری و بیگانگی کی آئینہ سے دعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین کو دعا۔ زیادہ کیسا لکھوں۔ ❖

ایضاً۔ میاں کیوں نا پاسی و نا قی شناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں۔ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر مہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زحیر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ۔ میرے چشم کی آنکھ کیوں دکھتی۔ میں نے خط تھیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں دہاں آؤنگا مجھ کو خط بھیجنے میں تاہل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کر لے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار سو پچاس روپے ہوئے۔ سو نہ خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اٹھ گئے۔ مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ میں اس کا قرضدار ہوں روپیہ اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حاب کیجئے۔ حاب کیا۔ سود بٹول سات کم پندرہ سو ہوئے۔ میں نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حاب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپے نکلے۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے۔ نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجھ کو دو۔ پانسو سات تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتہ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا تو انھیں پھوٹیں بات رہ گئی پتہ رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے میں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میرا دار و گیر سے بچنا کرامت اللہ ہی ہے ان میوں کا ہاتہ آنا عیضہ اللہ ہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانیا ستحق نہیں

جسٹا نہیں دیکھو خط لکھتا تھا۔ میرسرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دے دیا۔
 ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود دوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اُٹ بچھا
 ہوں۔ تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۳۸۵ء تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرم کی پہلی تاریخ سے اس کے
 میر نصیر الدین لائے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں اب کی بار درو میں مجکو غفلت بہت رہی کتر جا
 آنے کی خبر نہیں ہوئی جب اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں لائے۔ تمھاری آنکھوں کے غبار کی وجہ سے
 کہ جو مکان دلی میں ڈھلے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اُس کو آپ نے
 ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجھ سے میرسرفراز حسین
 کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی آزدگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا۔
 یہ رقمہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میرسرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید
 مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس اُلفت پر اطلع پائیں۔
 ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دے رہے تھا راض نہ تھا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میرسرفراز حسین
 تمھارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سُن لو گے میں کیا لکھوں میں
 بھی جو کچھ سنا ہوا نہیں ہے سنا ہے اُن کا اس طرح ناکام بھڑانا میری تمنا اور میرے مقصود کے
 خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہو میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہو گا۔
 سو روپیہ کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ یہ زیر باری میرے جو دے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی
 میں نے اس چھپا سٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور ویسا ہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں
 ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میرسرفراز حسین کی زیر باری سے دل گڑھا ہو۔ وہاں کو کیا چھپتے
 ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ ٹوٹ ایسی سخت۔ کال
 پڑا۔ وہاں کیوں نہ ہو۔ لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔

ایضاً۔ جان غالب تمہارا خط پہنچا غزل صلاح کے بعد پہنچتی ہے۔ ہر اک پہنچتا ہوں وہ کہاں ہے۔ * مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس تہ کا ہو گیا۔ اسی میر ہندی تجھے شرم نہیں آتی میاں یہ اہل دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہل دہلی ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں جس کی ٹٹی پروا ہو اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ حجت اوسمت بدلی ہوئی ہے بہر حال میگزد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈنگی کے کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوا ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک ہے۔ مباحثہ ایک صحرائی ووق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جوڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغچے کے اس جانب کو کئی باغیں تھیں اب وہ باغچے کے صحیح کے برابر ہو گیا یہاں تک راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فیصل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا۔ کشمیریدروازہ کا حال تم چمکے ہو اب ہنی سڑک کی واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ۔ دھوبی واڑہ۔ راجی گنج۔ سعادت خاں کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ راجیداس گودام کے مکانات۔ حصارام کا باغ حویلی۔ انیس سے کسی کا پتہ نہیں ملتا۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جگہ کنوئیں جابجہ ہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا۔ تو یہ صحرا صحرا کر بلا ہوا۔ اللہ اللہ ولی کے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے خیر اعتقاداری بندہ خدا۔ اردو بازار نہ رہا اردو کہاں ملی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہو کیسے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہرو اور کا حال کچھ اوسے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگنڈر مدنی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہر انکی

یوں نہ لکھو وہ خط نہیں ہے۔ چاہ آج ہے۔ آج بے باران ہے۔ محل کے شہر ہے۔ خانہ کے چراغ ہے۔
چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امضوری لکھ لیا۔ زوائد
کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمھاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی سارے
تین سطرین ایسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہم نے
بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصو عارف کرو خانہ ہو۔ میر نصیر الدین
ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمھارے چچا کو یا لکھو بھجیوں
نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خاں مرگے۔ حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو
روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلودار وغہ بیار ہو گیا تھا آج اس نے غسل صحت کیا۔ باور علی خاں
کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے۔ حسین علی خاں کے گلے میں دو غدد ہو گئے ہیں۔ شہر چپ چاپ۔
نہ کہیں بھاؤ بھاؤ بجاتا ہے نہ سڑنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہیں
دُعا بنتا ہے۔ دلی شہر خموشاں ہے۔ کاغذ بڑ گیا ورنہ تمھاری دل کی خوشی کیو سٹے ابھی اوکھٹا
ایضا سید صاحب تمھارے خط کے آئینے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن نہ
وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں حظ سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو روپے
ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس سہولت کے
پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بٹاسے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ انور چلے
جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ
اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھو لکھیں۔ نیشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں۔ حاکم
خط کا جواب نہیں لکھتا۔ علم میں ہر خیر تخصّص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں
بتاؤ۔ بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگہانی آؤ رہے
 میان شہ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وہاں عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری
 کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب اسی ہفتہ میں غایت
 اسی ہفتہ میں ایک نسخہ بسیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپہ کی بھی تدبیر ہو رہی ہے
 اگر ڈول بندہ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائی گئے ہیں
 اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں نے شرکت خیر اُسکو چھوڑاؤنگا۔ مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور
 کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔
 میرا خدا اکرم۔ میرا خداوند بخشنے والی علی دارم چہ غم دارم۔ وہاں کی آج بدم ہو گئی ہے۔ پان سات دن
 بڑا زور شور رہا۔ پر رسول خواجہ مرزا ولد خواجہ امان علی اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل بات کو
 اُس کا نو برس کا بیٹا بیضہ کر کے مر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ الوری میں بھی وہاں۔ الگ انڈیا میں
 مشہور الگ صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں دھجے میں متوسط
 تھا۔ اس جرم میں ناخود ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہلکوا گیا۔
 ایضاً۔ ماں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیج دیا۔ اب کیا لکھوں
 تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے لغافہ کو گریڈ
 کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا۔ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں
 خیریت ہو وہاں کی خیر غایت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہو
 مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میرے سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ماں حکیم
 میرا شرف علی اور میرا فضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتو
 رہو۔ کیوں سچ کہو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ مای کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرق بننے دیا۔ نہ اپنا ہم نخلص ہم پہنچایا۔ فقط نشن کی صورت یہ ہو کہ کو تو اس کیفیت طلب ہوئی اُس نے اچھی کھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتویں گت کی مجکو اجرٹن صاحب بہا نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے۔

تو وہ اگر ہے تو اس میں ہے کہ وہ اپنے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آئندہ کو مقرر ہوتی ہے غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روکاریاں ہوئی ہیں۔ صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو ربانی ہو صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ ذکر بند کیا۔ اور یہ لکھ دیا کہ یکم گت ۱۵۰۰ تک میں نے ۱۵۔ جینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھجو۔ اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تا کہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میرا شرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میرے فرزند حسین باپنی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو مجکو اطلاع کرنا۔ *

ایضاً۔ مارٹو الا یا تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج زقار کا برا ہو ہننے اسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و گوشہ تھا۔ چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے۔

سو بھی تو کوئی دم دیکھ سکا اور فلک۔ اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک لکڑی دیکھنا

یا در ہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہو۔ کل سے مجکوئے کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں و صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ نہیں آتی مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں سے پائیں نہیں بچھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو لکھتا ہوں۔ سنو نشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھی میں تم کو بہت آرزو ہوں۔ میرن صاحب کی تندہی کج بیان میں اظہارِ مسرت نہ مجکو تنہیت بلکہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر ہمارے راسے میں نشین پائے کا استحقاق رکھتا ہوں پس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو ضرر میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں۔ جاڑے آتے ہیں محاف تو شک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا۔ منشی امیدنگہ اندر والے دلی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دکھایا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ اگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُس کو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ سودہ بھیجا گیا۔ رنی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگہ نے لیں۔ پچیس روپیہ بھاپے خانہ میں بطریق ہندوی بھجوا دئے جس پر طبع نے بشمول سسی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا اگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیے ہو۔ حکام نے بحال خوشی اجازت دی پان سو جلد چھاپی جاتی ہے اس ن پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی امید سنگہ محکمو دیں گے۔ میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ برسوں خط لفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرسہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک محال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ اُن کو جاگیر گسٹ میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگہ اندر جانے والے تھے اگر ختم کر کے سودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔ *
ایضاً خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میرا شرف علی صاحب نے تمھارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاف قصہ تمھارا ہی کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو۔ جہاں دوسرا میر جہدی بھی ہو محکمو دیکھو کہ میں کیسے دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہنام

روپیہ کے کیشت پانے کی اور آئندہ ماہ باہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیج دیں سو یہاں اُس کی تعمیل بطور مستجاب ہوگی۔ کم و بیش دو مہینہ میں سب پیسے مل جائیگا اور ہاں صاحب کشتربہاؤ نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو تنویر و پنیر خزانہ سے منگالو۔ میں نے کہا صاحب کیسی بات ہے کہ اوروں کو برس دن کار روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ وراجہ کا حکم مل جائیگا۔ اوروں کو یہ بات برسوں میں میرے آئیگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دو شنبہ یکشنبہ ان کی ہفتہ پانچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر تنویر و پیہ منگالوں۔ پر یار ولایت کے ان کا تعلق خدا ہی سے ہو حکم تو اسی کے حکم کے ساتھ اُس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دو تنویر منگا کر اور تم دیکھ کر ہوا کھو کہ وہ کیسی ہے اور اس میں کیا لکھا ہو چاہے حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی لکھ کر مجھ سے مانگی اور میں نے دی۔ اب ان کیوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہو وقت مختار الیکٹراؤ یوسف مرزا کا ایک خط آیا جسکو باتیں کر نیکام ملا تو دونوں کا جواب بھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میرے سرفراز حسین۔ میرن صاحب میر نصیر الدین کو دے دے عا۔

ایضاً۔ سید صاحب تم مجرم نہ میں گنہگار۔ تم مجبور میں لاچار۔ لو اب کہانی سنو۔ میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خاں بیجا دسات برس کے قید ہو گئے تھے سو ان کی تفصیر معاف ہوئی۔ اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور نیشن کے باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔ میں مجر د اتنا اس خبر کے ڈاک میں ٹھیکر میرٹھ گیا ان کو دیکھا۔ چار دن ہاں رہا۔ پھر ڈاک میں کچھ آیا۔

تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں گر ہفتہ کو گیا۔ منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجھ کو آئی ہوئے

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا انکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب نے یہی ہو گئے جیسے آگے تھے اچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمھاری ہلو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بغیر الفاظ لکھتا ہوں۔ کیوں نہ میرن کو مختتم جانوں؟ دلی والوں میں اک بچا ہریش میر تقی کا مقطع یوں ہے۔ میر کو کیوں نہ مختتم جانیں؟ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آئے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا کل یوسف مرزا کا خط لکھتے سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والدہ ان کا دائم محبس ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کا ہے کو کچھ کا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو۔ لو بھی اب تم چاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ خور ہیں۔ وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے سنگا دو۔ میں بھی بجا جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا برخوار میر نصیر الدین کو دُعا پہنچے۔

ایضاً۔ میر مہدی جتتے ہو۔ آفرین صد آفرین۔ اردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجبور شک آئے لگا۔ سُنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے حملہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر میں نے اُس کو پہل کیا۔ اللہ برکت دے۔ میری نیشن اور اُن کے انعام کا حال کما ہو حقہ سمجھ لو وَلِلّٰہِ حُجَّتُ الْکَافِیَّةِ ایک طرز خاص پر تحریر ہوئی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں شخص کی نیشن کے پڑھے ہوئے

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے۔ بوڑھا ہونے آیا۔ ڈاڑھی میں
 بال سفید آگئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بچاؤ لکھے ہو۔
 یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۹۴۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ یہ
 فروری ۱۹۴۸ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا
 روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ ماہ
 غننے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُسکو
 کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی اُغلی ہے۔ چیل بسوال لے گئی
 تو کا ہے سے پٹھکوں راب بد علی بخش خاں پچاس روپیہ مہینا پاتے تھے بائیس
 مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آئندہ ملنے
 میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خاں سو روپیہ مہینہ کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو
 روپیے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے
 کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مٹا جمدار دس روپیہ مہینے کا
 سیکھ لمبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آئندہ
 کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجھ کو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو
 اخیر خط پر صاحب کشنز بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ بلجاویں
 میں نے وہ سو روپیے نہ لئے۔ اور پھر صاحب کشنز بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ ماہ
 مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیے ہوتے ہیں۔ سب
 پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھ کو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے
 مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے۔ ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے

نوان نہ ہو۔ انتظار میں تھا کہ محتار خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے کچھ صبح کو محتار خط آیا دوپہر کو
 میں جواب لکھتا ہوں۔ روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے
 میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہو اور حالت ہو کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لہٰذا
 دروازہ کا تھانہ دار موڑ دیا چھاکر ٹرک پر بیٹھتا ہے جو باہر کے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر آٹا
 میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
 رہتا ہے اس سے علاوہ سببوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ لکھتا ہے
 تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو
 مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسدا لندھاں پنشن وار شدہ
 حکیم شیاے دل کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں
 کے زمانہ میں نکلا اور نکلا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار
 اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت جمدار نے
 محلہ کے نقشے کے ساتھ کوٹوالی میں بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر نکال دیے
 کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں انہیں ٹھا دو۔ اور آئندہ کو مخالفت کا حکم نہ دو۔ اور
 بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو سلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر
 مقدور نذرانہ دے۔ اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے
 گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بسنے کی
 کون جہورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
 شہر میں آتے ہیں الْمَلِکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نوحیم میرزا حسین اور برنخو دار میر نصیر الدین کو دعا
 اور خباب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی۔ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

تو ان کی بُرائی اوروں میں سرایت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیئے۔ میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے
مگر میں تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمہارے پاس وہ یہ کہاں جو تم نے آم خریدے
خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی
بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام تپلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور
ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر شریف علی کو کہ وہ ان کے علم کی کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں
چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہیں۔ میری دُعا کہہ دینا۔

ایضاً۔ کیوں یا کیا کہتے ہو۔ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمہارا خط پڑھ کر دو
بار یہ شعر پڑھا۔ وعدہ وصل چوں شود نزدیک بد آتش شوق تیز تر گرد و پد کلو کو
مولوی منظر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں میں آتا ہوں۔ جلا
بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں ان کو بلاتا۔ انہوں نے جواب میں
بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھنٹی کے بعد وہ آئے۔ ادھر کی بات
ادھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اچی کیوں حضرت آپ
میرن صاحب کو نہیں بلاتے۔ صاحب میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام
کا ان کو بتا لکھا ہے کہ وہاں پھٹ کر محکمو اطلاع کرو میں شہر میں بلا لوں گا۔ صاحب اب وہ
ضرور آئیں گے۔ آخر کار ان سے اجازت لے کر اب تک لو لکھتا ہوں کہ ان سے مختصر یہ کہہ دو کہ
بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو
باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سنو کہ بے نزق جینے کا ڈھب مجھ کو آگیا ہے۔ اس طرف سے
خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا۔ آئندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو
نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

بھٹنڈہ صوبہ پٹوا کر ٹکٹ چھوڑ کر اجڑن صاحبہا و بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے حقا جو باہر
پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جبہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی
اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کے دعائیں نہنچیں۔ بنو خدا
کا مگر میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا ہے سچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جو وقت میں یہ
قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا
تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو
لفافے میں لٹک کر ٹکٹ لگا کر سزا مہکھ کر کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھپر بھی تھی کہ
دیکھوں میرا میر مہدی خطا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا۔ تم نے جلے چھپو لے پھوڑے۔ لو اب
تباؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم
سنا ہو گا بے اہل باتیں ہیں۔ پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے
حاکم نے اگر ایک رو بکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو
ایک آدمی آگئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے کبس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ
روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف موڑے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا
ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دو دمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک
آدمی ساتھ۔ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری پتھی ہوئی۔ میں نے کہا انا باا سلطان العلماء
مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے
فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے۔
ایک ایک آم کو ایک ایک نرنگہ گلاس سمجھایا وہ انگوڑے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھر ہے کہ
پنیٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے عیاں کہتا تھا کہ یہ اتنی تھ پندرہ گر گئے بلکہ سڑ گئے۔

چھپ چکا ہے۔ کل اتوار تعطیل ہے پرسوں دو شنبہ سے دیکھے یہ کاغذ کیوں کر تقسیم ہوں گے
 کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کو تو اٹل کو
 حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں نیشن دار کی کیفیت لکھو کہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کو تو اٹل
 موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کو تو اٹل چوتھے جائیں گے اور
 میری بے مقدوری ظاہر آئیں گے۔ تم کہیں نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی ٹرہا ہوا روپیہ مل جائے گا
 اور آئندہ کو نیشن جاری ہو جائیگا۔ نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت خلاص مستحق ٹرہا
 چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اس طلب
 کے جواب میں بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو میں آؤں۔
 دیکھو اب اس بائیں دن میں سب حال کھلا جاتا ہے۔ میرسرفراز جین کو ڈعا کہنا اور میری طرف
 سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو ڈعا کہنا اور میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔ غالب

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادۃ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعا سے درویشانہ قبول فرماویں آپ کا مع الخیر
 وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدموں اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو
 یوسف از مصر بکھان آمد و تفرقہ اوقات و سفر رام پور و شدت تہمت معضی اس کی ہولی کہ
 ہنوز تھارے مسودات دیکھے نہیں گئے۔ تا نزل باران رحمت الہی اور بھی چکے بیٹھے رہو
 اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہئے گا اور اپنے والد صاحب
 یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچائیے گا
 اور عرض کیجئے گا کہ آرزو سے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جب تک حضرت صاحب عالم کو مایہ
 میں اور انوار الدولہ کو کالیپی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہو لوں میری روح کو

میر سر فرز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کے اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر پھٹریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ نہ لیں۔ شکرم میں۔ کراچی میں چوپہٹے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلی ماروں کے محلہ میں میر مسکان پڑا تریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی منظر علی بستے ہیں میر ان کے سکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زہار کوئی نہیں روکتا یہ اصلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پتھتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔ *

ایضاً۔ میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے۔ وہ وہاں اچھی طرح ہے حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں۔ حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔ وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں نیشن کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مچکواتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ

ہندوستانی علداری میں ایسا امن و امان ہو گا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی علداری میں چین ہو گا۔ امرا اور شرفاء کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تفضیل توقیر۔ نیشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال نطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کشنر بہادر عظم نے جو دیکھا کہ ملک میں ہندو بھرے ہوئے ہیں۔ اہل اسلام نہیں ہیں۔ ہندو کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور ان کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں علداری کی وہ صورت ہو جو غدر سے پہلے تھی۔ اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ مین نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی راے پر ہو۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر رُوسے سخن آپ کی طرف سے ایک خط میرا نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میرویز علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا۔ جو آدمی خط لکھا گیا تھا وہ دوبار جواب بنا گئے۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل میوہ دوسری بار حضرت نے لے لی۔ میں نے اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمتگزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تختانی گچکا تھا کہ ایک چیرا سی یا اور اُس نے خط تھامے نام کا مکٹ لگا ہوا دیا۔ اور کہا کہ ڈپٹی صاحب سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا سح اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہر ڈپٹی صاحب پانڈی چوک حافظ قطب الدین سج و اگر کی جولی میں رہتے ہیں باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچا ہے گا۔ والسلام۔

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا مجھوں اور اس کا شکر کیونکہ بجالاؤں۔ خدا کی بندہ نواز زبان میں کہ مجھے تنگ فرینش کو اپنے خاصانِ درگاہ سے بھلا ہوا ہے۔ ظاہر میرے مُقدّر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اس قلمِ عالم میں جتنا بچ رہا اللہ شایعے کھینچی ہو سکتی کو بوں بچایا۔ اور پھر اس تہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا شہمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور شمار نہ فرما ہے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں مخایا نہ کرے گا۔ مگر بلا فادات آب و ہوا آہنگ نسخہ لطیف شریعت تالیف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر جو ہری صاحب اور حضرت بہتاداد میر صاحب دروہی فیضی صاحب صاحب تین اہم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرا اسم میں مژدہ ہوں کہ آیا میرا قیاس مطالع

قبض کا حکم ہو۔ لیکن شہادہ میں دو مہینے باقی ہیں ان کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے۔ شفقتی گرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہئے گا اور یہ پیام پہنچا کہ حضرت صاحب عالم کی تنہاے دیدار بقید ماہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اگر کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے خواہش اصل مقدر ہے جو مذکور نہیں ہے اُن کے اُس خط کا جواب جو پرسوں محکو پہنچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا ان شاء اللہ العزیز۔ ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی میاں تشریف لائے اور میرے مکن سے ایک تیر تپا کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین کی حویلی میں اترے ہیں۔ مرنی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں۔ لیکن قائم مقام ہیں۔ وہ صاحب جن کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے۔ ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اُن میں جمع ہیں آنکھیں اُن کے حسن صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کی سیرت سے خوش ہو گیا۔ واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔

ایضاً۔ مخدوم زادہ عالی شان مقدس دو دماں حضرت شاہ عالم من امان عروشان و علم و عرسے برخوردار ہیں۔ ہمارے حضرت محکو بھول گئے۔ ہاں سب سے اُن کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہر ہر محبت کا عوض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عوض کہاں ہر حال جناب حضرت شاہ عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائیں۔ چودھری عبدالغفور خاں صاحب کو سلام کہئے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچا میرا گناہ ہے یا اُس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجئے۔ اگر کوئی جرم

آج لکھ رکھو۔ اٹھے کون کس کھولے کون۔ لڑکوں کی وات قلم موٹ سے پر پنگا کے باپس کھلی۔
 اوتب مقضیٰ اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام قدس ہو۔ حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظریں
 اکمل ہو کر مسودات کا تب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو کھچے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں۔ پریوں
 تک آجائیں گے بعد اُس کے انطباع کی فکر ہوگی۔ جب وہ غربت امضا پذیر ہو جائے گی۔
 حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید عالم کو سلام۔
 چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز۔ صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو منہج روح سمجھتے تھے
 باتوں کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا۔
 صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنادے۔ ۴۔

بنام مولوی عبدالغفور خاں بہادر نساخ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ سدا اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرست
 حال کا شاکر اور آئندہ افزائش عنایت کا طالب ہے ذکر بے مثال کو عطیہ کبریٰ اور ہست
 عطیہ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے
 اس سچ میرزا پچاں کو قابل خطاب و لائق عطائے کتاب جانا۔ یتن دروغل و نہیں۔ خوشا
 میری خوش نہیں۔ دیوان فیض عثمان اسم بامستے ہو۔ ذکر بے مثال اس کل نام تجا ہے۔ الفاظ
 متین۔ معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ ہندش پسند۔ ہم فقیر لوگ۔ اعلان کلمۃ الحق میں کیا
 دستخط ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے مجدد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ آج
 بڑھ کر بصینہ ببالغہ نساخ ہیں۔ تم دانائے موز اردو زبان ہو۔ سرمایہ نازش قلم و ہندوستان
 ہو۔ خاکسار نے ابتدا سے سن میر میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ

واقع ہے یا نہیں۔ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں میں تردد ہوتا ہے نہیں
 معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر بیچ آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی
 بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ میری نظم و شعر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ
 مجموعہ شعر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے۔ وہ
 کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہوں جتنے ہزار روپیہ کی اہلیت کا ہو گا لٹ گیا۔ ایک ورق نہیں رہا
 ہاں چھاپے کی بیچ آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور میوب بہ دو عیب ہیں۔ ایک تو یہ جو بلعید طبع
 از قلم شتر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں۔ دوسرے کا پی نوٹس نے وہ اصلاح میری شکر کو دی
 ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اس واقع سے بے مبالغہ یہ
 کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں۔ بہر حال اگر فرمائیے تو لے کر بھیج دوں۔ مخدوم زادہ ہا
 والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر تیرہ مقبول عالم
 کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں *
 ایضاً بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قلم روح و روان خاں صاحب عالم صاحب
 ہنگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے ضحلاں ثوی کا
 حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تحلف کی ملاقات ہے آجائے تو اٹھ بیٹھتا
 ہوں درتہ پڑتا رہتا ہوں۔ جو کچھ لکھتا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ آج دوپہر
 میر عبد الغفر صاحب آئے ہیں بے کلاہ و پیر بن پنگٹ لیٹا ہوا تھا ان کو دیکھ کر اٹھا صفحہ
 کیا انھوں نے خاں شاہ عالم کا خط مع مسوات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا
 عرض کیا کہ کل آخر روز آپ نشر لائف لائن خط کا جواب اور اصطلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف
 لے لیتے لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے۔ جی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو۔ خط کا جواب

ہندی فارسی نظم و نثر کے سوادت مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان دونوں گھروں پر
 جھاڑو بھر گئی نہ کتاب ہی نہ اسباب ہا پھر اربابینا کلام کہاں سے لاؤں۔ ہاں تمکو اطلاع
 دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں ۱۳۵۷ء سے جولائی کی اکیسویں ۱۳۵۷ء تک پندرہ مہینے کا ایسا
 حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ شرفارسی زبان قدیم میں ہے۔ کہ جس میں کوئی لفظ عربی
 نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک فحیت
 جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اس نثر کے ساتھ شامل ہے۔ یہ کتاب مطبع خلافت
 اگرہ میں فشی بنی بخش صاحب تعمیر اور مرزا حاتم علی بیگ و نثی ہر گویاں تفتہ کے اہتمام میں
 چھاپی گئی ہے۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب
 نثی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع
 میفد خلافت سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

بنام قاضی عبدالجلیل صاحب

مخدوم مکرم و منظم جناب مولوی عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام سنوں الاسلام کے
 بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہو۔ دو غایت نامے آپ کے اوقات
 مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاری طرح
 کی بھکی کہ حروف جمعی طرح پڑے نہیں جاتے۔ اگرچہ مینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا
 محتاج نہیں لیکن بایںہہ اس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جبکہ
 اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ
 جانیں کہ میرا خط بھڑا کر پھینک دیا ہو گا اور مہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے

کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق و مائل ہوں۔ ہندوستان میں بتا ہوں مگر تیج مہمانی کا گھائل ہوں جہاں تک درجہ سکافارسی زیاں میں بہت کچھ بکا۔
ابن فارسی کی فکر نہ اردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ بھٹی کی امید۔ میں ہوں ورنہ وہ ناکامی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں ۵

چشم کشودہ اندکروارہائے من زائندہ نا امیدم و از رفتہ شرمسار
ایک کم ستر بریں دنیا میں ہا اے کہاں تک ہوں گا۔ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک
فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین سالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب
آؤ کیا کہوں گا۔ مع کا صلہ نہ ملا۔ غزل کی داوہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول
طالبہ اعلیٰ علیہ الرحمۃ ۵ لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ۶ دہن پر چہرہ زخمی بود بہ شد
سج توئیوں ہو کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزہ ستر میں
شور نہ رہا۔ پچاسن بچپن برس کی مشق کا ملکہ۔ کچھ باتیں دیکھا ہے اسی سبب سے فن کلام میں گفتگو
کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ مقررہ گفتار میں موافق سوال جواب دیتا
ہوں۔ روز و شب یہ فکر ہستی ہے کہ دیکھئے وہاں پیش کیا آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ
کیوں کو بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ الناس ہے کہ آپ جو یاد کی آبادی اور محکوار سال
نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں جب تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد
میرے مرنے کے دعا سے مغفرت سے یاد فرماتے رہے گا۔ والسلام بالوفی الاحقر

بنام مرزا یوسف علی خاں صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجہ کر آن جان بنے جاتے ہو۔ واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لگا مگر میرا
کلام میرے پاس کب تک نہ لٹا۔ ہاں بھائی ضیاء الدین خان صاحب نے مناظر حسین مرزا صاحب

آپ کے ملیں تو میرا سلام کہیے گا۔ اور میرا مال اُن سے بیان کیجیے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہر مولوی صاحب ل روز آئے ہوں گے۔ جیسا کہ ہو جاتا ہوں تب بھی وچا آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب سے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہرہ زن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس کی کیا کھوں ایضاً۔ پیروم شد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ منشی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۲ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں۔ خود اس نمائش گاہ کی سیر میں جس کو دُنیا کہتے ہیں دل بھر گیا۔ اب عالم بیرنگی کا شائق ہوں لا اَکْلا اللہ لا موجد الا اللہ لا موشرفی الوجود الا اللہ ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلیں اور چھٹا تک بھریا ہی کہاں کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بھخانٹ آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتوان۔ گویا نیم جاں ہو گیا ہوں۔ ایک کم تیر برس دیتا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہاں لایا تھا وہاں پہنچی۔ جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

ایضاً۔ جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے فوتِ ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب رنجور نہیں۔ تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں۔ جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے رُوح متحرک ہوں۔ یکے مُردہ شخضم بہ مردی رواں۔ اس چینی میں رجب سنہ ۱۳۷۷ سے ستر و اں برس شروع اور اس مقام و آلام کا آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم کرم کو میری بندگی۔ تفقہ نامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت

آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اُس میں ^{الاف}بیک
 و بین المصرین فاصلہ زیادہ چھوڑ سیئے۔ آپ کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے
 روشن ہیں مگر بین السطور معقود۔ اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتاب اٹھاتا
 ہوں اور اُس دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ سو وہ تو آپ کے پاس ہو گا اُس
 مقابلہ کے معلوم کر لیجئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت
 موقوف ہوئی میثاعہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزاد گاہاں تیوریہ جمع ہو کر کچھ غزل
 خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجئے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں۔ پڑھئے گا۔
 میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں۔ اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو
 دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے آپ کے نہ ہو۔ اور آپ کے ہوتو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔
 ایضاً۔ قبل آپ کے خط کے بھیجنے میں تر دو کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے
 آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہر کارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا
 آشنا ہو چکے جو دوست خط بھیجتا ہے۔ وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں۔
 آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لکناں لکھتے رہے اور محکوبی ماروں میں ہنچا رہا۔ خلاصہ یہ خط
 آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جواب ہے بھیجا وہ محکوب ہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقہ خطوط کا جواب کیا ہنسک
 لکھوں میں نے آئیں نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب مطلب ضروری التحریر
 نہ ہو تو کیا لکھوں۔ آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رہا ہی جو
 آپ نے ہنسنگ فرینش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے۔ اور کورنش اور آداب۔
 دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا و سوسہ سو اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر خباب مولوی ایتیار خاں
 صاحب کا میرے ہاں آنا۔ امیر اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ و اللہ محکوب بزار رنج ہوا۔ مگر

کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں کتاب سے نفرت - شعر سے نفرت - جسم سے نفرت - روح سے نفرت
یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع سے مقررہ آن روز گزین منزل ویراں بروم چاہیے
مخلصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر ہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا - میں اس بنا و صفا کے
قابل نہیں مگر اچھوت کشیوہ ہے - بروں کو اچھا کہنا اس طرح گسٹری عوض میں ادب بجالاتا ہوں +
ایضا جاتی فاضی صاحب کو بندگی پہنچے - عنایت نامہ کے درود نے شادماں کیا مگر مہینہ جو
نگارش پذیر تھی انھوں نے حیران کیا - ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں
آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا - اہدا کو دوام کیا ضرور ہے - خصوصاً جبکہ بذات خود شاہ
ہو - حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک بے مزہ ہے - آم کہاں
ہو نہ ہواوٹ نہ برسات - دریا پایاب ہو گئے - کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں
ہو - خباب کا خیال نفراد میں اپنی کشف کو غلط کر دو مگر بیکال آئندہ تک جو کچھ آپ کے سر پر آم کھاؤ گنا
ایضا - حضرت بہت دنوں میں اپنے مجکو یاد کیا - سال گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا
پانچ شتہ میں یہاں آگیا ہوں - اب یہیں ہوں - میں نے اپنا خط پایا ہے - آپ نے
سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا - حق تعالیٰ والی رامپور کو صدوسی سال سلامت رکھے اُن کا
عطیہ ہماہ مجکو پہنچتا ہے - کم گسٹری اور استاد پروری کر رہے ہیں - میرے رنج سفر اٹھانے
کی اور رام پور جانے کی حاجت نہیں - خلیفہ حسین علی صاحب رام پور میں مجھے ملے ہوں گے
مگر واللہ مجکو یاد نہیں - لیان کا مرض لاحق ہے - حافظہ گویا نہ رہا - شامہ ضعیف - سامہ
باطل - باصرہ میں نقصان نہیں - البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے - پیری و صد عیب
جنین گفہ اندہ - بہر حال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رام پور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے
پیام جو انکی زبان کے محل تھے بدستور اُن کی نخل میں رہے - اور مجھے تاک نہ پہنچے - یہ شہر

کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی حکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانہ شلاٹ جائے
 آپ کا عہد آپ کو مبارک آپ کا دولتخانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابن النحال کا اس حکمہ
 میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپ کو اس کا انتہائی
 کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل میں حکمہ منصفی میں نہ رہیں گے مگر صدر میں اور شن جج
 کریں گے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں نہ بدستور ہوں دیکھئے کب بھلاتے ہیں اور جب
 جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحرام۔ +

ایضاً جناب کا صنی صاحب کو میری ہندگی پہنچے۔ مگر می مولوی غلام غوث خاں صاحب
 بہادر میرنشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں پھر اچھنسی کہیں نہیں۔ مگر ضعف
 کی شدت ہے کہ خدا کا پناہ۔ ضعف کیوں نہ ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں
 شریوں کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے مبالغہ آدھا اُس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا
 میں کہاں جواب پھر تولید دم صالح ہو۔ بہر حال زندہ ہوں اور تاقان اور آپ کی
 پُرسشہاے دوستانہ کا ممنون احسان۔ والسلام مع الاکرام۔ +

ایضاً جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔
 آٹھ پہر بڑا ہوتا ہوں۔ محل صاحبش میں ہوں۔ بیش دن سے پاؤں پر دم ہو گیا ہے۔ کھن پا
 وقت پا سے نوبت گذر نہ پڑی تک ماس ہے۔ جوتی میں پاؤں ساما نہیں۔ بول و براز کے
 واسطے اٹھنا دشوار۔ یہ سب باتیں ایک طرف درد مطلق رُوح ہے۔ مسئلہ صمد میں میرا
 مرنا صرف میری گزیر کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ نو کا خراچ چھٹا
 رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زبست کی نہیں۔ پھر میں کیوں جیتا ہوں۔ یوح
 میرا اب جسم میں اس طرح گھبراتا ہے جسطرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل۔ کوئی اختلاط

ایضاً آداب بجالاتا ہوں آپ کو نوازشت نامہ پہنچا۔ غزلیں دیکھی گئیں۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمرائے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گوشتِ میمنت اور شادمانی ہے۔ یہ شمر رب النوع ائمہ ہے اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اہل اکا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو بایں ہمہ رُواں پروری اور گرم گُٹری دیا و آوری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دوپہر کے وقت کہا رہنچا۔ اور اُسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکے خالی دے کر روانہ کیا۔ یہاں سے اُس کو حسبِ احکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔ *

بنام مرزدان علی خان رعنا

خانصاحب علی شان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالباً سلام۔ نظم و شعر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا راج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدام کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہو نہیں اہل دہلی و گھنٹو کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مؤنث ہے بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام۔ *

ایضاً خانصاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام۔ کل تمھارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفظ آج رام پور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ درالخ شعر رعنا

بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ اکمنہ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا اگر میری نظم
 شرکے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیج دیا جائے گا
 دل ہی تو ہے نہ سنگِ خشتِ درد سے بھرنے کیوں نہ ایک دوست کے
 پاس بقیۃ النہیب والغارة کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا۔
 ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگداری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے
 اُس کو بجالاتا ہوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسعِ قدرت سے باہر ہے۔ اُس میں
 میں کہ جس کا آپ نے قافیہ دردِ دل لکھا ہے میں کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی
 درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام لگانا کیا ہے۔ ہر چند
 میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوانِ ریختہ چھاپے کا یہاں
 کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی مُنیٹے
 اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں
 دونوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجئے اُسدا
 لینے کے دینے پڑے ہیں + میں نے کہا لا حول ولا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت
 اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا
 اُسدا جس جہاں توں سے وفا کی میرے شیرِ شاباشِ حجتِ خدا کی
 میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے حجت
 خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اُسدا اور شیر اور بُت اور خدا اور جفا اور وفا میری نظر
 نہیں ہے۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسدا کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا
 اللہ باشد وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔ +

کوزوال ہے اور یہ حال ہے

مضمحل ہو گئے قوی غالب * وہ عناصر میں امتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز تام لکھا
کرنا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے
ان میں سے جو صاحب لے آئے ہیں ان سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں کتابت
و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ پارسی مکتوبوں اور رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کے مجموع
اجرا چھاپا ہو کر اطراف واقصاے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی شہرہ کو کوں فراہم کرے جو شہر کہ
مجموع دیکھا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آئندہ ہوں انہیں کو جناب خدمت جلت عظمیٰ
مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور میں انہیں تہاے عمر ناپائدار کو پہنچ کر
آفتاب لبیام اور جہوم ارض جہانی والام روحانی سے زندہ درگوبہوں کچھ یاد خدا بھی چاہیے
نظم و شری قلم و کاغذ نظام ایزد و انا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اس
چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم ہے گا۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ انہیں
نذر محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردو سے سادہ و سہل سہری کو عنایت جان کر قبول فرمائے
رہیں و دریش و دراندہ کش معاصی کے خاتمہ بخیر ہو نیکی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوی ہوس۔ *

ایضا قبلہ و کعبہ فقیر باد رکا ہے۔ شہنہ چار شہنہ ان دونوں نوں میں سے ایک ان عازم رجب
ہو چکا۔ تقریباً ان کے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت و رئیس حال کی نہایت دو چار جہینے وہاں رہنا ہو گا
اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپو بھیجیں مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے
نخس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھا ہوں
حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست نگار یار و فاشعار علامہ روزگار خرم العلماء المتبحرین

گزارا ہے مرانا لہ دل چرخ کہن سے	تھا رُوح کا ہدم نہ پھرا جا کے وطن سے
---------------------------------	--------------------------------------

نالہ دل بنا دیا۔ نواب صاحب رد و کا ذکر کہتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ کھی دیکھو صاحب
تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا۔ سوین نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا۔ منشی
نول کشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند
اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ مدارج اور یکتا اُن کا ثنا خواں +

بنام مولوی عبدالرزاق شاگر

جناب لوی صاحبہ مخدوم مولوی عبدالرزاق شاگر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی
صاحب علی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے۔
میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ جگہ یاد و شدت نیاں آپ کا
تشریف لانا یا د ہے۔ مجاہد کے اجراء اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی بھی
مفتی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست	خود را بخاک رہ گزر چہ در افگنم +
منصور فرقتہ علی اللہ یاں منہم	آوازہ آنا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو ابھی وقفہ یاد ہو۔ اتحاد اہی دلیل موت روحانی ہے۔ انجی گمری میر تقاسم
علی خاں کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلو جائیگا پھر حضرت
مکتوب الیہ سے کلام ہوا اشار بعد حکایت اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ مرتبہ میری ارزش کی فوق ہے کہ
میں آپ کے کلام میں غلصہ تصرف کروں۔ بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سو مرتبہ
پیرانہ سری و نصف کے صدق سے محنت پڑھنی جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں ہی حرارت غریزی

بنام مفتی سید محمد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نواز شام آیا۔ میں نے اُس کو حزر باز و بنایا۔ آپ کی تحنیں میرے واسطے سراپائے عزت و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ قریبے معنی سرسبز دیکھا جائے نہ پیش نظر دھرا ہے بلکہ اکثر دیکھا جائے۔ میں نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہوش مجھے اپنی بات کی نیچ ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہوں۔ طرز عبارت کی داد چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش نفاذ سے خالی نہ ہوگی۔ علم ہنر سے عاری ہوں لیکن بچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبداء فیاض کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک نسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں۔ مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ نہایت حذا واد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح۔ ترکیب بچاتے فارسی کے غومض جاننے لگا۔ بعد اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے۔ گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنک یا یہ معارض اکابر سلفت ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع برہان کی ایک غلط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لکھا۔ نینو۔ نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے کیونکر برہان قاطع نام پائے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونے کے کام آئے گی۔ قطع تاریخ کیا کہنا گویا یہ کتاب مشوق اور یہ قطع اُس کا کہنا ہے جلب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندہ فرمانبردار ہوں۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پند آنے کا شکر گزار ہوں۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے

مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص آزرہ دام تقاؤہ
 وزاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا
 حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مرے لوٹے اور
 آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تاویر عذاب البیان اور طب اللسان ہے اور مجھ سے بعد میرے
 معلوم اور بیان کے آپ کے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خوش رہے ہوئے ناپاؤ
 وغائبانہ یعنی محض شائقانہ تبتائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں کھتا ہوں قبول فرمایا

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو دیا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ تمام
 کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں
 اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خان کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے
 میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب علی شان
 انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل اور عشائر
 لوہارو ہیں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں۔ تھارے مکان میں ج
 چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے۔ کبھی کئی کان میں کتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین
 خان لاہور میں ایندو بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ ہر کوئی حکیم حسان
 خان اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور بنی بخش خاں ساکن دریاہ کی قبریں پر گئیں۔ محضر کے پاس
 بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط بیزنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ
 قاضی عبد الجلیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں چھوٹ جائیں اگر میں نے
 دیکھا ہو۔ آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیئے۔ اور خط کے پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے

نشوونش ہے خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے
 پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکے ہیں۔ شام کا کھانا بھی سیدھے آتا ہے۔
 کئی طرح کے سالن پکاؤ تنجن پسندے دونوں وقت روٹیاں نمجری۔ چپاتیاں۔ مٹھے۔
 میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو اچھا ہو گیا ہے۔ سقا۔ شعلی۔ خاکروب سرکار سے متہ۔
 تھام اور دھوبی نوکر کھ لیا ہے۔ آجکے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ تنظیم تو صنف اخلاق کسی باب میں
 کی نہیں۔ ظہیر الدین خاں بہادر کو دُعائے نیچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی داوی صاحب کے
 پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ اور ان سے یہ کہدو کہ وہ بات جو میں نے تم سے
 کہی تھی وہ غلط ہے۔ اُس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت۔
 ایضاً۔ میاں تھارا حظ پہنچا۔ آج میں نے اُس کو اپنے حظ میں ملوف کر کے آگرہ کو روانہ
 کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجھ کو حظ نہیں کھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب
 بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو کہوں تو کیا انھوں کچھ لکھ سکتا ہوں۔ کچھ قابل لکھنے کے ہر تم نے جو مجھ کو
 لکھا تو کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں بس تنہا ہی ہو کہ اب تک ہم تم جیسے ہیں زیادہ
 اس سے کم لکھو گے نہ میں لکھوں گا۔ ظہیر الدین کو دُعائے کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ مکو اور ظہیر الدین۔
 اُسکی ماں کو اور اُسکی بہن کو اور اُسکی لڑکی کو تمھاری ماں دُعائے کہتی ہے اور دُعائیں دیتی ہے
 یہ رفقہ حیدر حسن خاں کے نام کا ہے اُنکو حوالہ کر دینا اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۶ دسمبر ۱۰۵۵ء۔
 ایضاً میاں تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سچوہ سپاہی جو ان کے اوپر متحین تھا اٹھ گیا اور ان کو حکم
 ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو۔ مگر شہر میں رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں
 ایک بار کچہری میں حاضر ہو کر۔ چنانچہ وہ کہتے باغ کے پھر اڑے مرزا جاگن کے مکان میں
 آکر ہے۔ صفدر میرے پاس آیا تھا۔ یہ اُسکی زبانی ہے۔ جی ان کے دیکھنے کو جا ہتا ہے مگر ازراہ

لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری و مکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعاد و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ۔ تمھارا رقمہ پہنچا۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مع عیال و اطفال جیتا ہوں۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں۔ قلم ہاتھ میں لیے پرچی بہت کھنکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لیں گے درہ انا لکھنا انا لکھنا۔ نفاسی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوڑ کر قسمت والی اور رحمت والی تھی۔ تمھاری آستانی نکلو اور ظہیر الدین کو اور اُس کی ماں کو اور اُس کی بہن کو دُعا کہتی ہیں اور میں پاب کر تا ہوں اور دُعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۵ جنوری ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً۔ میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں۔ بھاگ نہیں گیا نکالا نہیں گیا۔ لٹا نہیں۔ کسی حکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں نہیں آیا آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیرزاں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس میں ایک رقمہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے۔ اب مجھ کو ضرور آ پڑا کہ اُس کو تمھارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں اگر نہ بھیج جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا۔

غالب۔ مرسلہ دو شنبہ۔ چارم جمادی الاول ۱۲۸۷ ع۔ جواب طلب۔

ایضاً صبح شنبہ۔ ۱۶ مارچ ۱۲۸۷ ع۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے

کرو۔ بھائی انصاف کرو اس نے اگر حکیم حسن اللہ خاں سے جمع کی اور وہ تمہارے بھائی بھی
 ہیں اور تم کو ان سے استفادہ بھی ہے اگر گھر اگر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو ان کے باپ
 تم کو نسبت تلذذی کی ہے ابتدا میں ان سے پڑے ہو۔ پس یہ غریب سولے تمہارے اگر گیا تو
 یہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھر اگر۔ اور خقان سے تنگ آکر۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے
 اس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اس کا سالیہ کرو۔ التفات کا طالب۔ غالب۔
 لکھنؤ۔ میاں پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو۔ کہیں اور جائیں
 یا یہاں آئیں گے اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو کہ
 لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام
 اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں۔ خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے۔ نجات
 خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب۔ غالب +

ایضاً بھائی میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیا ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے۔ پھر اب ستو
 رہتا ہے۔ خیر محل اندیشہ نہیں ہے ریس ریس کر مادہ نکل جائیگا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و فرسودہ
 ہوں قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہر حال اس کے
 ہمارے اندک گالی حضرت غور کی جگہ ہے۔ ایک مکان دلکشا۔ کوچہ کی سر۔ بازار کا تاشہ۔ دو کمر۔
 دو کوٹھریاں۔ آئینہ ان۔ صحن سیح اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر
 دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے۔ اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوردہ
 گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خوردوں کا بچہ ہلکا رہا ہے۔ کہیں بیل بندھا ہوا ہے۔ کہیں
 پڑا ہوا ہے۔ عیاذ باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں۔ تم نے وہ سودہ کیوں نہیں بھجوا۔
 میں خدمت گزاری کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب۔ غالب +

احتیاط جانیں سکتا۔ مزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی۔ اب اس وقت سنا ہے کہ وہ خاں صاحب کے پاس آئے ہیں یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قابل اور عشار ٹپاکہ کو گئے ہیں بمقتضاے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آ رہا ہوں اس طرح کہ مجلس اس میں زنانہ اور دیوان خانہ میں مردانہ۔ نشین کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے دیکھیں بعد کیفیت کے جانے کے نشین ملتا ہوا جواب پختہ ۱۱ ارشاد ۱۱ مطابق حکم مٹی شہر ع ایضاً۔ بھائی ہوش میں آؤ میں نے تلو خط کب بھیجا اور رقم میں کب لکھا کہ شیرزاں کا خط تھا ہے پاس بھیجتا ہوں میں نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیرزاں خاں نے میرے خط میں بندگی لکھی تھی اور وہ بندگی اس رقم میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں۔ بس بات اتنی ہی تھی۔ وہ ہی بندگی لکھی ہوئی گئی لپیٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاظر جمع رہے۔ غالب *

ایضاً۔ میاں چاول دے۔ بڑھتے نہیں۔ لمبے نہیں۔ پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ کرو پڑے اور پتلے چاول آئیں۔ ایک پیہ کے خرید کر کے بھیج دو۔ یاد رہے نئے چاول قابض ہوئے ہیں اور پڑے چاول قابض نہیں ہوتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ شام کو میر محمد والدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام بخش خاں کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی و تنل بارہ جزو کی ایک کتاب شرکی حکمو کو لکھائی ہے یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کئے جزو لکھیں گے اور رو بہ کس قدر لکھ سکتے ہیں یہ تو اب لکھو اور پھر دوپہر کے بعد ان کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ کر دوں۔ ظہیر الدین کو دوا کاہو اور اس کا حال لکھو۔ غالب *

ایضاً حکیم غلام بخش خاں سنا اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی استاد اور باپ کہتے ہو۔ یہ امر از رو سے تسخیر ہے تو خیر اور اگر از رو سے عقاد ہے تو میری عرض مانو۔ اور میرا سنگد کی تعصیر

ایسا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ معلوم ہو گیا ہو تو مجھ کو ضرور خبر دو۔ زیادہ کہ لکھوں۔ کیوں نہیں لکھا
 کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھ کو لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا جیسا کہ
 غلام نجف خاں خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی۔ تیرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اس بندگی کے
 آگے آنے کی مجھے کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۲۷۳ھ۔ ۲۴۔

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اُس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی ہے
 ہے ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تامل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں
 پٹیلے جاتے ہیں ایک شبکی اور ذلت تھی اگرچہ مجھ کو دولت تنہائی میرا جاتی لیکن اس تنہائی چندہ
 اور تجربہ دستکاری کیا خوشی۔ خدا نے لاو لہ رکھا تھا شکر بجالانا تھا خدا نے میرا شکر مقبول منظور
 یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے۔ یعنی جس لمحے کا طوق اُسی لوہے کی دو تھکڑیاں
 پڑ گئیں خیر اس کا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے۔ جاب حکیم صاحب ایک روز ازراہ عنایت پہا
 آئے کیا کہوں کہ اُن کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے خدا اُن کو زندہ رکھے میاں میں
 کثیر الاجل شخص ہوں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس یا سٹھ برس میں مر گئے۔ خصوصاً
 اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجھ کو دوست اپنے
 باقی میں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اہل انجاریں سے کوئی میرے سامنے نہ
 کیا معنی کہ جو مین مروں کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا میں ہو۔
 مصطفیٰ خاں کا حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مراحہ میں چھوٹ جائے ورنہ جہنم مفت
 کی تاب اُس ناز پروردہ میں کہاں۔ احمد حسین نے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہو چکا ہے
 غنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھاری نہیں۔ پنشن کی درخواست دے رہی
 ہے بشرط ابراہیم میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی

ایضاً صاحب تمیح کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی بخاری اور دو گاری کیا کہنا ہے۔ ہر ایک
 محکمہ لہنا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بغرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ
 سواہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے۔ ان کا قرض ادا ہو جائے گا۔ اچانک اگر خدا
 میرے حقیقہ کے پان سو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو یا
 فضل کو دیکر محکمہ لکھنا۔ باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ جلی بنا خاں
 پلاؤ بچالیا۔ اب روواؤ سنو۔ نواب صاحب اخلاص التفات روافضوں ہے۔ آج منگل کا دن۔
 ہر عادی الشانی کی اور ہر اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوڑوں اور سیلوں کو گھاس دینے کی
 نقدی ہو گئی لیکن اس میں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہو گا
 ہفتہ دو ہفتہ کے مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے ختم ہوں گا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک
 تم کو آدیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دُعا۔

ایضاً۔ صاحب کل آخر روز تھار اخطایا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء اللہ
 خاں صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ یقین ہے کہ انہوں نے پڑھ لیا ہو گا مکتب فیہ معلوم کیا ہو گا۔
 تھارے یہاں ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہو۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہو۔ کہو اب خبر سے کتب
 کے برس کئے مہینے کے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے
 زمین سخت ہے آسمان دُور ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ تو اگر غور سے غفلت
 سدی سے اکر رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قیہ شدہ
 نے مارا دھرا انداد دروازہ آبکاری ہے۔ اودھر ولایتی عرق کی قیمت جاری ہے۔ انا اللہ
 وانا الیہ راجعون۔ مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید آگے سو
 وہاں میں محی الدولہ محمد یار خاں مورتی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہے یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو

ایضاً بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیرزاں خاں نے دیا ہو گا۔ پھر ظہیر الدین خاں نے تم سے کہا ہو گا۔ کہو کوئی طرح شہر میں تمہارے آنے کی بھی ٹھہری یا نہیں۔ بقتیس کو سوار آدھ کو سوار برابر ہے۔ میری جان تم ہنوز دو جانے میں ہو چکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں ہنا باجائزت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر میں کیا کروں کیوں کرواں آؤں شہر میں تم ہوتے تو جرات کر کے تمہارے پاس چلا آتا۔ شیرزاں خاں صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور انکو میرے پاس بھج دینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھ کو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دُعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خاں کی رہائی زندگی دوبارہ ہی خدائے کو مبارک کرے سنا ہے کہ لوہار و بھی اُن دنوں صاحبوں کو مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔ مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ عذریں تم کہاں تھے جو مناسب وہ کہا گیا دو ایک خط آمد ولایت میں نے پڑھائے تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ انداز ادا سے نشن کا حال برقرار نہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پندرہ مہینے بچھلے ملتے نظر نہیں آتے۔ میان بہالور میں کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو ہو جائے اُس سے مجھ کو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً برخوردار سادات و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دُعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی تم جہاں کہہ خط کیوں لکھا کرو۔ خط لکھا اور بی رنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا اپنے آدمی کے ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتا ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے گھر کے پاس۔ ڈاک منشی اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیڑھ بجے پر جاؤ اور جسے خط جمع ہیں وہ لو مان سنگی مضبوط کاغذ لیا۔

اور بے گناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ موافق قول غلام چاہے ولد نہ ہوگا۔ تجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا قانع البال و خوش حال رہتا یہ بھی خطبہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہو گا یا نہ ہوگا۔ اتنا مال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرا پنشن میں سچ بچتا ہوں اور وہ موہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجکو مزادیتا ہے ۵ : شام مارا سحر وید نہ صبح مارا دم سپیدی بدو حاصل است نا آمیدی غبار دنیا بفرق عجبے ۶ : اس وقت جی تم سے باتیں کرنے کو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

بنام حکیم غلام نجف خاں

جان جانان! از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ دو اس میں عزیز بھی تھے یہ سب وہاں سے نکالے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے۔ پایہ دیا سوار تھی تگائیت یا مالدار۔ مستویات کو تو تھیں دے دی تھیں۔ ذکر کا حال کیا ہوا۔ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں سے اور کہاں رہیں گے۔ سرکار انگیزی کی طرف سے مورد تفضل و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں۔ تفضل حسین خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا منٹل میر احتیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین علی مرحوم کا خویش ہے اس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں او غانی ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بافراہد لکھئے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری فرمائی اور ماں صاحب آپ جانتے ہوں گے۔ علی محمد خاں کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ اس کا بھتی کر سنا ہو تو میں اس کا خیر طلب ہوں۔ غالب۔ جواب طلب۔ ۶

اگر مراد آباد آیا چلتے ہیں۔ مراد آباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب نے چار دن پھر آئیں گے اگر ان کی ملاقات کمراد آباد جائیں گے۔ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقعہ یہاں ہمیں لکھوں گا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہوں گا۔ اسانی کو لکھتا ہوں کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ، اب ان کو خیال ہو گا اگر کبھی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ۔ رات کے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں۔ کبھی جھکواتے ہیں۔ بکریاں۔ بکروں بیٹریں۔ مکمل۔ کنگوآ۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے کیلئے دس دن میں اٹھا ڈالے۔ پھر برسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جاں کچھ ہم کو قرض سنہ دو ایک روپیہ دونوں کو قرض سنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے ہینا دھر ہے دیکھئے کئے بار قرض لیں گے یہاں کارنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہو گا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں اور تم اپنے والد کو سنا دینا۔ اور ماں بھائی یہ بھی گھر میں بچے لینا کہ اراتھ نے اندر باہر کی خبر بانٹ دی تھیں تو وفادار اور حلال غوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہو غالب شنبہ ۱۴ فروری سنہ ایضاً صاحب تھارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا اگرہ جانا میرا خط اس کا رسد مہارے پاس پہنچا اور اس کا اگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی وادی کا بارضہ سرفہ وصال پنجوٹا کدرا تھ کا چھوٹے خٹا ہوا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا۔ فضل حسن سے میرے واسطے دروازہ تھقہ کرنا یہ مراجع و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیوں کھولا وہ غلطی سے تم پر خٹا ہو گا اس کی وادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک تنخواہ اس کے پاس عام لکھ کا ہے وہ کچھ واد اور ذرا خیر لیتے رہو۔ کدرا تھ لڑکا ہو وہ مجھ سے کیا خٹا ہو گا

اور بزرگ کچھ کر کلیاں کے ساتھ ڈاک گھر میں بجا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں ہو وہ
 مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خاں کو دُعا کہنا۔ اب میرا حال سُنو
 تعظیم و توقیر بہت ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ایک مکان کہ وہ میں مکانوں پر مشتمل ہے رہنے کو ملا
 یہاں پتھر تو دوا کو بھی ٹیٹ نہ نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں اور کچھ ترل
 سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے محکو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ
 گفتگو درمیان نہیں آئی میں خود اُن سے ابتداء نہ کروں گا وہ بھی مجھ سے بالمشافہ
 نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازان سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں میں
 سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک کہ مجھ آٹھواں دن
 میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے سہا وہ سب
 کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں۔
 ایک دیا ہے کوئی سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گان کرے کہ یہ پھیکا شربت
 صاف جنگ گوارا سرب النغزو۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہوں
 صبح کو جھوک خوب لگتی ہے۔ رات کے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک غنایت
 دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ۔ ۳ فروری ۱۲۷۶ء۔
 ایضاً یہاں تم نے بڑا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج شنبہ ۴ فروری صبح
 وقت یہ لفافہ پہنچا۔ اور اسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹ گدہ زبہاد کا نہیں خط نواب
 گورنر جنرل بہادر کے چیف سکریٹری کا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ از ذوق غایہ سکرٹر عظم۔ حکم دیا جاتا ہے
 عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد
 فرمائیں گے۔ از کیم یوہ حیانیہ۔ ۲۸ فروری ۱۲۷۶ء یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹ گورنر بہادر

خطہ پہنچا ہوا ایسے وقت تھا اخطار کیا۔ میں نے بیٹے بیٹے یہ سب کچھ۔ آپ عنایت اللہ کو تمہارے
 گھر مجتہد ہوں اور کچھ انگڑااتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا کھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ! یہ
 یہ پرزہ لایا ہے تہہ سزا پر لگتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیڑوں کا حکم نہیں
 خاں کو دے دیا تھا یہ وقت مجھ میں دہم نہیں دے گا پر قناعت کر۔ میرے خط کا جواب میرا کہ
 آیا ہوں بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر عنایت تو بھی کہہ بیش باد۔ غالب مصطفیٰ خاں کل شہر میں
 صبح قبائل لئے ہیں۔ ذی قعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختمہ اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی
 کریں گے۔ آج ہانچوان دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے برابر اگلے پڑے کہیں کہیں اس سے
 بھی۔ نواب نقشبٹ گورنر بہادر جدید آئے۔ مبارک کیا۔ میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری۔
 زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
 ایضاً یہاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ میں اسٹک کے قصبہ میں لگا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔
 میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جن امر میں یہ تم سے کوشش جا میں تم کو
 میری جان کی قسم بل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر در صورت
 سنی حد کے اس سے تم کو بڑا اجر ملے گا۔ اور میں تمہارا ممنون ہوں گا۔ نجات کا طالب غالب
 ایضاً یہاں میں تم سے نصرت ہو کر اس من مراونگر میں ہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرے
 نواب مصطفیٰ خاں نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ امر جزی یہاں مقام ہے۔ فوج گئے۔
 بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ کل شاہچراغ
 برسوں کے مکینہ میں ہوں گا۔ مراد آباد سے پھر ٹکو خط لکھو گا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے۔
 انکی وادی کو چھو ادیے میں تم اس بچے نام کے خط کو لیکر ڈیڑھی پر جانا اور اسٹانی جی کو ملو
 شادینا اور خیر و عافیت کہدینا۔ جناب نصاب کو میرا سلام نماز اور طہیر الدین احمد کو دعا کا

چونہ خزانہ میں حج ہوگا آخر وہی لایگا۔ خفائیں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میری شہنشاہی اور چٹاپیٹے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کس طرح نکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔
 شہنشاہ علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لکھتا ہوں۔ ستمبر کے صدمے آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر۔
 میرے اگر دلوں کا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سماہ یہاں سے بطریق ہندوئی بھیج دوں گا اکیلے
 صاحب کو میری دعا کہو اور یہ کہ ڈیڑھ سی کی سیڑھی بنوادیں اور جلی کے پائے خانہ کی صورت درست
 کروادیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر امنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی و محسن بنیں اور پھر واپس
 مجھ کو یہ مطلب آری نہ ہو۔ خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان نہ ہر قاتل ہے۔ فضل اللہ خاں
 میرا بھائی ہے اس کا احسان مجھ کو گوارا۔ سو بار اس سے کہا اور نہ بار بار کہوں گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔
 اب آپ اس سے زہار نہ کیئے گا اور نہ لکھئے گا اگر کچھ کو تو فضل سے کہو۔ والا لا۔ نواب صاحب
 دوسرے سے آج شام کو یا کل آجائیں گے جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا
 نب۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲۔ نومبر ۱۲۷۷ ع۔ صبح کا وقت۔

یضاً۔ شنبہ ہر ذیقعد۔ یکم اپریل۔ میاں تمھارا لکھ میرے سر و چشم پر۔ لیکن میرا حال سن لو اور
 اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر الدین کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اس کا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے
 دن ڈاک میں بھیجا۔ مضمون بہ تغیر الفاظ یہ تم جو بھڑے بھنسی میں مبتلا رہتے ہو اس کا سبب کہ
 میں تمھارا ہوتا ہے اور میں احرار خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمھارا خط آیا۔ تیسرے دن اس کا
 جواب بھیجا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جانتے وقت مجھ سے مل گیا
 اور وہاں پہنچتے ہی مجھ کو خط لکھا۔ رید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں پڑھتے۔ یہاں
 ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط لکھے ہوں۔ شیخو کی ڈاک کے ہر کلوں
 نہ پہنچا یا میرا کیا قصور۔ البتہ منام پر صرف ایسی کا نام اور تمھارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس

جناب فیض آب چچا صاحب قلم و کلمہ دو جہاں کے حضور میں کوئی فیصلہ نہیں چاہتا ہوں۔ زبان سے اس توپ کے رحمت فرمانے کا شکر بجالاتا ہوں۔ بھجان اللہ کیا توپ جس کی آواز سے روح کا دم بند۔ اور رنجک کمر شک سے بجلی کو بیخ۔ گولہ اس کا خدا کا قہر۔ دھواں اس کا۔ عشق کی لہر استغفار اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جوٹ سے دفر بھرتا ہوں کیسی رنجک کی دھواں۔ کیسا گرات۔ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رتم کا ہر ہر ہو جا۔ اب بارود ہو تو رنجک اڑے۔ آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھرا کچھ اس میں بھریں۔ ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اس کی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کار و بار ہے۔ ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن کو توہین۔ اس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدا سے صور سے دونا ہو مگر ہیں ہی کہتے ہیں آتا ہے کہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہو دیکھو تو کیسی مدت ہو توپ کا گولہ توپ ہی میں ہ جائے اور جو قلعہ روبرو آئے وہ ڈھ جائے۔ دانا آدمی اسے نہ بخیر گی گولا کہتا ہو کہ توپ سے نکل کر پھو دیں لکچر ہوتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمہارے ہاتھ کیسا سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

بنام نواب میرابراہیم علیخان صاحبہا المتخلص بقفا

ولی نعمت کو غائب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خود سنگزاری میں درگت واقع ہو جائے تو معاف رہوں۔ قاصر کبھی نہ ہو لگنا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے۔ دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں پہنچ جائے گی۔ خدمت۔ اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکوں۔ دو تین دن ہو

بھائی میں از روئے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں اب جو شخص تم سے پوچھا کریں اس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رام پور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور کوئی متذبذب میں نہ رہے۔ مرقومہ چاشت گاہ شنبہ ۱۲ جنوری - *

ایضاً۔ برخوردار حکیم غلام بخش خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ ہمدرد کا دل پر بھروسہ ہو گا کہ میں فقط پانچویں پر مراد آباد پہنچا۔ ۲۰ جمادی الاول کی اور اگر اکتوبر کی ہے۔ دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور تھ اور آدمی سب پیچھے ہیں اب آئے جاتے ہیں۔ رات بخیر گزری بشرط حاجات کل رام پور پہنچ جائیں گے گھبراہٹ ہو ہوئی میرا دل ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی اسانی سے کہہ دینا۔ مرزا شہاب الدین خاں کو نواب ضیاء الدین کو سلام۔ میرا مرقومہ دونوں صاحب کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین عاے خدا ہو گا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب - *

خاتم حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۳۴۷ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ کہو میاں تمہارا مزاج کیا ہے اور تمہارے بھائی مرزا افضل حسین خاں کیسے ہیں اگر لڑکے تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا کہ تمہارا خط میرے خط کے جواب تھا اس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سنو میاں ظہیر الدین تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خبر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدین خاں نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدرا ناتھ ڈیوڑھی پر اگر جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ چھامیرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھ کر حسلہ کجہ کو لکھو ورنہ کجہو۔ خط کے جواب کا طالب غالب - *

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں خاتم نجم الدین حیدر صاحب عم الباشا

رجب کی تاریخ اوپر کہ آیا ہوں۔

ایضاً پیر و مہر شد خائب تیدا براہیم علی خاں صاحب کے ہندگی۔ غزل پہنچی ہے خطا از روی احتیاط
یہ رنگ بچا ہے۔ قبلہ آپ کے بھائی صاحب میر عالم علی خاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہے کہ۔
غزل نہیں سمجھتے۔ یا مر آن کے خاطر نشان ہو جائے کہ غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت
بجالانے کو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب۔ ہم ربیع الثانی ۱۲۳۷ ہجری۔

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و جناب میر ابراہیم علی خاں بہادر
مقبول یاد تصویر مہر تویر مجھے پہنچی۔ اور میں نے زید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپ کو اس کی
میں تردید ہے۔ اس سال فخر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر میان داد خاں کی معرفت۔

کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں۔ اپنی خواہش
ہے دیں اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کر دیں۔ نجات کا طالب غالب جوہر اگست ۱۲۳۷

ایضاً۔ جناب تقدس انتساب سید صاحب قبلہ والا مناقب عالی شان نواب سید ابراہیم علی خاں بہادر
مظللہ العالی۔ بعد ہندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مظللہ العالی کی تحریر۔

معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکل الاخبار میں بین۔

چھوادی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب معروض کا جو انہوں

یہاں بھیجا تھا وہ بھی چھوادی۔ اور تین قطعے تاریخی پیاری لال مستظم اور میر فتح الدین ہمت

سلج نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھوادیں۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی

قطعہ عرض کرتا ہوں رباعی

حق داوہر سید زبے انعامش	فرخ پسرے کہ وہیب ست الکاش
تاریخ ولادتش بود بے کم ویش	دشاد حسین خاں کہ باشد نامش

ملکہ و کعبہ میر عالم علی خاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آئندہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی
 ہیں۔ دیکھئے اس ہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی
 نہیں آتا کہ آئندہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے۔ شاید اس بندہ خدا
 حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گے۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب
 میرے پاس بھیجے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیج دوں۔ اگر ایسا نہ ہو اتو ان غزلوں
 جو اب آئی ہیں انھیں گا۔ یہ اکثر برس کی عمر کی خوبی ہے اب میر صاحب قبلہ کو خط
 پڑھا دیتے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ اکتوبر ۱۸۷۲ء ع۔ ۶۔

ایضاً۔ سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر غالب علی شاہ کا سلام۔
 غزل جن کا مطلع یہ ہے بس شوقِ قتل سے ہے الخ گم ہو گئی ہے پھر کہہ کر نیچے۔
 اور قصورِ صاف کیجئے یہ غزل جو اس غزل کے بند بھی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے
 صاحب قبلہ سید عالم علی خاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں جب کہنے پہنچے
 میں ملن کو جاؤنگا اور دناں سے تیرے پاس آؤں گا آج بحسابِ جنتری ۲۷۔ اور از روِ حریت
 رجب کی ہے۔ غزلیں ان کی موجود گز بھیج نہیں سکتا۔ آپ میری بیگناہی کے گواہ ہیں
 قبلہ صفت نے مضحک کر دیا ہے۔ جو اس بجا نہیں۔ اس پہنچنے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے
 شروان برس شروع ہو گیا ہے۔ غذا اعتباراً دو برج منقود محض۔ صبح کو پان سات بادام کا
 شیر ۱۲ بچے آب گوشت۔ شام کو چاکر کا بستلے ہوئے۔ بس آگے خدا کا نام۔ ماں حضرت
 علیہ السلام صاحب کی تجویز سے کچھ حال سازی کا احوال جواب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توجہ
 میرا متوقع ہوئی کہ اس فساد کے نفع ہونیسے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کا گہنی بخشے۔
 بس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرما دے گا آمند بے دستگاہ پنجم دسمبر ۱۸۷۲ء ع۔

شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے۔ خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر ہوا شاعر بھی ہر شخص کیا ہے نامہ نگار کا حال سبیل اچھا ہے کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں۔ یوفانی کا داغ نہیں لگا ہے نشین قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ چھا دیکھتا ہوں۔ دیکھنے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ یہ کرم مخدوم آپ کے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب علیہم السلام ظاہر بہت درویش نوازیں کر اس گناہ گشتہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام بابتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام۔ راقم جواب کا طالب۔ والسلام۔ المتخلص بہ غالب۔

ایضاً مخدوم کرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب باور کریں کہ یہ درویش گشتہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعا گو ہے۔ تمہاری شرکی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمت نگاری منظور ہے۔

عشق نے غالب محبت کر دیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۶۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قوی۔ ضعف داغ۔ فکر مرگ۔ غم عقیقی جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اس پر وہ نہیں ہوں۔ نظم و شعر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جو ہر فکر کی خوشگاہاں۔ بوڑھا پہلوان بیچ بتاتا ہے زور نہیں دلا سکتا۔ بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ نے مختلف اپنا کلام بھیج دیا کریں یہاں بعد حکم اصلاح خدمتین پہنچ جایا کریگا۔ غالب ۱۲ ستمبر ۱۳۲۷ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب ہودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صبح النستبام انت مرحومہ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ۔ جب آپ مجھ کو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر میں آپ کو کیا لکھوں۔ خدا کی واسطے غور کیجیے کہ قبلہ قبلہ اور کعبہ کعبہ یہ کیا ترکیب ہے چونکہ آپ نے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے زہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھئے یہ سودا دہ ہے بہ نسبت قبلہ عیاذا باللہ۔ آپ کا عطف نامہ پہنچا۔ میرے پہلے خط کا بدیر پہنچا اور اس کی دیر سی کا سبب مجھ کو معلوم ہوا۔ اب اس کا خیال رکھوں یہ آپ کو

معلوم کن فرجستہ فرزند	غالب حال سنین ہجری	قطرہ
این ست شمار عمر و بسند	چوں کبید و لب و چاراند	

یہ تو ظاہر ہے کہ شمسہؑ میں جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے شمسہ لے لئے تو ایک سو چوبیس بچے ہیں اُن کو میں نے دُعا سے عمر مولود قرار دیا۔ حق تعالیٰ اس مولود کو تمہارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب۔ *

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہارِ آشنائی ہو۔ میری طرف سے یہ بھیجائی ہے کہ مجھ کو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سو نہ چتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی۔ خانہ نیان خراب۔ عشرۃ قتالہ کے مرحلہ کارہ پیمائش ہوں شاید اگر جیوں گا تو اس کا بھی مجھ کو علم نہ رہے گا۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ ۶۵۔ جس کی عمر ہوئی عواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل۔ حواس باطنی میں سے حافظہ باطل۔ سبب بیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدا یا کیا اس عمر میں سبب ہی ایسے ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کو تید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھ دو لکھا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف ہے۔ حضرت کا دل غبار کہ در سے صاف ہے۔ مولوی عبد الجلیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ اُن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر اُن کے خطوط آتے دیتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھ کو یاد دلاتے رہتے ہیں۔ نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد لائیں بہر حال تمہارا دُعا گو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان جاؤں۔ کہ بٹے تھے۔ کئے ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ سب مراجع جان جاؤں شر کے

بادشاہ کے دم تک باتیں تھیں۔ خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر اس طرح تباہ ہوا کہ جیسے حجاز و دی۔ کاغذ کا پُر زاسونے کا تاریپنہ کا بال باقی نہ رہا شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا کیا ایک اچھے گانوں کی آبادی تھی اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر۔ اسکے سوا کچھ نہیں۔ وہاں کے رہنے والے اگر گولی سو بچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہو گا کہ کہاں ہیں۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھو۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے گا یہ صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر بھی مرضی ہے تو اتنا خوف و اہد تکلف محض ہے۔ فقیر نے سوال میں اگر کچھ بھیج دیں گے رُز نہ کرونگا۔ کم و بیش پر نظر کریں جتنے کا چاہیں نوٹ خط لپیٹ کر بھیج دیں۔ والسلام از اسد اللہ۔ روزِ شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۳۶۶ء۔

ایضاً پیر و مرشد۔ تین برس عوارض خرق خون میں ایسا بتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی آپ کے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہو گا۔ کوئی عنوان یا کُشودہ پڑا ہو گا البتہ حاجی مصطفیٰ خاں کا آنا مجکو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ انھوں نے اُردو سے مشاہدہ میری خشکی تن کا حال حضرت کو لکھا ہو گا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان۔ فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپ کا خط آئے گا اسکا جواب لکھوں گا جب غزل آئیگی اُسکو دیکھ کر پھر پھر بھگنا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفیٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپ کو بھیجوا دیں گے۔ آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴۔ جولائی ۱۳۶۵ء۔

ایضاً حضرت پیر و مرشدان دونوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے

معلوم ہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے۔ دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا
اسکو سمجھئے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے۔ بہاگلستان احمد حسن +
یہ سچ کیا بُرا ہے۔ دل حیدر و جان احمد حسن + یہ اُس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے
ایک سچ مہر پر کھدوا لیجئے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غالب - ۱۹ - ذی الحجہ -
ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں۔ دونوں میں
پہنچتی ہیں۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجھ کو تعارف اسی ہے اُن کو میرا سلام کہئے اور کہئے کہ
حضرت جامع لوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں ہو۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روبرو بکاریاں
ہوئیں۔ آخر صاحبان کورٹ نے بجان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ
لاہور گئے۔ فائنل کسٹنر اور لفٹ گورنر نے ازراۃ رحم نصف جاداد و اگدشت کی۔ اب نصف جاداد
پر قابض ہیں۔ اپنی جو ملی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر محاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ امداد انکی گزارے کو کافی
ہے۔ کسواسطے کہ ایک پاد ایک بی بی تیس چالیس روپے مہینے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش جیسے اسی کی
اولاد اُن کی عمرت ہو اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغ مالی سے نہیں گزرتی۔ ضعیف پیری نے
بہت گھیر لیا ہو۔ عشرہ مامنہ کے آخر میں میں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں۔ غالب - یکشنبہ ۱۹ جنوری
ایضاً سید صاحب قبلہ غایت نامہ ص ۱۰ قیصر پہنچا۔ پس و پیش ایک اُفت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیہ السلام
بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیہ السلام کا پہنچا میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خاندان
لیکن بوڑھا و ناتوان اور سلوب الخواس اور سوسامان۔ خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار
درنگ توقف کا مضائقہ نہیں لا یتلف النفس الا وسعہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد و قلعہ کو معمور
اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو۔ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن ابی لانا
فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ ابن دقتر را کا و خورد و گا و راقصاب بُرد و قصاب در راہ

ایضاً پیر دُرشد - کم محترم کا خط کل ۱۸ - محترم کو پہنچا - آج ۱۹ - کو جواب لکھتا ہوں - آپ پر فخر میرا
اور میر عالم علیخاں پر میری جان تار ہے - معنی نامعنی - اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب مجیدیا
کیجئے - اسی طرح میں فردہ فرداً بعد اصلاح بھیج دیا کرونگا - مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ و مس
ار سال فرمائیے گا - اسکی اصلاح میری حدود سے باہر ہے - میرا بیوہ نہیں ہے خط میرنگ بھیج دیا - یہ خط
عمداً میرنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پٹیکے تلف ہونیکا احتمال ہے اور میرنگ کا نہیں اسلئے شنبہ دوم جون ۱۸۶۶
ایضاً قبلہ ڈاک کے ہر کارہ نے کل و خط ایک بار پہنچائے ایک کچھ خط مع غزل در ایک نایاب ابرہیم علیخا
کا خط مع غزل - آج تین تین ضروری لکھتی تھیں - اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں - ایک بات کہ یہ غزل کا
کاغذ واپس بھیجتا ہوں نہ اسکو بچاڑ سکوں پانی میں دھو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں تختہ
رویف ایسی ہے کہ اب ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہئے آپ اور غزل لکھے اسکو ہرگز دیوان میں
لکھئے - یہ بھی اس ضمن میں مناسب ہے کہ میرا براہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی سیدل کے
خط میں لکھ اپنے خط میں کس اہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی سمجھتے ہیں - اسی فصل میں
یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل سلا کر سوئے اور نہا کر سوئے اور تار پختا ہے بنائے مسجد بکھر
اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید
صاحب کا حال مفصل لکھئے - ایسا کئے لاکھ کا لاک ٹو دہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو بلا ہو کہ اُن سے
دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے - آگے اُس آج میں حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مکرّم
متمول تھے اور سیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے - سید براہیم علیخان صاحب اُسی خاندان میں ہیں
اور اُن یہ بھی لکھئے کہ میر عالم علیخاں کو اُن سے اور اُپکوان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت
تیری بات یہ ہو کہ جنے ٹ بھیجئے تو اہل کلکتہ کی طرح ادھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجئے گا - میرے نام کا
لغافہ جس شہر سے چلے اُسی شہر کے ڈاک گھر میں رہجائے تو رہجائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں

جواب نہ ہوئے ہوں تو موجب نلال خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب	انچہ از پائے نیامد عصا سے آمد
-------------------------------	-------------------------------

راہپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار و زینہ خوار ہوں۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دعا گو ہے دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے راہپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل تہ و ماں پہنچا۔ بعد اختتام نرم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ میں بیمار ہوا پانچ دن مراد آباد میں صاحب فراش رہا اب جیسا فرسودہ رواں ناتواں تھا ویسا ہوں۔ جواب خطوطِ مجتمہہ لکھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علی خان مہرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ

ایں سلسلہ از طلائے ناب ست	ایں خانہ متسام آقاب ست
---------------------------	------------------------

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں۔ راہِ قدیم نامہ پیامِ مدت سے باہر گر جاری ہے آپکا حکم نے تکلف مانو نگا۔ جناب میرا بہیم علی خاں صاحب اور حضرت میر علی خاں صاحب کی خدمت گزاروں کو اپنا فخر و شرف جانو نگا۔ سوقت کب کھولا ہے خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئے گا تب فقیر حکم بجالائے گا۔ اسد اللہ۔ چار شنبہ۔ ۱۷۔ جنوری ۱۳۳۷ ع

ایضاً پرو مشد۔ آپکو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ رعشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی میں بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا اجاب کی خدمت بجالایا۔ اوراقِ شہاد لپٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا اب آنکھ سے اچھی طرح سوچھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف بوعلی قلندر کو سبب کبر سن کے خدا تعالیٰ نے فرض اور میر نے سنتِ ممانہ کر دی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمتِ اصلاح اشعار معاف کریں خطوطِ شوقہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھ دیا کرونگا زیادہ خدا دے۔ راقم اسد اللہ خان غالب۔ ۸۔ اپریل ۱۳۳۷ ع

اور بزرگ ہیں میرے حق میں دعا کریں کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور توجہ تھکنا
تھوڑی صحت اور طاقت غایت کرتے تاکہ دوستوں کی خدمت بجالا سکیں۔ غالب۔ ۳۔ جولائی ۱۹۰۷ء
ایضاً جناب سید صاحب قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیجاں کی بندگی مقبول ہوا دیر
بھی قبول ہو کہ جناب علی القاب نواب برہیم علیخان بہادر کی خدمت میں میری بندگی عرض کریں
بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت
میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہوں گا عنایت کی
نظر ہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا
ہونے والا ہے مجکو تاریخ تولد کا خیال ہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کر لوں گا
تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہوگی وہ بھیج دوں گا اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی
غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہے۔ جس مہینے تک
میں زندہ ہوں اس مہینے تک خدمت بجالاؤں گا۔ ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۷ء۔

بنام تفضل حسین خاں صاحب

میں صاحب یہ چاہتی تھی ہونا اور شاگردی و استادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز
ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو
وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجکو دے ڈالو مگر مبارک ہے مجکو مستعار دو۔ میں اس کو دیکھ لوں جو میرے
پاس نہیں ہے اسکی نقل کر لوں پھر تم کو واپس بھیج دوں۔ اس طرح طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے
کہ مجکو جھوٹا جانتا ہو۔ میرا اعتبار نہیں یا کہ مجکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب بھی میرے
آدمی کو دیدو۔ باللہ واللہ میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے تمکو بھیج دوں۔ اگر تمکو واپس نہ
تو مجھے لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب بدل قہہ کو نہ دو تو تمکو آفریں۔ غالب۔

پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ۔ ۲۵۔ ستمبر ۱۸۶۶ء کے

ایضاً حضرت یہ آپ کچھ امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تو اترو درود اشعار پھر یہ پنجاب کے سونے کے سید سوار مانگتے ہو۔ میرا براہیم علیخاں صاحب کی غزل جن کا ایک شعر یہ ہے

علی علی جو کہا تا سحر تو یوں سمجھے | کہ ذوالفقار سے کشتی ہے اب ہاری رت

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپس کا تقاضا کیے جاتے ہیں۔ غزلیں آپ کی برستی ہیں کہاں تک دیکھوں۔ آپ کی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں۔ بہتر برس کا آدمی پھر بخود داعی غذا کی قلم مفقود۔ آٹھ پہر میں ایک بار آب گوشت پی لیتا ہوں۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشک۔ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ تنولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کا غزل وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں کھکھ بھول گیا ہوں خلاصہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب آپ کے خط میں پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا۔ معاً خرچ ہوا۔ ان کی ایک غزل ساری رات ہماری رات۔ جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل ان کی اب میرا نہیں۔ اور جناب میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر لٹائیں گی تو بعد اصلاح بھیجوں گا۔ آپ کی غزلیں شمار سے باہر ہیں کس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈوں گا۔ مدعا یہ آپ اور دونوں سید صاحبس کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں جیسے غزل اور اس کا جواب بھیج جائے تب دوسری غزل خط میں ملوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو۔ آپ یہ میرا خط غور سے پڑھیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھو ادیں از روئے احتیاط بیزنگ بھیجتا ہوں۔ اسد یکنگ ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضاً سید صاحب قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیجاں کا سلام پہنچے۔ وہ جو اپنے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے آفات ہے سو محض غلط ہے۔ آگے نا تو اس تھا اب نیجاں ہوں۔ خط نہیں لکھ سکتا ایک لڑکے سے یہ چند سطر لکھوا دیں ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہو۔ آپ سید ہیں

اور وہ دو ہزار روپیہ مہینہ جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے کچھ نہیں کھاتا کہ اُس ہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زن مرد کا انجام کیا ہوا۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میر حرم کو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر چھل نہ رہے۔ پتا مسکن مبارک کاکشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم۔ ظاہر اسی قدر کافی ہو گا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دُعا کہیے گا اور اُن کی اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی اُنہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روئے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی بنی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علیصا نے لکھا ہو گا۔ یاریاں کے دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہو گا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا۔ اپنے حسن اعتماد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بقضاسے یکدلی ہے جبنا کام سمجھ لیے تو نجو لکھنا کیا ضرور مگر اسکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطیع اخبار آقا باجمال کتاب میں یکم ستمبر شہد ع حال سے حکیم حسن الدخاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا اخبار ایک بار بھجوا دینا۔ اور آئندہ ہر ہفتہ کے ارسال کا طوٹھرا دینا۔ کیوں صاحب امر کیا و شوا تھا کہ آپ نے کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ متوقعی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں قصہ لکھا ہوا ہے۔ کیا اُنہوں نے بھی وہ خط مکتوب نہیں پڑھایا ہر چند عقل توڑائی کوئی دنگ کی وجہ خیال میں آئی اب حصول دعا سے قطع نظر میں بیچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس ن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آ جاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
سخن کو خامہ غالب کی آتش افشانی

غلام ساقی کو تر ہوں مجھ کو غم کیا ہے
یقین ہے بلکہ بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

علامہ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پونہ غلامی خباب رضی علی کو بیچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ
بنیانی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ انا کہ روشنائی اس کے اجارے میں
آئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک یہ دوادید نہ ہو لے اپنے کو ریگانہ کی گز گھٹیں
البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے
خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو اچانا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا
سے لیکر پڑھ لیجئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھ لینے سے دو بالا کیجے گا
اے میجر جان جا کو ب کیا جوان مارا گیا ہے۔ بیچ اس کا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا
اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلاتا۔ یہ بھی نہیں میں ہے کہ جن کا میں مانتی ہوں۔
ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں ہا و کس سے فریاد کروں۔ جیوں تو کوئی غمخوار نہیں۔
مروں تو کوئی غمخوار نہیں مغریں آپ کی دیکھیں۔ سبحان اللہ۔ چشم ہا و و۔ اُردو کی راہ کے
تو سالک ہو گیا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاوے
لطف پاؤ گے۔ میرا تو گویا بقول طالب علی اب یہ حال ہے

لب از گفتن چنان بستم کہ گوی
دہن بر چہرہ زخمی بود بہ شد

جب اپنے بغیر خط کے بھیجے خط مجھ کو لکھا ہو تو کیوں کر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا
حال دیکھئے کہ میں نے سنا تھا کہ اب کہیں کے صدرا میں ہیں۔ پھر اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس
ہنگامہ میں آپ کی صحبت و حکام سے کیسی ہی راجہ بلوان سنگھ کا بھی حال دکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں

اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں مسخرت کرے۔
چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ بآئنگہ یہ کوچہ چھٹ کیا۔ اس فن سے میں بیگانہ محض ہو گیا ہوں
لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرزا زندگی بھر بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے
دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامہ عشق مجازی چھوڑو۔ سعدی اگر عاشقی کنی جوانی
عشق محمد بس ست و آل محمد و اللہ بس ماسوی ہوئیں۔

ایضاً شرط اسلام بود و زرش ایماں بالغیب و لے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست
حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخاں خیر نے جو کچھ تم سے کہا اُس کا منشا کیا ہے
کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سننا ہوں کہ وہ
طرداری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس مادہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کے نوکر تھے
اور اُس میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرہوں اخلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمہارے شعر
اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے۔ بہر حال تمہارا حیلہ دیکھ کر تمہارے کیندہ قامت ہونے پر مجبور شکستہ آیا ہوں
کسو اُسے میرا قد بھی دوازی میں گشت نا ہے۔ تمہارے گندمی نگ پر شکستہ آیا کسو اُسے کہ جب میں
جیتا تھا تو میسرانگ چنپی تھا اور دیدہ وریلوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد
آتا ہے تو چھاتی پر سانپا پھر جاتا ہے اُس مجبور شکستہ یا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس بات پر کہ وہ
گھٹی ہوئی ہے وہ مرے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر گیا گزری۔ بقول شمع علی خریں

تا دسترم بود ز دم چاک گریباں | شہر مندی از غرقہ پشیمند دارم

جب ڈاڑھی موچھ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چوٹی کے انڈے گالوں پر نظر کرنے لگا اس سے
بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار سستی تھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یاد رکھئے کہ اس
جوڑے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ ملا۔ حافظ۔ باطلی۔ پنہ بند۔ دھوبی۔ ستھ۔ بیٹھارہ۔ جولاہ۔ گنڈا۔

ایضاً صاحب میر کے عہد و کات مبارک ہو۔ موکلوں کا لیا کیجئے۔ پروں کو تسخیر کیا کیجئے۔ مثنوی پہنچی۔
 جھوٹ بولنا میر شاعر نہیں۔ کیا خوب ل چال ہے۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ جلیو
 کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے۔ اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخشش
 ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا گمراہ اس راہ سے کہ مستحق کرامت گنہگار اندہ بخشش کا
 متوقع ہوں۔ میں ابھی کہتے بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا کہ شری ہے۔ اور مضمون اسکا کیا ہے۔ عزاداری علیخان
 آٹھ دس مہینے سے مع عیال اطفال ہی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ لے لیا ہے
 انہیں رہتے ہیں ان کو خط بھیجتو میرے مکان کا پتا لکھ دینا۔ اور یہ بھی آج کو معلوم ہے کہ میرے خط کے
 سزا مہ پر حملہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میر نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان
 کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ سو روز سے شمع مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو آنا
 ہر وقت ہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پھر چھ گھڑی کی نشست رہتی ہے ابھی یہیں سے اٹھ کر
 گئے ہیں۔ تھکوا سلام کہتے ہیں اور شمع مہر کے تاج اور بیان بخشش کے مشتاق ہیں +

ایضاً جناب عزادار صاحب پکا غم و زانامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوا دیا۔ پھر
 جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اس کی طاعت اور تمھاری اس سے محبت
 سخت مال ہوا اور بیچ کمال ہوا۔ سنا صاحب شعرا میں فردوسی اور قمر امین حسن بصری اور عشاق میں مجنوں
 یہ تین آدمی تین فن میں سر و قدر اور بیٹھا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا
 یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو۔ بلی اس کے
 سامنے مری تھی۔ تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوئے کہ بلی اپنے گھر میں
 تمھاری معشوقہ تمھاری گھر میں مری۔ مجنی مثل پیچھے بھی غضب ہوتے ہیں جبر فرماتے ہیں اسکو مار کھتے
 ہیں۔ میں بھی مثل تم ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو مین نے بھی مار کھا ہے۔ خدا

آہا ہے۔ ہے ہے وہ خوراجین ہو جائیگی۔ طبیعت کیوں نہ گھبرا ئیگی۔ وہی زمردیں کاخ اور مٹی مٹی کی
 کی ایک شاخ۔ چشم بد دور۔ وہی ایک خور۔ بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل لگاؤ
 زین تو گن لے دوست درنو بہار کہ تقویم پارسہ ناید یہ کار
 مرزا منظر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند۔ ذکر ہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع
 اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا۔ مکتومی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں
 سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُن کو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام۔ ہم
 دیکے مجھ سے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا میں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قلم کعبہ
 دکھائی گئے اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجبور تم فرمائینگے۔ میں کیا جانوں کہ حضرت میر کا وطن میں
 جلوہ افروز ہیں یا درخانہ ومن گرد جہاں میگردم اب مجھے اُن سے یہ استدعا ہو کہ وہ خط
 سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانیکا سبب و جناب قلم کعبہ حال کچھ معلوم ہو وہ سبب خط میں درج کریں۔
 ایضاً مرزا بادشاہ ولیہائے من تو ان بخشید خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم +
 کل دو شنبہ کا دن ۱۰ ستمبر کی ہفتی۔ صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیج دیا
 دوپہر کو ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ
 مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر
 ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ڈاکٹ نکالنے لگا۔ کس میں سے وہ تمہارے نام کا خط لکھ کر
 بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لغت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا
 معاف ہو۔ بعد چاہئے عفو کر کے آپ کے کل خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آراش
 باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع شاہ
 ہو جائینگے۔ اہل ہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چک جائیں گے اس کا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔

مٹھ پر ڈاڑھی سر پہ پال۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی کھتی اُسی دن سُر منڈایا۔ لا حول لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم
 کیا بک باہوں۔ صاحب بندہ نے دستبوجاب شرف الامر اجراج فرید کا ایڈمنٹشن صاحب لٹ گورنر
 بہادر غربہ شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سوان کا فارسی خط محررہ دہم پنج مشعل تحسین وافرین انظار
 خوشنودی بطریق ڈاک آگیا۔ پھر میں نے تہنیت میں لٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا
 اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ذاک مرقومہ چارہم
 آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مرح و تہنیت میں جناب یابرٹ منگلری صاحب لٹ گورنر بہادر پنجاب
 کے خدمت میں بوسطہ صاحب شہر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا مہری خط بندیدہ صاحب کشنر بہادر دہلی
 آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں۔ دیر آید درست آئے
 انج کھاتا بھی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاد بھر شراب رات کو لے جاتی ہے۔
 ہر ایک بات میں کہتے تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکڑا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے
 بچھنج گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دیں گے۔

ایضاً مرزا صاحب ہکویہ باتیں پسند نہیں۔ پیسٹھ برس کی عمر ہے۔ بچاس برس عالم رنگ بونکی
 سیر کی۔ ابتدا سے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہکوزہ دور مع منظور نہیں۔ ہم باغ فستق
 و فخر نہیں۔ پیو۔ کھاؤ۔ مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی کھتی بنو شہد کی کھتی نہ بنو۔ سو میرا
 نصیحت پر عمل ہے۔ کسی کے مرنے کا غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی اسٹافٹنی کہاں کی مہینہ خانی
 آزاد دی کا شکر بکالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر اچھے اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چٹا جان ہسی متا جان ہسی
 میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا۔ اور ایک حمد ملی
 اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکیخت کے ساتھ زندگی ہے۔ اس تصور سے جی گھبراہو اور کلیجہ مٹھ

ہم تم ایک قبا کے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری نگہ ساری میں محبت کرو گے کیا تم کو غیر جانوں
جو تمہارا احسان مانوں۔ تم سر یا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم باہمی ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کے نصیح میں اس واسطے
کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہو صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت
بڑی خرافات ہے۔ بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہو متوقع ہوں
کہ وہ تکلیف نہیں اور ختم کتاب متوجہ ہیں۔ منشی نزیرین صاحب نے میری کاپی دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سب طرح
میرے پسند آئی۔ چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سپاہی خدا اور بھی رنگت کی اچھتی ہو ۱۲ حضرت چا
جلدیں یہاں کے حکام کو دے دینا اور دو جلدیں لایت کو بھیجوں گا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے
زندگی پر۔ بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدیں کی کچھ ترنیں اور آرائش کیا دے تاکہ
بھائی صاحب ورن کا قلم زندہ شد منشی عبداللطیف و منشی شیو نزیرین یہ چاروں صاحبان ہم ہوں اور باجلا
کونسل یہ تم کو دے دینا اور وہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں جو پہ
میں دو جلدیں چھ و سپہ میں تار ہوں پھر مرقعہ ہوں کیب آرائش کی گنجائش کہنا چار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی
اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے کہ تیری رائے
کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ پیچیدہ ۱۲ مطالب مقاصد تمام ہوئے
اور ہم تم بزبان قلم باہم گھر ہر کلام ہوئے *

الارضاً مرزا صاحب میں نے وہ انداز اختیار کیا ہے کہ مرسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا
کرو۔ ہجر میں وصال کے غم سے لیا کر دے۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات
تمہارے جی میں آئی ہے۔ برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا
بجھوایا۔ ہاں مرزا غفرتے یا تھر سے یہ خبر دی ہے کہ پلنچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے انکو دے آیا
ہوں اور انھوں نے یہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے جھگڑا خبر دی ہے کہ دو کتابوں

رہی بارہ روپہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے مجھ کو اطلاع دیجئے گا ورنہ میں شوش رہوں گا حضرت
یہاں دو خیریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر
میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈو راپٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندو
میں ہو گیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب نیشن صاحب درگورنٹ کلکتہ کے چیف سکریٹری آف
لفٹ گورنر ہو گئے۔ خیریں دونوں چلتی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے کھنے پر منحصر
ہاں صاحب ایک بات تو ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ مظہر الملکستان کی طرح میں ایک
قصیدان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح اور عکداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظوم تھا کہ کتاب کے ساتھ
قصید ایک اور کاغذ تہ پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب بھی لکھی ہے
یہ یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات بھی
سچ ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا نقیہ منشی شیونریاں صاحب کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر
مجھ کو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے دوپہا
ہیں ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لکھا جائے پہلی کتاب کے دوسرے کی اس کی سیاہ قلم کی لوح
اور پہلے صفحہ پر طبع کتاب کا نام چاہئے میں اس طرح یہ بھی چھاپا جاوے کہ قصیدہ مرح جناب ملکہ الملکستان خلد اللہ علیہا میرا
کچھ ضرور نہیں کہ پہلے صفحہ پر ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب صوبہ یعنی نوید قبول جلد لکھے۔
ایضا بندہ پرورد اپکا مہربانی نامہ آیا۔ آپ کی مہر انگیز و محبت خیر باتوں نے غم بکسی ٹھلایا۔ کہاں حیاں ٹرے
کہاں سے دستہ کی نسبت کے واسطے یہ ریاضہ صوفیہ نکالا ہے آفرین آفرین ہزار آفرین۔ تیسرے صرغ اگر کوئی
توفیق کے نزدیک بہت مناسب نامہ خود سال خوش و نشان ۴۰ مرزا نقیہ کا خط ہاتھ سے آیا انکے لڑکے
چھتے ہیں آپ گھبراہٹ نہیں آئے کہ آئے ہیں۔ اگر تمہیں دنوں کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں جیسا
بندہ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر یاد کا ہند کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲

ایضاً بھائی صاحب آپ کے خامہ مشکبار کے صریح کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا بلکہ محکو اُنکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعل آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے محکو تو عجیب اس مصرعہ کے سے خاموشی از شنائے توحید ثنائے تست بد دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہے۔ حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ محکو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ لے گا تو بندہ درگاہ مدح گشتری کا جوہر دکھائیگا اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیگا اتنا تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر محکو کب آئیگی آپ کے فرط توجہ کا سبب طبع یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو عجیب نہیں ہے۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر متوقف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھائی بنی بخش صاحب دربار کے شفیق منشی شیونزین صاحب کی ہمت اُسکے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے۔ یا رب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے۔ مرزا تقیہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں۔ مگر دُعا دوں اور دُعا لکھوں صاحب بے حیل نہ کرو کام میں تعیل کر دے اے زفر صفت بخیر درہر چوباشی زود باش بد خدا کرے شر کی تحریر انجام پاگی ہو۔ اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو۔ قصیدہ کا شر سے پہلے لگانا از ماہ اکرام و اعزاز ہے ورنہ شر میں صنعت اور نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سرکشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک مدق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ سائے امید سنگہ کا کوئی خط اگر اندر سے آیا ہو تو محکو بھی آگئی دو۔ چاہو تھیں ابتدا کرو اور ایک خط اُنکو لکھو اور اسکا پر دازا بات پر رکھو کہ انہ کتابیں تیار ہو نیکی آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہان بھی جائیں اور کیا پتا لکھا جاے۔ یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور اُنکو جواب لکھنا پڑیگا۔ ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس پیش ست

کی حلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر آپ کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں دہنگ کس قدر ہے۔ ہستم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائیں گی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئیں گی۔ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ انگوٹھی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے اُن مینتیں جلدوں کے ساتھ یاد دہن روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں تا خاص عام جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں ہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا حج کر لیتے تھے جو مین نے کہا انہوں نے لکھ لیا۔ اُن دونوں کے لٹ گئے۔ ہزاروں روپیہ کی کتاب خانے برباد ہو گئے اُن مین نے اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمرزمرہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھو الایا اُس نے وہ کاغذ جو محکود کھایا یقین سمجھنا کہ محکور و نا آیا۔ غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں۔ غزل

در دمنت کشش دوانہ ہوا	میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں قریبوں کو	اک تماشا ہوا رگلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دلتانی ہے	لے کے دل دلتاں روانہ ہوا
زخم گردب گیا اہونہ تمھا	کام گزرک گیا روانہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب رقیب	کھالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا
کیا وہ غمزدگی حسدائی تھی	بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دینی دینی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یوں ہے کہ حق آدا نہ ہوا
کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں	آج غالب غزل سزا نہ ہوا

جناب نشٹن صاحب بہادر سے میں صرت آشنا نہیں کبھی میں نے اُن کو دیکھا نہیں غلطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ پیام کی یوں بات ہو کہ جب کئی نواب گورنر جنرل ہاؤس آتے ہیں تو میری طرح ایک قیصر بطریق تدرج جاتا ہے نے ذریعہ جناب صاحب نشٹن بہادر ملی۔ اور نواب لغٹ گورنر بہادر اگرہ بھجوتا ہوں اور صاحب سکرٹری بہادر گورنمنٹ کا خط اسکی رسید میں بسیل ڈاک پاتا ہوں جب جناب لاڈ کینگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قیصر ڈاک بھجویا۔ اور نشٹن صاحب بہادر حریف سکرٹری کا جو محکو خط آیا تو انھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا۔ قبل ازیں خالصا جیسار مہر بادشاہ میر القاب تھا۔ اس قدر شناس لے ازا رہ قدر افزائی تھا شفق بیسار مہر بان مخلصان لکھا۔ اُب فرمائیے انکو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دُعا کہتا ہوں۔ بھائی اب میں اس کا منتظر رہا ہوں تم اور مرزا صاحب محکو لکھو کہ صاحب دستبنو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قیصرہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا۔ مادہ تیغ میں کیا بڑائی ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ یہ دونوں قطعے رہیں۔ اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں۔ اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ نوے سخن ساری دعائی کی طرف ہے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیئے۔ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ میرے شفق منشی شبیر ترائن صاحب کا خط لایا۔ بارے قیصرہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی رفع ہو گئی۔ اب اُن سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا کہ شکر تیرا تو چنداں نہ یافتے تھے تو وہ اور یہ اُن کو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا فہرگز محکو نہیں پہنچا درد کیا امکان کہ میں اُس کی رسید نہ لکھتا۔

جلدیں آپ کی بڑائی ہوئی تھیں بالفعل ایک دھندلے سرشتہ خیال میں پڑا ہے یعنی اردو اخباریہ
 خلائق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جوائنٹ منسٹن صاحبہا درگاہ آئیں گے اور سائڈ لفٹ گورنری
 پر اجلاس فرمائیں گے۔ اس صورت میں غلبہ ہے کہ ولیم پیور صاحبہا دران کی جگہ چیف سکریٹری جنرل
 پھر دیکھئے کہ یہ جوائنٹ گورنری میں اپنا سکریٹری کس کو بنائیں گے۔ میٹھی اس محکمہ کے تو وہی نشی غلام
 غوث خاں بہادر ہیں گے۔ ہمارے نشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہر حال آپ سے یہ سید
 کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھئے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھئے جب تک منسٹن صاحبہا چیف سکریٹری
 تو یہ خیال میں تھا کہ انکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس
 بھیج دوں گا اب حیران کہ کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکریٹری کون ہو اور جوائنٹ گورنری کے لئے تو انھوں نے سکریٹری
 کس کو کیا میٹھی لفٹ گورنری کا کون رہا اور گورنر جنرل کا نشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو گا اور جو معلوم
 ہو وہ دریافت کر کے لکھئے۔ قمر الدین خاں کا حال ضرور۔ نشی غلام غوث خاں کا حال پُر ضرور۔
 بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کٹھن ذہن

اجتی طرح اُس کو سمجھ لے نہ یاد کیا لکھوں۔ مخالف

ایضاً بھائی صاحب خاتم کو دولت اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا
 کرے قیصر کے چھاپے کی منظوری اور ہندوئی کی رسید آئے گو یا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہندوئی
 کا روپیہ جب چاہوں گواؤ۔ اور کتابوں کی اوجیں اور جلدیں موافق اپنی راے کے بنالو۔ آیا پتہ وقفہ کا
 ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں۔ قیصر کے مسودہ کا ورق
 مرزا قسٹ کے خط میں پہنچ گیا ہو گا آپ نے اور مرزا قسٹ نے اور بھائی نشی بنی بخش صاحب نے قیصر کو
 دیکھا ہو گا قیصر کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہئے کہ صاحب ملج کو کیا منظور ہے۔
 اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم اپنی سات روپیہ سے اور بھی اُن کا بھرنہ بھریں گے۔

کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان بکیرہ
مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب بکلی بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے
نقل کر کے بھیجا ہے۔ میں نے منشی شیونزین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناجبات
تو ایک بات میری مانو۔ ترقیات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت میں سے
پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو۔ خط مفت میں تمام ہو جایا کرے گا اور تمھارے خط کے آنے کا
نام ہو جایا کرے گا اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا ہے برات
عاشقان بر شلخ آہو۔ واقعی جو اخبار ناگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑے جاتے ہیں
صاحب ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دُکاتوں میں فریخ اور شام بین کے
وجہ دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں اور جوہریوں کے رویہ اور جواہر سے بھر ہوئے ہیں
میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اٹھاؤں گا۔ بس زیادہ باتیں نہ بنائیے اور
قصیدہ مجھ کو بھجوائیے۔ میں نے کتا میں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر
پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے۔ رات دن گردش میں ہیں سات کسا
ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھرائیں کیا۔ دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے۔

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا	کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا
سوج خون مرے گزر ہی کیوں جانے	آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھائیں لگاؤ	جب کچھ بھی ہو تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل نام نام ہے

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آثار بس است آید بزبان ہر پنجہ از دل برود *

بندہ پرور فقیر شکوہ سے بڑا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہِ رست سے مُنہ نہ موڑے اور مہنذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔ کیا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا قریح آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ آٹے پھرتے آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اُس کا جواب بھجوا دیا کہیئے پانے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس مرد مندوں کو زیادہ شانا اچھا نہیں۔ مرزا افتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج تو کلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اوقیہ پڑھا۔ صہل خط تمہارا الفاظ میں لپیٹ کر مرزا افتہ کو بھیج دیا تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے۔ بعد اس پورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بصدق ائمہ اطہار یہ پیش آد قبال تکو مبارک کرے۔ اور منصب ہائے خطیر اور عاجِ عظیم کو پہنچا دے وہی کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردی مردگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دُنیا میں کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمتِ منصفی ملے اور جلد ترقی کرو البتہ کہ سال آئندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک ذرا نہ تھا کہ منحل نہ تھا راؤ ذکرِ حج سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے تھے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب ایک مانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی آجائے گا کہ ہم تم بٹھیں اور باتیں کریں۔ قلم بگایا ہو جائے۔ زبان بر سرِ گُفتار آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دو پارسلوں کا محصول۔ دو جیڑیوں کا معمول۔ تین کتابوں کی لوجس طلائی۔ یہ ساری بات اس میں
 میں کیونکر بن آئی۔ اور کیونکر معلوم کروں۔ کس سے پوچھوں۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس خبر کے
 اظہار میں توقف نہ کرو۔ حقیقی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں تھیں مٹی
 روٹا ہوا اس تکلف نہیں آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شکر سارہوں۔ کیا لکھوں۔
 ایضاً بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں لکھا
 مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ بارگاہی خطوں میں محو غم و اند
 کا شکوہ گزارا پایا ہے۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے بلکہ غم تو
 نصیب دوستان درخور اغراض بقول غالب علیہ الرحمۃ

کسی کو دے کے دل کوئی نوبت فغان ہو + نہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ہے حسن مطلع

یہ فتنہ آدمی کی خانہ دیرانی کو کیا کم ہے + ہوا تو دوست جس کا دشمن اسکا آسمان کیوں ہو
 افسوس ہے کہ اس غزل کے اور ہتھار یاد نہ آئے۔ اگر خدا نخواستہ بند غم دینا ہو تو بھائی ہمارے ہمدرد
 ہم اس بوجہ کو قرآن اٹھا رہے ہیں تم بھی ٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم

دلایہ درد و الم ہے تو مغنم ہے کہ آخر + نہ گریہ سحری سے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہوگی۔ خبر ہوگی۔ اس میں میں ہر شعر میں

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر + جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈنبا ہوں نظر ہوگی
 کتنا خوب ہو اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدہ کا شائق ہوں خدا کرے جلد چھاپا جاوے تو
 ہمارے دیکھنے میں بھی جائے۔ کیا کہیے بھلا کہیے۔ یہ زمین ایک بار جہاں طرح ہوئی تھی مگر بحرام ہی تھی
 کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے + تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

<p>ہے بسکہ ہر اک کچھ اشارے میں نشان اُور تم شہر میں ہوتو میں کیا غم جب اُٹھیں گے لوگوں کو ہے خود شید جہاں تاب کا دھوکا اُبرو سے ہے کیا اُس ننگہ ناز کو پیوند یارب وہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے جری بات ہر چند سبک ست ہوئے بُت شکنی میں پاتے نہیں جب راہ چڑھ جاتے ہیں نالے مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے ہیں اور بھی دُنیا میں مغرور بہت اچھے</p>	<p>کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گساں اُور لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اُور ہر روز دکھاتا ہوں میں ایک داغ نہاں اُور ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کہاں اُور دے اور دل اُن کو جو نہ دے محبو زباں اُور ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اُور مرکتی ہے جری طبع تو ہوتی ہے رواں اُور جلا دے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اُور کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اُور</p>
---	---

دوشنبہ کا دن ۲۰۔ دسمبر کی۔ صبح کا وقت ہے۔ اکیسویں رکھی ہوئی ہے۔ آگ
تاب رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشارہ یاد آگئے تم کو لکھ بیجھے۔ والسلام +
ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سید تھا گویا میرے حق میں رزید تھا۔ چار گھڑی
دکن نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب
بر محل پہنچا۔ آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو برآئی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ
بزرگ و ہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اس قدر خیال کرتا
کہ جلد میں بندھی ہوئی۔ دو کی لوجیں زیریں اور پانچ لوجیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ والد اگر تصور میں
بھی گزرتا ہو کتابیں اس رقم کی ہوں گی جب تک جہاں ہے تم جہاں میں رہو۔ ائمہ اہلبار علیہم السلام
ان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بنجاسے یہ کہ دو کتابوں کا
رنگ دکھلائے اب پن حیران ہوں کیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ

ایضاً جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے

گھر میں تھا کیا جو تراغم اُسے غارت کرتا | وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سوئے
یہاں دھر کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو یوں منظر ہو کہ چند روز
گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فرج نے اتفاقِ رائے ہو کر ایسا بندوبست
کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے ناخِ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوست
صادق الوداد تھے گر یک فن تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو کچھ علاقہ
نہ تھا۔ بھان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے
اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اُٹھایا

خدا سے میں بھی چاہوں ازلہ ہر | نورِ غمیر سزا حاتم علی قہر
اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کا رنامہ اُردو کہلائیگی خدا تم کو جتیار کے تمہارا دشمن
ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا
تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی بنی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کاغذ مقبول و سبوح حق تعالیٰ اُن کو نازند
اور نازدِ رست اور خوش و خرم رکھا اور دولت و اقبال عطا کرے بالفضلِ جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط
آیا اُنہوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرائش کی جس تفریق سے ٹھہرائی ہے وہ محکوم پسند آئی ہے
کل میں نے اُن کو اجازت اُسی طرح کی تزیین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا تبصرہ آپ کو لکھ چکا ہوں
اُسی پر عمل رہے۔ میں نے مرزا الفتہ کو کہ وہ خیانتِ لفظ کے بہت متعقد ہیں اس امر کی اطلاع
کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ جناب ملک مستزاد انگلستان کی طرح میں لکھا ہے

رہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے	کٹے زبان تو خنجر کو مرجھا کہئے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب	خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کہئے

اور جو فلاتن فلاتن فلاتن فلاتن یہ بحر ہے۔ اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کیا تھا تقریب یہ کہ مولوی کریم حسین ایک میرے دوست تھے انھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجئے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے تو دس شعر کا قطعہ لکھ کر اُن کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں قطعہ

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی	زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے
خاتمہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے	ناطقہ سر بگیاں کہ اسے کیا کہئے
انقر سوختہ قیس سے نسبت دیجے	خال مشکین رُخ و لکشمیں لیلیٰ کہئے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجئے فرض	نافذ آہوئے سیا بانِ حقن کا کہئے
صومہ میں اسے ٹھہرائے گرفتِ ناز	میسکہ میں اسے خشتِ خم صہبا کہئے
مسی آلودہ رنگشتِ حینیاں لکھئے	سر بہتان پر یزاد سے مانا کہئے

غرض کہ میں بائیس بھیتیاں ہیں۔ ہندو سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے

اپنے حضرت کے کف دست کو دل کیجئے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہئے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا درود دل سُنو بر خور دانشی شیو زاین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کہو اور کہو میاں میرا کلام بند ہے۔ اُس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد اور اگر اُس کے پہنچنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔ + -

دوسرے بھی یقینی پہنچ کیا ہو خاطر جمع رکھو جناب ارشد صاحب آج تشریف لے گئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے۔ میم اور بچوں کو ولایت بھیج کر آئیں گے۔ جیسے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہوں گا مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو انکو میرا سلام کہنا مرزا تفسہ کو اگر کبھی خط لکھو میری ٹانگہ ارا غالب۔ مرقومہ دو شنبہ۔ ہفتدہم جنوری ۱۹۵۹ء

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی بخش

صاحب آگے تمھارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جتھری کا پارسل پہنچا بعد اُس کے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا۔ آج ۶ دسمبر کی ہے۔ ۷۔ کو بوجہ تمھارے پہنچنے کے وہ وہاں سے جانوالے ہیں اور محکو معلوم ہے کہ میرے آئیں گے۔ دو دن کے بعد بمقام میرے خط روانہ کرو گنا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مہر جیسا لکھیں محکو اطلاع دینا۔ رہی تمھاری مہر اُس کا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تم نے لکھا ہے بنجائیگی۔ مگر بھائی شمسہ ۱۵۵۷ء میں دن کے باقی ہے ہیں۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ۲۲ و ۲۵ دن باقی ہے ہیں۔ ۱۵۵۹ء جنوری چینی میں خدا چاہے تو کھد جانی تم میرے بجائے فزند ہو۔ میرے بھتیجے ہو۔ جو تمھارا کام ہونے تکلف کہو شرم کیا اور تکلف کیوں یہ مہر کا کھدنا کو سنا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب میں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفسہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خواہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے۔ غالب۔ ۶ دسمبر ۱۵۵۷ء

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میرٹھی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو بارہ ابرکت خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس سے خیر پاؤ نخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں۔ یہ تو حضرت کو کچھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط مٹا اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کسوٹے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام عرضی مہوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک

ساتھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق چھپ کر دستیاب پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو مقصد سے عزت اور مقصد کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائیگی۔ کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا آفندہ اور منشی شیونز این صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کریں گے اور جیسا اتفاق تم چاروں صاحبان کو ہو گا تو گویا باجلاس کو نسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور امید وہاں ہوں کہ اجرا سے قانون سے پہلے مجھ کو منظوری کی اطلاع ہو جائے تاکہ مسودہ اس مقصد کا بھیج دوں۔ بہتم مطبع کو اگر کچھ تاخیر ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبداللطیف کو دُعا کہنا۔ اور ان کے عذر مقبول ہونے کی اُن کو اطلاع دینا۔ بیگم کو دُعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تکو بندگی اور اپنے بھائی بیہوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دُعا کہتے ہیں ہاں حضرت اب ایک مرتبہ کے واسطے جداگانہ خط مرزا آفندہ کو کیا لکھوں۔ میری طرف سے دُعا کہہ کر اُن کو کہیے گا کہ اخبار گزشتہ کے اوراق مع خط بہتم مطبع آفتاب عالم کتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار و پیمہ کی ہنڈی اور اُن کے خط کا جواب روانہ کریں گے۔ آپ خوش ہو جائیں گے۔ سہارے سے کہہ دیجئے گا اور تاکید کر دیجئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کتاب سے نقل کر دو اگر جلد بھیجیں۔ بھائی مجھ کو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم اور مرزا آفندہ میں مرسلت گویا مکالمات ہو گئی ہے روز بائیں کرتے ہیں۔ اللہ اللہ یہ دن بھی یاد رہیں گے خط سے خط لکھے گئے ہیں مجھ کو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤں غنیمت ہے کہ محصول آدھا آنہ ہے ورنہ بائیں کرنے کا مزا معلوم ہوتا۔ چار شنبہ ۲۲ ستمبر ۱۲۵۵ ش۔ جو بائیں جواب طلب ہیں اُن کا جواب طلب ہے۔ - -

ایضاً بھائی میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرا پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آگئی۔

ہاں اندر سے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب درستیٰ قرین شاد و شادماں ہیں جو اب غلطی کے سڑکی
 ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میوہ صاحبیہ در سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا لیفٹنٹ گورنری
 اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ آہ و آگئے یا آئیں گے ہر حال اب کیوں آگرہ کو جائیں گے۔ نواب گورنر
 بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں
 فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں کہ
 واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہوتا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب مجھ بلکہ
 مفصل نہ دیر بلکہ جلد رحمت کیجے گا تو مجھ کو مول لے لیجے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔
 ایضاً جابغالی تاج و شنبہ ۳۔ جنوری ۱۳۵۹ء کی ہے۔ پھر دن چڑھا ہوگا کہ اگر گھر رہا تو
 ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ تیر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے۔

افق باہر از ابر بہمن مہی سفالینہ جسام من بازئے تہی

غمر و درمند بیجا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہر کارہ تھا را خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط حاصل
 لکھا ہوا ہی بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس سے کہ حصول عاکے ذکر پر حاوی تھا افسردگی حاصل ہوئی

ماخانہ رسیدگان ظلمیم پیغام خوش ازدیاریانست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں ہاں انکے خط جواب طلب تھا جواب لکھنے لگا۔ پہلے
 یہ سینے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب میں کا نشان مرقوم
 لفظ کی مطابقت ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب ابجواب منتظر ہوں آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقضی
 استغنا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ ماسید مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی
 چلا ہوں۔ دو ڈوھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ کیا یہ بتا کر
 مزیکا نا نہ کون تبا سکتا ہے چاہیے الہام سمجھئے۔ چاہیے ادا سمجھئے۔ میں اس سے قطعہ لکھ چکا ہے قطعہ

دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایکٹن پچھے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ ان کو کھانچ کر
حضرت اُس ہر شے سے معلوم کر کے نہ لکھیں گے۔ اب آپ جانئے اور یہ دل سودازہ میں سکی سفارش
کر یو الا اور اس کے مدعا کا گزارش کر یو الا کون۔ ماں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ
مجھ پر جالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں میرے جگر کا دی کی قدر
ہوئی یا نہیں۔ پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا
شکر گزار ہوں یا نہیں۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا جگو چلا لیجیے گا۔ لو مارو کا خط
ایک مہر کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ *

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہو وہ کیا کھاتا
پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ میں سا دل فوج جدید کا آزد
پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو انکا پیشہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب دہرانی نہ
عتاب۔ خیر اُس سے قطع نظر کی۔ اب مہینے اودھ کی شہنشاہ سے موجب تحریر وزیر علی شاہی کا
امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرمناؤں اگر گنگا ٹھہرتا تو گولی یا بچاسنی سے تر اس بات پر
کہ میں بے گناہ ہوں مقبلاً و مقفول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں
کوئی کاغذ بھجوا یا ہے بطور چیف سکریٹریا دار اسکا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیش
گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اسکے قبول کی اطلاع نہ اسکے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم مورس
بہار نے بھی غایت نفرامانی اُن کی بھی کوئی تحریر جگو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف۔ کہتو
ہیں کہ چیف سکریٹریا دار لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُنکی جگہ کون سے صاحب عالی شان
چیف سکریٹری ہوئے۔ مشہور جناب ولیم مورس صاحب بہار و صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ
لفٹنٹ گورنری کے سکریٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں

کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لو مارو کی رودہ لگی کا خط آئے گا۔ لو مارو کو بھیجا جائے گا۔ جناب نشی نواب جان صاحب و جناب نشی انظار حسین صاحب اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیا نہ پہنچانے میں تو قہر ہو

تم سلامت رہو قیامت تک +

ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہریل غ ڈاک۔ تو سن ہمت پر سوار چل دیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا اتنا۔ بخود ہوں کہ جب تک تم جواب دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپ کا پہلا خط راہ سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط راہ پر پہنچا میں وہاں بھی نہ تھا۔ خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ سہذا جاڑے کی شدت مہاش کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہیں۔ پروے چھٹے ہوئے۔ نشیمن تدریک۔ آج تیرا عظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ خط لکھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں۔ اس خط کے مضامین اندوہ فرانے دل کو مضحک کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تھکے ماموں میں گران کے اور تھکے معاملات جہر و دلا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے۔ ایسے محب فراق اور پختہ دوام کیوں کر جاں گزارے ہو۔ حق تعالیٰ ان کو بخشے اور تلو صبر دے۔ حضرت میں بھی اتنے چراغ سحر ہوں۔ رجب ۱۲۸۶ء حال کی اٹھویں تاریخ سے اکبر و اداں سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب ہوئی منقود۔ امراض مستولی۔ بقول نظامی ع کے مردہ شخمس بمردی رواں + آج میں ابھی باتیں کرتا ہوں کہ خاص تر اش گیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہیں ہوئی۔ خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں ایضاً قبلہ پیری و صدیبا توں داک کے کہیں گن رہا ہوں۔ قونج آگے دُوری تھا۔ اب انجی ہو گیا مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتہد دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشا حیات ہو۔ غذا کم ہونے ہوتے

من کہ باشم کہ جاودان بشم	چوں نظیری نمائند طالب مرد
در گویسد مدکہ امی سال	مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو پچتر ہیں اور غالب نے کہ بارہ ستر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچی ہو پہنچ چکی ہو
ایضاً پروم شدہ خط ہے یا کرمت سے صاف صفائی ضمیر کشفِ حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری
 التحریر اور اندیشہ نشان مسکن انگیز۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان جس دن یہاں
 محکومہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اسی دن آپ نے وہاں لکھنے کو قلم اٹھایا ہے آپ کو عارفِ کامل کیونکر نہ کھوں
 اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائے گا کہ وہ نہ
 سہستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی کیشنبہ ۲۸۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستبنو کا ایک جلد اور ایک
 میں تین مٹا بیسل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا جو تھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں
 پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامہ پر
 پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتابے لے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹری
 بہادر اول کلام نامی ہے۔ اور ایک کتابے لے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹری دوم کا اہم سامی ہر
 آج پانچواں دن ہر خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہو کہ اگر نہ پہنچے
 ہوں تو بڑا غصہ ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں لکھا
 پتا آج تک نہیں۔ اب کارپردازانِ ڈاک ڈاکو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں
 کو با حیا ط پہنچائیں۔ صرف غایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے
 ابھی تو آپ نے مجھ کو لکھے نہ پہنچنے کا سوال ہے کہ سوائے کہ جب تک آپ مجھ کو اطلاع نہیں گے اُن کے
 نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچی محال ہے بہر حال یہ نیازِ نامہ جس دن پہنچے اُس کے دوسرے دن
 جواب لکھئے۔ جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھئے۔ آپ کے غایت نامہ میں

دوسوں بارہویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ میں نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اسکا جواب آیا۔ اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں لکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے، دو ایک دستوں کے پاس اسکی نقل انکو ہوتی کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اور اگر کل آگیا پرسوں بھیج دوں گا۔ بھائی! میں الدیناں صاحبہ کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤ الدین خاں نے اسکی نقل انکو بھیج دی میں دیوان پر نہیں چڑھتا۔ مسودہ بھیجتا ہوں۔ تقدیم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے عکس بجا نہیں۔ معذرا امراض جسمانی و آلام روحانی۔ ۴۔

ایضاً در نا اُمیدی سے اُمید ست پایاں شب سیمہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں تو طیبہ شیعہ میں لاٹھی بھاؤ نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کشن بھادور دہلی کو ساتھ لے گئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں۔ جب لشکر میرٹھ سو دلی میں آیا۔ موافق اپنے دستور کے روز درود شکر خیم میں گیا۔ میرٹھی صاحب سے ملا۔ انکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکڑ بھادور کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غم کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گئے میرٹھ اس حکم پر منع نہ ہوا۔ جب لاٹھی صاحب بھادور کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع اس حکم کے واپس آیا کہ آپ یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں یوں مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقعہ اور خزاہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۵۷ء میں نواب لغٹ گورنر پنجاب دلی آئے انالی شہر صاحب ڈچی کشن بھادور صاحب کشن بھادور کے پاس بیٹھے اور اپنے نام لکھواے۔ میں تو بیگانہ شخص اور سطر و حکام تھا جگہ سے نہ ہلا۔ کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کا مکار ہوا۔ شب ۸ فروری کو آزادانہ منشی من چھل سنگ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکڑ بھادور پاس بھیجا۔ بلا یا گیا مہربان پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حکام جلیل القدر کی وہ غنائیں بھیجیں

اگر معدوم نہ کہو تو بزمِ لہ مغفود کہو۔ پھر گئی لے مار ڈالا۔ ایک حرارتِ غریبہ جگر میں پاتا ہوں جسکی شدت سے
 بہہنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جڑ جڑ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں
 میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستانِ خیال کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے
 ایک دور قدس کا بصورتِ پدسل بلکہ ہیئتِ خط بھیجتا ہوں۔ آپ کا مقصد دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے۔ میرا
 اس دور قدس کے ارسال سے یہ کہہ کر اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاصِ خیرد کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت
 اور محصول و ترخیر دے۔

ایضاً بندہ گنگا شتر مساعرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر
 مثلِ بآے ناگہانی نازل ہوا ہوں۔

باید کہ کم ہزار نفیریں بر خویش
 آتا بہ زبانِ جادو راہِ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قربِ قرابت آپ کو اوباندا زہ ہر دم محبتِ مجکو۔ وہ مغفیر میرا
 قدردان اور مجھ پر ہر بان تھا حق تعالیٰ اسکو علیٰ علیین میں بسبیلِ دوامِ قیام مے۔ لا پور ہی میں تھا
 کہ اوہ اخبار میں حضرت کی غزلِ نظرفروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداعِ اسکو کہتے ہیں۔ جدت طرز اسکا نام
 ہے جو طعنت تانہ لڑایاں یا ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بر رُوے کار لائے خدا تمکو
 سلامت رکھے اور میرے اور دکنی برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق
 انضات عطا کرے۔ لو اب خط کا جواب جلد بھیجنا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے۔

ایضاً قبلِ آپ کا خط پہلا آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو
 اسی وقت پڑھ لیا۔ آدمی کے حوالہ کیا آج صبح دم مجکو دیا۔ میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتامِ تحریر
 سنیں کہ کسے ڈکانہ میں بچو اور کھا۔ والی رہو کہ خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دنوں میں
 کاروبار یہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ کی سندہ کاروبار یہ خدا چاہتا ہے آج چھ روز جالی ہر محصول کی

نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی ظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا۔ چیف سکریٹری بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ آیام عذر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام لکھ کر اُن کو بھیجا۔ مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص منقطع محض ہے امید دار ہوں کہ اسکی تحقیقات ہوتا کہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اب ہاہ گوشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک کے جواب آیا کہ لاڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم الامور والالہ واللہ واللہ۔ ۱۸۵۵ء میں نواب علی علی خان بہادر والی رامپور کہ میرے آشناے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم کو اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس چپس غریب اردو کی بھیجتے ہیں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ ادھر سے اتار ہوتا۔ طلحہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ اُن کے عطایا مفتور کئے جاتے تھے۔ جب یہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں۔ تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررہ ۸۔ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔ -۴-

ایضاً قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اتھر شناسوں کی کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب کے میری ایک ملاقات جسے دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے ہوئے تھے شرفاء میں تعارف بناے محبت اور مروت سے

میرے تصور میں بھی تھیں مگر مقررہ میزبانی لفٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا۔ جب حکام بحمد اسد عاجز سے نے تکلف لئے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میزبانی کی سے حسن طلب پایا لے حکام ہوگی وَلَکِنْ حُجْنُ الْطَافِ حَقِيقَةً بَقِیْہِ رَوادِیْہِہِ کہ شنبہ دوم راج کو سوا دھبہ مخیم خیاں گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جاب لوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا۔ اُنہائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار خلعت بدستور بجالا دو تو فرار ہے۔ متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے اگر تمہارے علاقہ کے سب کا غذا گریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کو نسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور نمبر در خلعت بدستور بجالا دو تو فرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہر کو کچھ معلوم نہیں میں سنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۲ دن یا ۱۵ دن بعد دھر کوروانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اسد

کار ساز باغ کیر کار ما فکیر مادر کار ما آزار ما

شنبہ ۲۳ راج کو ۱۲ بجے نواب لفٹ گورنر بہادر نے محکمہ کیا یا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بجالا ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا۔ اب انبالہ کہا جاؤں جتیار با تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا

کار دنیا کسے تمام نہ کرد ہر چہ گیرید مختصہ گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر بھر آپ شکر بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھایا۔ پرستش حکم نشر کار کھتی ہے اب رگ قلم کی خوابہ نشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرے میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب بہادر دہلی نے سات جاگیر داروں میں سے جو تین بقیۃ البقیۃ تھے اُن کو حکم دیا اور دربار عام سے سواے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن محکمہ نہ پہنچا جب میں نے اسد عاکی تو جواب لکھ لکھ

کمال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برمان لکھا ہوا ایک مجلد اس کا آپ کو بھی بھیج دیا ہے آپ اسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں ان کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے سبکی بہ محرق قاطع برمان۔ انہوں نے اسکی توہین اور سودہ کی تفسیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے اور ایک طالب علم مسیحی بہ عبد الکیم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر اس نے نجف علی صاحب کے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک سیکر دوست نے بصرہ زہد کو بھیجا ہے۔ ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بیسٹل پاپسل ارسال کیا ہے اس شہر ایک میلہ ہوتا ہے۔ مجہول والوں کا میلہ کہلاتا ہے۔ بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے اور شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں نو تین ہفتہ تک ہیں رہتے ہیں مسلمانوں ہندوؤں دونوں کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان دیرپے ہوں ان کے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب یوان خانہ میں ایک ہیں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک تیار خدمتگار بھائی صاحب ہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اترے چوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔ - -

ایضاً قبلہ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام وح کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بیسٹل دعا ہے مگر ماں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کئے انکے جواب تم نے ۲۷۔ جنوری کو لکھ کر بھیج دیئے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جو ان جو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰۔ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھیجا اور ۳۱۔ کو دوپہر کا ہر کارہ پہر دن چڑھے تھا را خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی خائبہ نشین صاحبہاں کی جگہ چیف سکریٹری گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں بیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے

چہ جائے آنکہ منافقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو اور ملاقات سے اُس دن تک حضرت کن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس بات کہ مولوی صاحب آپ کے ہنشین و ہدم تھے۔ اور مجھ میں آپ میں پیوند دلائے روحانی تھیں ہے ایچنگ گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں اُن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بنیں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سنیئے حال منشی حبیب کا میں نے اُن کو دیکھا ہوتا تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا۔ اُس میں دو غریب خط کامضوں کے میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپ کا ملکا اختیار کرتا ہوں۔ ان دونوں غریبوں کو اصلاح دیجئے۔ اس امر کی فقط وہ بادی نہیں۔ بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر خط نظم و شعر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب میرے حکم اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ عادات و عنایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں۔ آدم برسر مدعا۔ منشی حبیب کا کے استعارے رہے اور میں اصلاح دیکر بھجوا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل انکی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام نام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ میں نے معجیل غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھو اور الہ آباد کے ہیں۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی۔ اس میں سے تو میں کے معنی مستنبط ہوں تو میں اُن کا مستہن بھی۔ اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا

ایضا قبلہ میرا ایک شعر ہے ۛ خود پیش خود کفیل گز قاری من است ۛ ہر دم پریشاں

ابوس میرسد ۛ یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے۔ خراج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو غلط برہان قاطع کے

تھا نہیں ہوا کرتے یوں سنا مجھے یاد نہ آیا۔ یہاں تک تے میں مود نہیں ہو سکتا جگڑا استعجاب پر ہے۔
 محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہو کہ میری فتنی نواب فتنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور
 قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیاء کا یہ حال ہے۔ واسے برہان ہم اشفاق کے یہ حکایت
 شکایت نہیں۔ میں مینا داری کے لباس میں نصیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شاید کیا د
 ستر برس کی عمر ہے بے سائل کہتا ہوں۔ ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زمرہ خاص میں
 سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص صادق الولاء دیکھے ایک مولوی سلج الدین رحمۃ اللہ علیہ
 دوسرے منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا۔ اور خلوص
 اخلاص اسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہ خلق۔ حسن و جمال چشم
 دور کمال مہر و وفا صادق صفا نوراً علی نور۔ میں آدمی نہیں۔ آدم شناس ہوں۔

نگہم نقیب ہمیز نہاں خانہ دل ثر وہ باد اہل را کہ زمیہاں فرستم
 غایت ہر و محبت جس کے ملکہ کا تلو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ
 پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا نام دار سمجھا ہوتا تھا ایک کو تو میں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک
 دوست رہ گیا۔ دعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اس کا دل غنہ مجھے دکھائیو۔ اس کے سامنے مڑا
 میاں میں تمھارا عاشق صادق ہوں۔ بھائی امجدی قطبے ہند آئے۔ دافع ہدایاں دو مجلد اور پچیس گ

بنام نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپ کو دیوان کے دینے میں تاہل کیوں ہو۔ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا
 بغیر اسکے دیکھے آپ کو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد
 بن جئے میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمھاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں
 تمھارے بھائی کی تعریف کی شرب کی نظر سے گزرو۔ اتنے فوائد کیا تمھو سے ہیں۔ رہا کتاب

جو کچھ لکھا ہے دیکھی کہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فیض کروں لیکن اگر اجازت
 پائل تو ہی باب میں یہ عرض کروں کہ بیگاہ گورنمنٹ میں توسط چیف سکریٹریہا در سابق اور فٹنٹ
 بہادر حال دو مجلد پیش کئے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کیواسطے یہ سوال کہ میری عزت
 بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوالی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ میں تو
 مولوی انہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے
 دو نسخے جو ان دنوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور فٹنٹ
 ہوئے رد و قبول۔ نفرین آفرین کچھ بھی نہیں قیاساً جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں
 ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم ذیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں منجوا آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ اور
 جائز کے واسطے کہ جو توسط لارڈ الن براسائل نے بھجوا یا ہے خطاب اور خلعت اور نشن کی تجویز ضرور
 ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو توسط گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء
 آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں نے پایا۔ فروری پانچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں
 فلک نے یہ فتنہ اٹھایا اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل
 محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو
 ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جائز کا
 یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو۔ جی میں آتا ہو کہ
 نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب فٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھ کر
 پھر یہ سوچا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو صورتوں میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا خط
 اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دو نوٹ ایک وقت میں نہ بھیجیے تو جواب طلب نہیں سکا جواب لکھیے اور بہت تاب لکھیے
 ایضاً سا دہ لے زرد گئی یا رے خوش ہوں + یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا + پروردگار

جو لکھوں۔ اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرح دعا کہہ دینا۔ اور تم کو بھی تمہاری ساری دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دو شنبہ در فروری ۱۲۵۷ ع۔ ۴۔

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان کا کیا حال کر دیا ہے یہ شعر جو تم نے بھیجی ہیں خدا جانے کس ولد الزمانے داخل کر دیے ہیں دیوان تو چھاپے کا ہے متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پرچوں تو میرے نہیں ہیں بالفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلبے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھ دیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت اور وہ ہفتاد و نشت پر ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف۔ دوسرے تم میرے کنبھی بڑھا پے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطور کے لکھنے کے تمہارا خط پہنچا یہ دو سرا حادثہ مجھ پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے امور میں م مارنے کی گنجائش نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یک جا بہم آرام سے رہو اپنے کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھے۔ اگر لکھ دیئے ہوں تو وہ درق بخلو اڈالنا اور درق اُسکے بدلے لکھو اگر لگا دینا مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُس کو ایک نظر دیکھ کر پھر تم کو بھیج دوں۔ زیادہ زیادہ۔

آج میرے پاس ٹکٹ ہے ورنہ دام صاف رکھنا۔ والسلام

ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اُس کا جواب لکھتا پھر سوچا کہ مبادا تم آزرہ ہو اس واسطے آج یہ رقم تم کو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے ابج و عم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے ان شاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھوں گا اُس کا مضمون یہی ہو گا خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط

تلف ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ کتاب کیوں تلف ہوگی۔ اچانا اگر ایسا ہوا اور ولی لکھنوی
 عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسیل ڈاک را پورا جاؤنگا۔ اور نواب فخر الدین خاں مرحوم
 کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان نکلا دوں گا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب ہاں سے لیکر بھجود۔ وہ نہ کہیں گے کہ
 وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں لیکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو
 کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب ہمارے بھائی اور ہمارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو میں اتنی
 دُور سے کیوں دوں۔ اگر تم کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھجود وہ اگر نہ دیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے
 کس کام کا۔ پہلے تو نام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس میں سے اور کے نام کر دے گئے ہیں اور
 اس میں اسی معرچہ سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے
 اس میں یہ دونوں باقی ہیں موجود۔ تیسری کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمہاری
 کے بغیر انجام نہ پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان وہ بھی از روے دست و دھم
 اس صوت میں میں تلافی کا فیصلہ جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہر حال جی بوجاؤ اور جیکو لکھو تو میں
 طالب اطلاع دوں اور طلب اسکی جب بارہ ہو تو کتاب بھجوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں صاحب

بھائی تمہارا خط حکیم محمود خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خبر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف
 کہ کتاب کوئی سی ہوا اس کا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری چوری کہتے گھتیر یوں میں بک گیا اور اگر
 سڑک پر بچا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور جیٹ ہو رہو۔

بر دل نفس اندوہ گیتی بسر آید | گیرید کہ گیتی ہمہ یکہ بسر آید

آدمی تو اتنے جانتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور اپنا نصیب
 تو کہا جائیگا۔ ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات

گھنٹہ بھر بھاٹ کے طائفہ کا ماشہ ہے اب تم کہو استاد میر جان کو کیوں کر بھیج گئے ان کو کہاں پاؤ گے
 اور علاؤ الدین خاں نے حسبِ حکم تمہارے چچا کے لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی شاید کل یا
 برسوں جائیں اس کی فکر آج کرو۔ امین الدین خاں بچا پہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن نیم۔ ریدد نیم
 یہ غزل علاؤ الدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہو کہ
 ہر دم آزرگی غیر سبب راچہ علاج + اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب
 یہ کہاں کی بولی ہے۔ از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ + عباد ابائے خدا میر خسرو قرآن کو
 کہ بسکون رائے فرشت والف ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پُران لکھیں گے۔ یہ دونوں غزلیں
 دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو۔ غالب
 ایضاً نو چشم شہاب الدین خاں کو دُعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہیں ان کا نام
 حسین علی ہے اور یہ سید ہیں۔ دوا سازی میں یگانہ۔ رکاب داری میں یکتا۔ جان محمد انکھاپ
 لازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا بچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا اور میں نوکر ہے۔ بہر حال
 ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینے کا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ میں میں
 کیا کھاؤنگا۔ یہاں زن و فرزند کو کیا بچھاؤں گا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمہارا
 پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر
 دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جاسکتا۔ سٹو میاں حق بجانب اس
 غریب کے ہو روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کرو گے تو اس امر کی منظوری کا حکم
 آجائے۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہ مجھے شگی دوتا کہ کچھ کھاتا بناؤں
 اور کچھ گھومیں دے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب
 سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی راہ سے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا

دو چار دن نہ پہنچے تو مجھ کو اُسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ماں صاحبہ تم جو خط لکھتے
تو اُس میں احمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے۔ لازم ہے کہ اُسکی خیر و عافیت اور اُسکی بہن کی خیر و عافیت
لکھنے پر اُکرو۔ یہاں تمھاری پھوپھی اور تمھارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں۔ واللہ تعالیٰ۔ از غالب۔

یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۳۵۸ء

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا
ہفتے کے دن و تین گھڑی دن چڑھے اجاب کو خیریت کر کے راہی ہوا۔ قصدیہ تھا کہ ملکنو سے
رہوں وہاں قافلے کی گنجائش نہ پائی۔ اپور کو روانہ ہوا۔ دونوں بنخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چلے
چار گھڑے دن سے میں اپور کی سرائے میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو
ٹہلے ہوئے پایا۔ گھڑی پھر دن رہے قافلہ آیا۔ میں نے چھٹانک پھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب
اُس میں ڈال دیئے۔ رات ہو گئی تھی شراب پی لی کباب کھائے۔ لڑکوں نے اہر کی کچڑی کھوائی
خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کے واسطے مادہ سالن کھوایا
تیرکاری نہ ڈلوائی بار آج تک انوں بھائیوں میں موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و مشورہ کام کرتے ہیں
اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اتر کر پاڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے دونوں بھائی
مل کر کھا لیتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجے پانچ کے عمل میں پورے
چل دیا۔ سوچ کھلے باوگڈھ کی سرائے پر پہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اُس پر بچھونا بچھا کر تھپی رہا ہوں
اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ دونوں گھوڑے کو تل آگئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں۔ ۶۔
وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے۔ تم اپنی اُستانی کے پاس جا کر یہ رقعہ سہ اسر ٹپھ کر
سنا دینا۔ شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا۔ ۷۔
ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے۔ اُن کا خط دیکھ لیا۔ خیر ماں علا الدین خاں کا خط

بارہ چھوڑے ہر پھوڑہ پر ایک زخم۔ ایک غار ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے اور باؤ بھر مریم دکا
 نو دس جینے بے غور خواب باہوں اور شب روز قیاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ
 لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدمہ پھوڑے میں ٹیس اٹھی۔ جاگ اٹھا۔ تڑپا کیا
 پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گزرے۔ پھر خفیت
 ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کراچھا ہو گیا نئے سرے روح قالب میں آئی
 اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں۔ لیکن ناتوان و مست ہوں
 حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو رو بیٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک
 قد آدم دیوار اٹھے۔ آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا زمانہ سنا۔
 میری خبر نہ لی۔ میری مرگ کے خبر کی تقریر اور مشلہ میری یہ تحریر آدمی سچ اور آدمی جھوٹ
 در صورت مرگ نیم مردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں

درکشاکش ضعف نگسلہ روان از تن	ایںکہ من نے میرم ہم ز ناتوانیہاست
------------------------------	-----------------------------------

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میرٹھی نقشب گور
 غوب و شمال کے پاس بھیج دیجئے گا تو ان کو خوش اور بکجو ممنون کیجئے گا۔ *
 ایضاً پیر و مرشد حضور کا توفیق خاص اور آپ کا نوازش نامہ۔ یہ دونوں حرز بار و ایک دن
 اور ایک وقت پہنچے۔ توفیق کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک جو جب
 تشویش و طال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے
 لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا
 حال پھر لکھیں جسے کی ہندوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی ہی ہندوی کا سا ہے
 یعنی سا ہو کار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کاپی کے سا ہو کار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ

اپنے نام کا علانی مولائی کو بھیج دے۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۶ء

ایضاً تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ یکایات اُردو جو تم نے خریدے ہیں ایک ایک سے چاہو اپنے چچا کی نذر کر دو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اس وقت ان کے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسال خط مولوی سدید الدین خاں صاحب میرے ہاں آئے اُن کے اُشنائے حرف و حکایت میں میں نے شاہیں کی حقیقت پر چھی جو ابدیہ کہ ہاں عربی میں ایک بابے کا نام شاہیں ہے۔ صورت اُسکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علانی کو خط لکھو

یہ رقعہ ملفوف کر دو۔ غالب۔ رباعی

رقعہ کا جواب کیلین نہ بھیجا تھے	شاقب حرکت یہ کی ہو بیجا تھے
حاجی کلو کو دے کے بوجہ جواب	غالب کا پکا دیا کیلجا تھے

ایضاً

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں	کلتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

بنام ثواب نوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق

ہرگز نہ میر و آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق	ثبت ست برجیدہ عسالم دوام ما
--	-----------------------------

خداوند نعمت آج دو شنبہ ۱۶ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں۔ عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پڑھا۔ ادھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں۔ کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھیج دوں گا۔ حال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ ۱۲-۱۳۔ جینے صاحب فرارش ہا اٹھنا دشوار تھا۔ چلتا پھرتا کیسا۔ نہ تپ کھانسی نہ اسہال غالب نہ نقوہ ان سب سے بتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک

وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب میں کمر خاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگیسہ بھیجے گا یا یہاں خریداجائے گا اور نقش نگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجموعہ معلوم رہے اب جب آپ مجموعہ لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی ان کی طرف سے آپ نے مجموعہ سلام لکھا ہے سو میں بھی انکی خدمت میں بندگی اور جناب نادرسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حداد ب۔ ۴۔

ایضاً قبلہ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اس کو ایک اور دو ورق پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنا سے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل علیٰ خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خواں رہے گویا اس مرخص میں شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرہ اضافی و ہم بطریق کسرہ توصیفی پر درود گا اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدر دان کمال بلکہ حق تویوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر و معزز جیسے الفریہ خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک محکم فرو نایہ مامور کارہنہ والا۔ فارسی سے نا آشنا محض اور صرف و نحو میں نا تمام انشا خلیفہ و نبات مامور ہم کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مامور احمد وغنیمت و قیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنے والے۔ یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے ۵۔

ہرزہ شتاب پے جاہد شناساں بردار	اسے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت
میرادل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں۔ میرا ایک بھائی مامول کا بیٹا کہ وہ نواب لغتار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور سند نشین حال کا بچا تھا۔ اور وہ ہمیشہ بھی تمہاری بیٹی نے اپنی مانی اور اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا۔	

اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھو ابھیچیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میرے ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسبیل ارمیاں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سزا نہ کر کے کہا کہ دیتا ہوں کہ ڈاک میں آج بارہ پر دو بجے تک آج پارسل بطریق پیرنگ روانہ کروں گا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر محمد علی صاحب کو سلام نیا اور جناب نشانی درجن صاحب کو سلام ایضاً پیر و مرشد۔ اگر میں نے اُمید گاہ بکاف عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید

بود بندہ خستہ گستاخ گوے

در خجستگی پوزش از من مجوے

اور یہ جواب فرماتے ہیں کہ ان مواقع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکتا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخن دان نہیں۔ میں جواب دیتا ہوں کہ کلام آپ کے پاس پہنچتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں۔ ماسے برجانب سخن گریہ سخن دان نہ رسد۔ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں در نہ آپ جانیں کہ اس بے نیچے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مری ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں جناب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ روز سخن گشتری کا ایک ملک باقی ہے تے تامل اور بے فکر و خیال میں آجائے وہ لکھ لوں در نہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبد القادر بیدل

جہد ہا در غور توانائی است ضعف یکہ فراغ سے خواہد

میر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھو و اجائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں در نہ خط لکھوں نے کھو دیا یا د پڑتا ہے کہ نگینہ

ایضاً پروم شد۔ شب فتنہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فطربودت سے گزند پیدا ہو گیا۔ اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بنے گزند جل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسدود جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب آپکا جلیس مشاہدہ کر کے آپکی جناب میں کونش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافرت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے۔ اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ منت پریری میں سیکر شریک غالب میں فی الحان متوسط سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں۔ حضرت آپ غالب کی شرا تیں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہوا اور اس حال کا جس پر یہ راتب متفرع ہوں نہ کہ نہیں کرتا۔ فقیر کو طرز پسند نہ آئی مطلب اصل کو مقدر چھوڑ جانا کیا شہوہ ہے۔ یوں لکھتا تھا کہ آپکا عنایت نامہ در اسکے ساتھ نسبتاً نہ خاندان مجدد علما کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون شاکر ہوئے۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سہرا کا متعقد نہ رہا۔ اپنے اسکو مصاحب بنا رکھا ہوا اسے اسکا داغ جل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جناب مولانا طلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر بھر کہتے ہیں۔ آپکی بات سناب میں کبھی نہ انوں کا جب تک سید صاحب کا خوشنود می نامہ نہ بھجوائے گا۔ اس سارٹیفکٹ کے حصول میں ثبوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام۔ ۴۔

ایضاً پروم شد میں آپکا بندہ فرمانبردار۔ اور آپکا حکم بطیخا طربجالاتیوا لاہوں مگر سمجھ تو لوں کیا لکھوں۔ وہ کتب کہاں بھیجوں۔ آپکے پاس بھیج دوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیج دوں اور سیم الدین ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ۔ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی اور کوشمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے یا انھیں منشی کو کیا اختیار

میرے باندہ بوندیل کھنڈا کے کا۔ میں نے مسیماں سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا۔
 قصہ یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں
 باندے جا کر ہفتہ بھر رو کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسیل ڈاک دلی چلا آؤں گا
 ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کی بچھا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر فرزا
 اور نگاں میرا بھائی مر گیا۔ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ چہ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی
 استدعا سے تھا مگر نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم صاف کیجیے گا
 میراجی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا۔ ہوا سٹے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔
 ایضاً پیر و مرشد۔ کونش۔ مزاج اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہوں۔ پیوں
 آپ کا خط مع سارٹیفکیٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبداء فیاض سے اشرف الوکلا، خطاب ملا مختار، مختار
 ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہر کانہ جو بلی ماڑی کے خطوط پہنچاتا ہے ان دونوں میں ایک
 بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ٹھہک داس ہے۔ میں بالاحانہ پر رہتا ہوں جو بلی میں
 اگر اس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہر کارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ
 مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتانی کا
 حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از ہم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔ اس
 قلم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب
 شہ گئے ہسٹے ہیں۔ شاید ماہِ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہِ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں
 آپ کو نوید خفیف نصیر دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں جس قدر
 کہ علم انکو اس خاندانِ محبت نشان کے حال پہ چل ہو گیا ہو کافی ہے۔ مولانا طلق کے نام کی عرضی ان کو
 پہنچا دیجئے گا اور جنابِ مادرِ حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔ *

دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الہی کا پے پر پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ ستر ستر قلم و ہند میں قلم و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر محمد علی صاحب کو بندگی۔ جانب نشی ناد حین خان صاحب کو سلام۔ - -

ایضاً پیر و مرشد۔۔ بچے تھے تین نگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھہر رہا تھا کہ آدمی نے آکر خطبہ میں نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگر کھایا گرنا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان بھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جانا میر انقصان ہوتا۔ سرے سے سُنئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا اسکی رسیدائی کئے کئے ہوئے شعر لٹے آئے انکی قیامت پوچھی گئی۔ قیامت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیئے گئے۔ لو صاحب اشار بھی قیصد میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب جب تک نہیں شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ ان کو دیا جواب میں جو کچھ انہوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا۔

پرہوں میں شکوہ سے یوں آگ سے جیسے بابا | اک دراجھیر یے بھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔
سوچتا ہوں کہ دونوں خطیر نگ کئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ بے ہر پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر جاکیوں کا اُس میں جان مال ناموس و مکان و کلین و آسمان و زمین و آئینار ہستی۔ سرسُر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس میں ہزار آدمی مجھ کے مرے۔ چوتھا لشکر ہضہ کا۔ اسیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاج طاقت پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کچ نہیں کیا۔ میرے مرے دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک دار و غہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی آتی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش۔

وہ چھوڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے ہمیں معلوم ہوتا کہ اب بھی منحصر ہیں، یہ کہ قیدی دیاے شور کو نہ جاوے
 اور ہیں مجبوس ہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش
 کیا کہ کارپرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ پھر جو کچھ لکھوں
 اُس کو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں
 اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو
 بھیجوں انکے نزدیک حق بنوں کہ کس امر مہموم محبوں میں منجھو لکھا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو
 مکر تھکھس کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا جانتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ
 آپ کے نام کاروانہ کرتا ہوں۔ انہیں صرف ایک خط مہموم منشی صاحب سے۔ کھلا ہوا اُسکو پڑھ کر میاں
 امیر الدین کے پاس بھیج دیا جائیگا۔ مگر گوند لگا کر۔ اور اگر منظور نہ ہو تو میری طرف منشی صاحب کے نام کا
 خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں۔
 ایضاً خداوند نعمت۔ شرف افزا نامہ بھیجتا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب انکی خدمت میں بھیجتا
 خواہ شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھیجوا دیں گے تو جناب میں اس سالک کا جاگیا
 قصیدہ کو بار بار دیکھا اور غور کی جس طور سے اُسیں گنجائش صلاح کی نہ پائی۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مراد
 بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بھیل اور بیوقوف نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی کمال
 سے باہر نہیں مگر اُن طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے۔ دوسرا قصیدہ اس میں میں ایک اور
 لکھنا اور وہ تکلف بار ہو۔ بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی ہو۔ پس شرم کم خدئی سے دلربش اور فرط
 خلعت سے سرور بیش ہو کر قصیدہ کو اس الفاظ میں بھیجتا ہوں۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ
 کی گرانی آفت آسانی امراض و موسی بلاے جانی الزاع و اقوام کے اور ام و شور شلغ۔ چارہ
 ناسودمند و سی ضائع۔ میں نہیں جانتا کہ اس منشی شہداء کو بہر و ن چڑھے وہ لہج باغی میرٹھی

برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں کر سکتے۔
 قاطع برہان میں برہان کا لفظ ہم یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان
 نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہے **۵** بالنگلشیان متینہ بیجا بالنگلش کا نون لفظ میں
 نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے انگلش اور انگیزہ کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی
 تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ
 کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپکے پاس بھیجا ہے اسکو غلط نامہ شاطہ کے بعد لگا کر جلد
 بند ہوا لیجئے گا۔ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا **۵** اس ہم کہ جوابے
 نوین جو اب است و سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ کلمے گا کہ میں نے نختہ بھیجا
 اس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کریں گے
 فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو۔ احمد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب کیریم
 یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
 ہو گئے تھے۔ زبان آورد اور چالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں ایک
 آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے
 احمد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجھ کو بسیل ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنوں میں مانع دست اور خط
 برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرع لکھا **۵** از بخت شکر و ارم
 از روزگار ہم و آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھر اسے پورنوکر ہو گیا وہاں سے دو برس
 بعد کہاں گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنویں آیا ہوں فیروزے ملا ہوں۔ بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ
 کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خاں اور بہادر کا خطاب دیا ہے
 مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپکا بہت مشتاق کیا ہے

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا پار ہے۔ بریج کی واسطے پودہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب پارت
پرسوں ار سال کیا جائیگا۔ آہا ہا خباب حافظ محمد بخش صاحب میری ہندگی منغل علیجاں عذر ہے
کچھ دن پہلے مستقی ہو کر مر گئے۔ ہجو ہجو۔ کیونکر لکھوں حکیم صنی الدین خان کو قتل عام میں ایک کی
گولی مار دی اور احمد بن خاں اُن کے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طلحہ یار خاں کے دونوں
بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے عذر کے سبب جانا سکے نہیں رہے۔ بعد فتح دہلی دونوں
بے گنا ہوں کو پھانسی ملی۔ طلحہ یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مُردہ ہے
ہوں گے۔ میر جھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میان نظام الدین کا یہ ہے کہ چاچا
سب اکابر شہر کے بھاگے تھے وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں
جدد آباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے اُن کی صفائی ہو گئی
لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کو تو الی چوترا ہے وہ اور خواجہ قاسم کی جو
جس میں منغل علیجاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کا ہے
کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار
داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام کی والدہ کے نام کے ہیں وہ
یعنی میان نظام الدین کی والدہ کو مل گئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گڑھ میں پادریو بھی جائینگے
ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی خیر و غایت
مولوی حافظ غزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نواز شہنشاہ شہنشاہ
قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع بر چھیاں اور تلواریں پکڑ کر کھڑے
اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ قاطع برہان غلط ہے
یعنی ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ لو صاحب

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط ہے۔ بنائی لوگ۔ کڑی۔ تختہ۔ کیڑا کچھ
بعض مکانات کی جھت کا مصلح سبے گئے۔ اب ان غریبا کو وہ مکان ملے تو ان میں ترمیم
کا مقدور کہاں۔ فرمائیے مکانات کیوں نہ کریں۔ +

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پینچے کا ثرہ پایا۔ اسکا جواب یہی کار پر دار
ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پینچا
گو یا ساغر التفات کا دوسرا ڈور پینچا اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حال سنادہ دم دار کا لکھوں چنانچہ
جس وقت وہ خط پڑھا ہے سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ سبب فقداں اسباب یعنی ہم
رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آتا ہے۔
ستارہ و نبالہ دارمی ترسم + یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے۔
مے ترسم + کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیج میرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے۔ اور اس
عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں مانتے۔ پیش لا طیب و پیش طیب لا پیش
ہیج ہر دو پیش ہر دو ہیج۔ آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے
ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے۔ بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق
جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں
جس طرح میں یہ نظر آئے اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ ہر طرح کی چال ڈالتے ہیں تب
ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور
ان دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہر درجہ و
کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم ہی اب وہ دس بارہ دن
نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں جانتا ہوں

اگر آپ کوئی قصیدہ حضو کی طرح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جائیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلا لیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اہم یہ ہے۔

امجد علی شاہ آنکہ بہ ذوق و عا او صدرہ نماز صبح وقتا کرد و دگار

بچ۔ متروک تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں۔ تو کلت علی اللہ مسجد یا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ بآئین شائستہ پیش کر دیا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدالدین تھرن سے میری ہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجئے چاندی کا نگینہ مرع اور قلم جلی فقیر نے سراخام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ پس پھر دو مہینے تک ادھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اٹا پھر آیا۔ ذکر کا یہ توفیق کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچا اور حاضر رہنا چاہا۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب لٹا غلط۔ بہادری کی جہر تم سے بغیر حاصل کر کے مرشد آباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلید دی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت تعظیٰ سکے ہو کہ جو اس شہر نہا کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت نہ خفقان۔ مراقبگی خلقت و فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دیرا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ماں شہر کے باہر اکیڑن بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے۔ دس بیس آدمی ذبح کر مرے۔ دو تین شخص کو ٹٹے پر سے گر کر مرے۔ مراقبوں نے غل بچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا۔ جا بجا اخبار نویسوں نے ان سے سن کر ہرج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تیز ہے۔ دبی صفائی جواب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسے گا تو پھر کال پڑے گا

خیر و عافیت بہر منت لکھئے۔ اُن کو بندگی اور خیاب منشی نادر حسین انصاحب کو سلام پہنچے۔
 ایضاً پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جتنا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دنیا
 کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے۔ پُرسش کے بعد بھی کوئی
 بات نہیں سنی۔ سینے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔
 مگر کب باری علاوہ ایک بحر و ان کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ
 دلی میں تغیر نہ ہو۔ اور یورپ میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جتنا با افراد پہ رہی ہے اور وہاں نہیں
 کیس کہیں۔ اور مذہبی کہیں گنگا باہم لگٹی ہیں۔ حج الجار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔
 مولانا قلیق سے تعصیر میری معاف نکروائی۔ کہ دو گے کہ گناہ معاف کیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے
 کب مانوں گا یہ دن مجھ پر پڑے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بھینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زہان
 پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے

آتش و دوزخ میں یہ گرمی کہاں | سوز غم بے نہانی آؤر ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ غایت نامہ جس میں حضرت نے فراج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بے چین
 ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ فراج کا مفصل لکھیے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو او
 زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجئے۔ جناب منشی نادر حسین انصاحب
 کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میرا مجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان
 دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں۔ کہ تو
 نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنیہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ میرا صاحب نے
 انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب
 سید العلماء نقشب گین۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔

کہ یہ صورتیں قہر الہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قرآن الخس پھر کسوف۔ پھر خسوف۔ پھر صورت پر کورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کو جبہ و بازو میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور ظروہ ہند کا بادشاہی محل میں آنا سنا یا گیا نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہ شمول و ستب نظر انور سے گزرا ہو گا۔ تا نہال دوستی کے بردہ بد حالیا رفیعہ و نجی کا شتم ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجالاؤ۔ خدائے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہر کارہ انوار اللہ کا خط لایا۔ اس کے مے بنیم بہ بیارست یارب یا بخواب و منہ پٹیا ہٹوں اور سر پٹکتا ہوں کہ کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الہی جات جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار اللہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اُسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جاں کاہ اور جاں گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر فرا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہر اُسکو عمر کی قیمت جانے اور ثبات خات و بقا سے عرض ناموس کو غنیمت جانے۔ اللہ تعالیٰ وزیر عظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عروشان کو برقرار تاقیامت رکھے۔ میں نے گیارہویں مئی ۱۳۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۳۵۷ء تک و داد نشر میں عبارت فارسی نا آمینختہ لہجہ عربی لکھی ہے اور وہ ہندو سطر کے سطر سے چار جزو کی کتاب گروہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ و ستبوا سکنا نام رکھا ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے شاہدہ کے بیان سے کام لکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرا تو ان کا اور اُس کو ہم نختی اور ہمزبانی جانو لگا۔ جناب میرا محمد علی صاحب کا جواب کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ اجاب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھئے تو غلطی

اسد اللہ بیگ غالب

رفت آنکہ با از جن مدارا طلب کنیم

سر رشته در کفاری گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ اے کیا غزل لکھی ہے۔ قبلاب فارسی کیوں نہیں کہا کرتے
کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا نین سخن شناس حدنا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کے
حک و اصلاح پر جرات کروں ؟ چہ حاجت ست بمشاطہ زوے زیبارہ ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں
سہو کر گئے ہیں ؟ اے مطرب جادو فن باز مرہ ہوشم زن * دویم اپڑے ہیں۔ ایک نیم شخص
بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ باز لکھ گئے ہیں ؟ اے مطرب جادو فن دیگر مرہ ہوشم زن * اب دیکھئے
اے صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ
اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا۔ زیادہ حدادب۔ *

ایضاً کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیا سمجھتا ہوں
واہ کیا ہوشمند دی ہے۔ کہ قبلاب باب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم
سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حد خود شناس۔ مانا کہ تو نے
کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا رو
ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ماتھ جوڑ کر زنج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ لے کا
شکر یاد اکر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں قصور کرتا تھا وہ اب بھی جہن صبحک میں نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر وہ
حضرت کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے

گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا

محل ہر جہانات بمنزل آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہا کہنا ہے ورنہ بحجب سے طلیب تفتہ کر دے
نجلو بھی آج دسوان منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد سہل ہو گا۔ *

اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۷۷۸ ہوتے تھے۔ تخریج نئی روش کا میرے خیال میں آیا۔ میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں قطعاً

حسین ابن علی آبرو سے علم و عمل	کہ سید العلم نقش خامش بودے
نامزد و ماندے اگر بود پنج سال در	غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ حصہ ادب فقط

ایضاً پر شد خط لکنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب ادب نہیں لکھا خلاہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس جہر اور کون کھود سکے گا۔ ناچا میں آپ کا نوار شنام جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقم میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقم حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں پڑھیں سمجھیں اور لکھیں باقی طار سال فرمادیں۔ پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجے گا۔ تعجب ہو کہ جناب میرا محمد علی صاحب قلع کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب شی نادر علی صاحب کو میرا سلام کہہ کر اشتیاق پہنچے

ایضاً اللہ الشکر کہ پروردگار کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہو پہلے نوار شنام کا جواب آیا لکھوہ مثل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز کہنے نہیں پایا کہ کل ایک کمرت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ میں ہوں چنانچہ کل میرا ہل ہو گا۔ اس سبب اس موقع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی یہی کہتا جا رہا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر قلع شعر سعدت کر جاے اور ارنی بروزن خمچے گنجائش پائے تو لغم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تفرق مقتضی جواز ہے فرما جعد القادر تبیل

کہ نیز و این تمنا بجواب لن ترانی

جو رہی بطور محبت ارنی گو و لکیر

نزدیک ہے خود ہاتھ لگائے اور پٹیا پار ہے

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

شاہ اسماعیل الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب ملا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا ملکا کہا کہ کل مسجد ملکا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطر میں لکھیں

از خون دل نوشتہ نزدیک دست نامہ

انی رایت دھرائی ہجر القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہنے کا اور یہ خط آنکھوں پر صواب دیکھے گا۔ جناب منشی ناد حیدر صاحب میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلا سے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو۔ مورخہ ۱۰۸۵ سے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میرا مجد علی صاحب کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلع میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال کہئے۔ خواجہ سہیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ ان کے خط کے حامل ہو نیکے انتظام میں مجکو خط لکھ سکیں ترصد ہوں کہ اس بچے کا جواب جلد پاؤں

بتام میر فضل علی عرف میرن صاحب

سلامت و اقبال نشان میر فضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ لو پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل رکھا زاپایا۔ کل تک نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر بنا بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا خزاؤ۔ میر محمدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پر سنش کا شکر بجالاتا ہوں
 اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں - منہج چار پہل
 کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا - پانی برف آب ہو گیا ہے کابل
 کشمیر کا میوہ پکنے لگا ہو - یضف ضعیف فتمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اُس کو زائل کر سکیں
 غزلوں کو پرپوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں - خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی
 حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجئے - مولانا قلی
 متقدین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کماں کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ
 مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان
 پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب ہو - یہ جو آپ نے کلام کے
 حکم و اصلاح کی واسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں - کوئی بات بجا ہو
 کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں - زیادہ حذاب - ❖

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں - ہونفسانی میں اصدا کا حج ہونا محالات عادیہ میں سے ہو
 کیونکہ ہر سکے ایک وقت خاص میں ایک مرخص موجب اشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی
 یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور نگلیں بھی ہوا - سبحان اللہ
 اکثر امور میں تم کو ہم طالع پاتا ہوں - غزلیوں کی تم کشی اور شتہ واردوں سے ناخوشی میرا ہجوم تو
 سراسر قلم و ہند میں نہیں - سمرقند میں دو چار - یادشت خفخاق میں سود و سوہنوں گے مگر ہاں
 اقربا سے بھی ہیں - سو باج برس کی عمر سے اُن کے دام میں سیر ہوں کٹھن برس تنم ٹھہریں

رسم امید ہانا ز جہاں بر خیزد

گر وہم شرح مہم باغ و غریزاں غالب

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں - اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں - ساحل

تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب - ۲۱ جولائی ۱۸۶۲ء - ۴

بنام مرزا قربان علی بیگ خان حبیب سالک

واللہ الرحمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہو۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب کہ فرہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بچی دنیا نہ دین۔ مگر تم حتیٰ التوہم مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع احسن سیرا کو اپنے نصب العین رکھو۔ در طریقت ہر چہ پیش سالک یدر خیر دوست۔ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا خجستہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی ہندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کو فرش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پاچہ اصل نہیں کہ وہ کو فرش بھی بجا لائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والد عاظمی مرگ کا طالب غالب صبح دوشنبہ ۱۹ صفر ۱۲۸۱ جولائی سال ۱۲۸۱ ایضاً میر علی کن ادا م میں گرفتار ہے۔ جہاں باکے پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تیکو خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت و قوعی ہے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ برج و دلت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو قرضداروں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مر اٹرا لحد مر اٹرا کافر مر۔ ہمنے ازراہ تعلیم جیسا بادشاہوں بعد ان کے جنت آرام گاہ و عرش نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے شغل ظلم و ستم جانتا تھا۔ بستر مقرر اور مادیہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئے نغم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار جو کہ قار ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اسی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب

وہ تجر تھاری نسبت میر و لیکر بہت تھا ہوئے چنانچہ آپ جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم ہوگا
 بھائی تمھارے سالے صاحب غور کے پتلے ہیں اکیلا رہیں نے اُن کو بلایا انھوں نے کرم نہ فرمایا۔
 تم ہیج کہتے ہو یہ لوگ اور ہی آپ گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نہ بنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہ
 بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں سچ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سر فراز حسین
 صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے
 سینکڑوں ایسے مفقود و انجیر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
 کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ شنبہ
 ۹ نومبر ۱۳۵۷ء۔ منظر العصر۔ حوالہ میر مہدی طاس عمرہ۔ *

ایضاً برادر کا مگرا میر فضل علی عرف میرن صاحب طاس عمرہ۔ بعد دعا کے وضع راس و ستائش
 آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلائے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
 لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
 نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظریں پھر رہی ہیں
 وہ میر سر فراز حسین کا شرم اگر انھیں پہنچی کرنی اور مسکرا کر خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر
 نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر شہر علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی کو بھی
 کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر سنگائی تھی سواڑ کی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
 یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی منظر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے ناش
 پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ۔ ششم جولائی ۱۳۵۷ء۔ غالب۔ *

ایضاً میری جان تمھارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سر فراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
 بہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سر فراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے نہیں لے کر خدا کو سونپنا

نزدیک ہے خود ہاتھ لگائے اور پٹیا پار ہے

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل میجد و نگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار ان کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں

از خون دل نوشتہم نزدیک دست نامہ

انی رایت دھرائی ہجر الیامہ

حافظ جی صاحب کو میری ہندگی کہیئے گا اور یہ خط انکو پڑھوا دیجیئے گا۔ جناب منشی ناود حسین صاحب میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ بتلائے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے عہد و مورثم ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے۔ ساطع اور برہان ہے قاطع۔ اہل حضرت بہت دن سے جناب میراجد علی صاحب کچھ حال معلوم نہیں ان کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ ان کا حال لکھیئے۔ خواجہ سہیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سینئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ کے خط کے چل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں ترصہ ہوں کہ اس بچے خط کا جواب جلد پاؤں

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سماوت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ لو پھر تمھاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمھارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل رکھا مزا پایا۔ کل تک اس نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر بنا بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر محمدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پر سن کا شکر بجا لاتا ہوں
 اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے دم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک فصد بائیں منہ جچا رہا ہے
 کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برف آب ہو گیا ہے کابل
 کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے۔ یصف ضعیف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں
 غولوں کو پرپوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان کو
 حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجیئے۔ مولانا قاسم
 متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ
 مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو اسکا
 پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب ہو۔ یہ جو آپ نے کلام کے
 حکم و اصلاح کی واسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بجا ہو
 کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حد آداب۔ ❖

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ ہونفسانی میں اصداؤ کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہو
 کیونکہ ہر سکے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی
 یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غلگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ
 اکثر امور میں مگر ہم طالع پاتا ہوں۔ غریزوں کی تم کشتی اور شتہ واردوں سے ناخوشی میرا ہتھوڑ تو
 سراسر قلم و ہنڈ میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یادداشت خفیاق میں سو دو سو ہوں گے مگر
 اقربا سے بھی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں سیر ہوں کشتہ بہن تنم ٹھائی میں

گر وہم شمع مستم ہا غریزاں غائب	رسم امید ہا ناز جہاں خیر ناز
نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو دوسے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں۔ ساحل	

تم مجھے کس کو سوئپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ جولائی ۱۸۶۲ء - ۴

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

واللہ الرحمن الطاف فیضہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ وہ غنیمت ہو۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جبکہ فرہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھنی دینا نہ دین۔ مگر تم حتیٰ الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع اسیر میرا کو اپنے نصب العین کو ۵ در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر دوست۔ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا خٹہ بنہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی زندگی کہتے ہیں۔ کلہو دار و غنہ کو کرنش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پاپا صل نہیں وہ کرنش بھی بجا لائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والدہ عاظمیٰ مرگ کا طالب غالب صبح شنبہ ۱۷ صفر و ۱۸ جولائی سال ۱۲۸۱ ایضاً میر علی کن اوام میں گرفتار ہے۔ جہاں باکے پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تھکوا خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ ربخ دولت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو فرزندوں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرزا بڑا الحمد مرزا بڑا کافر مرزا۔ ہننے ازراہ قیلم حبیب بادشاہوں بعد ان کے جنت آرام گاہ و عرش نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے شلہ قلم و سخن جانتا تھا۔ بسر مقرر اورادیہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئے بخم الدولہ بہادر ایک فرزند راگربان میں ہاتھ ایک فرزند راگربو کہ قار ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اسی حضرت ذوالجہا۔ ذوال صاحب

وہ تحریر تمھاری نسبت میرے دیکھ کر بہت خفا ہوئے چنانچہ آپ جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم
 بھائی تمھارے سالے صاحب غور کے پتلے ہیں الیکارین نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔
 تم ہیج کہتے ہو یہ لوگ وہی آپ گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی بننے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہ
 بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں بخ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میرے سرفراز حسین
 صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز رہائی ملک عدم ہوئے
 سینکڑوں ایسے مفقود و اخیر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زلیت کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
 کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میرے نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دو شنبہ
 ۹ نومبر ۱۳۵۷ء میں الظہر والعصر۔ حوالہ میرے ہدیٰ طاس عمرہ۔ *

ایضاً بروزوار کا منگوار میرے فضل علی عرف میرن صاحب طاس عمرہ۔ بعد دعا کے وضع راحی سعادۂ انسا
 آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میرے ہدیٰ کے جلائے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
 لگایا۔ ماں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
 نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظریں پھر رہا
 وہ میرے سرفراز حسین کا شہرہ اگر انھیں پہنچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میرے
 نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر شہر علی کو میری دعا کہنا اور میرے ہدیٰ چھین
 کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر سگانی تھی سواڑ کی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
 یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی منظر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ماں تم کو ضرور ہے اُن سے نام
 پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ۔ ششم جولائی ۱۳۵۹ء۔ غالب۔ *

ایضاً میری جان تمھارا قہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میرے سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
 بہر حال میرے ہدیٰ کو دعا کہنا اور میرے سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے نہیں لکھو خدا کو سونپا

علی نقی خاں وزیر شاہ او دھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور محکومانِ قاصد کے جواب کا منتظر تھا آج دو شنبہ ۱۴ نومبر کی ہو۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہو تو دن راہ دیکھوں گا۔ دسویں دن اگر تمہارا خط نہ آیا تو میں تمہارا فرضی بن جاؤں گا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوئی تھی۔ ہر تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ راپور کے سفر میں تاج طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب لکھوں تو محلِ ترجمہ نہ مقامِ شکایت۔ سونو میرے خط کے نہ پہنچنے سے مکتو تشویش کیوں ہو جب تک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ نا تو ان میںجاں ہوں جب مر جاؤں گا تو میرے مرنے کی خبر سن لو گی پس جب تک میرے مرنے کی خبر نہ سُنو جاؤ کہ غالب جیتا ہو خستہ و شرد بخود درد مندیہ سطرین کھ کر سوقت تمہارے بھائی پاس بھیجا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفرد و وطن ہو بفرض محال اگر مہر میں ہیں تو عنایت اُنکو ورنہ محمد مرزا کو دے آکر کا بیج الٹانی جبکہ دن صبح کا وقت ہے

بنام مرزا باقر علی خاں صاحبِ کامل

اقبالِ شانِ مرزا باقر علی خاں کو غالبِ نیجاں کی دُعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی دُستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے کھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ ہمارا حق نے تم سے کہا ہو تمہاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کو نہ بھیجئے گا۔ بھائی اب میری انگلیاں بکھی ہو گئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آگیا ہو دو سطر میں لکھ سکتا۔ اطرافِ جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھڑے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پیروں کا تمہارا خط آیا ہوا دھڑا تھا اب اس وقت مرزا یوسف علی خاں آگئے ہیں اُن سے خط لکھوا دیا۔ تمہاری ادبی اچھی طرح۔ تمہاری اچھی طرح ہو تمہارے گھر میں سبطِ خیر عارفیت تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دوسرے میرے پاس آجاتی ہے۔ *

اور خان صاحب آپ جوتی اور انا سیابی ہیں۔ یہ کیلے خرمتی ہو رہی ہے کچھ تو گسو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے عزت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا سیوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لئے جاتا ہے یہ بھی تو سوچنا ہوتا کہاں سے دوں گا۔ *

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضواں

فرزند ولید شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا ہوں تو دُعا اور آرزو ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی۔ از آمدن کعبہ پیمانی شدہ باشی۔ * قربان علی بیگ خاں کو دُعا کہنا مرزا افضل حسین خاں کو دُعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۲۴ نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب دُورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤں گا۔ اگر چار روز یہاں رہیں گے پھر غایٹ گا۔ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کرجائیں گے تو صاحب کشر بریلی کا انتظار فرمائیں گے وہ چھ مہینہ تک جائیں گے۔ تین دن جن ہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب نخت ہو گا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دُعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پر چھنا پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا افضل حسین خاں کے پاس لے جانا۔ اس مقصد کے ساتھ کی شر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اُسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکم جی کو بھیج دی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھو ابھیجو اور سب جلدوں کے شیرازے بندہ جائیں اور موٹا کاغذ دو نوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا یا روپیہ فوراً بھیج دوں گا یا اگر دوں گا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ میر کے دُعا صاحب سے ہیں یا نہیں لکھ آئے ہیں تو روادا مفصل لکھو۔ انھائی ٹونک سیدراج محمد کا بھی حال ضرور لکھنا

یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہو کہ جو حکم جو حکم جاری ہے اور جو میری دسترس ہے اسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشا اللہ
 اوائل ماہ آئینہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہو کہ ابھی تک
 تمہارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمہارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہہ کر اسکو اس پر لایا ہوں کہ سود و سود پر سود ہو
 بھیج دے۔ بیوں کی طرح تقریر اسکو سمجھائی ہے کہ لا لاجس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہو تو اسکو
 پانی دیتے ہیں حسین مرزا تمہارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو ناز پیدا ہو۔ بجائی کچھ تو نرم ہوا ہے۔
 تمہارے مکان کا پتا لکھو اگر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہو کہ میں اپنے بیٹے راجی داس سے صلح کر کے
 جو بات ٹھہر گئی آپ سے آکر ہو گئی۔ اگر وہ روپیہ سی بھیج دے تو کیا کہنا ہو اور اگر وہ خط لکھے تو رقم کا
 جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسد اللہ نے جو تم سے کہا ہو وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے
 بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے۔ میں نے خط ان کو
 خط نہیں دکھایا۔ مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں انہوں نے کہا سیرا
 لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دوسلا م کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بھی خط لکھے
 معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس کے نام کا تمہارا قرضہ انکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر
 ایضاً ذی صبیحہ جیسے میرا دن ہو کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں انہیں بہم گفتگو
 ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد میں کچھ بیاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ دسمبر کو میرٹھ
 ختام ہو گا۔ دبار وہیں ہو گا۔ راولی کا آنا۔ منجھنیہ ہو۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے۔ کوئی کہتا ہو کہ
 بسیل ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہو کہ لشکر آئیں گے ۱۳ دن بیاں رہیں گے آج ۱۵ دسمبر کی ہو
 جو کچھ واقع ہو گا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی خبر بعد اس جگہ کے عمل میں آئی
 خاطر عاظر جمع رہے۔ تمہارا دوست بھی حسب الحکم کشتربانسی حصار کل پارسوں میرٹھ کو جائے گا اور

ایضاً نو چشم و راحت جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط جو میر خط کی جواب تھا وہ مجھ کو پہنچا اسیں کوئی بات جواب طلب تھی۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ مرزا میر کے کئی سال پہلے میں سجدہ میں کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا افضل حسین خان کی معرفت الوداع بھجوائی تھی سو اب کے ہفتے میں حضور پر نور ہمارا دربارہا در کا خط انہیں کی معرفت بھجوا دیا حضور نے ازراہ بندہ پروری قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت غایت اور التفات کے بھرے ہوئے ہیں۔ تم تو وہیں ہو تم کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھ کو کیوں نہیں اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میر ابھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔۔۔ دو ستمبر ۱۲۷۸ ع۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نجمان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تم نے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط الوداع کا نام لکھ کر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا۔ بارے ایشیا الدین کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تم کو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہو اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیج دی۔

مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۲۷۸ ع۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محفل خاں صاحب ہم تن مصروف ہیں۔ دو دلی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نونہ راسے کی بی بی مرگئی ہو وہ غمزدہ ہو رہا ہو مگر خیر کام کر گیا۔ کاشی تھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکید کی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہو کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ امراں پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں

ہمیشہ کی درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئیں اور درخواست میں اور منظور ہوا اور مکان ملے تو اس
تمام شہرستان ویران میں سے ایک جلی ملے گی اور ان کو یہاں رہنا ہوگا کیونکہ اس فریاد میں تنہا جنگی
سہم کر دم بخل جائیگا۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں سکھائیں گی کہاں سے۔ بہر حال یہ خیالات خام اور جملے
نامم میں ہاں نقل یعنی اور مراغہ نکڑا اور نقل حکم یعنی اور پھر مراغہ نکڑا پھر اس حکم کی نقل یعنی یہ موسیٰ
ہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں محکم بے پروا۔ مختار کار علیہم الفرصہ۔ میں پاشکستہ۔ محمد قلی خاں کبھی
کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم حسن اللہ خاں کے مکانات شہر انکول گئے اور یہ
ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر میں بیٹھ رہو۔ نواب علیخان کے مکانات
ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع ممتنعہ کے رہتے ہیں۔ باہر جانیکا حکم انکو
بھی نہیں۔ مرزا الہی بخش کو حکم کہ ابھی بند جانے کا ہو۔ انہوں نے زمین پکڑی ہو۔ سلطان جی میں
رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اٹھ جایا یہ خود اٹھ جائیں۔ ❖

ایضاً نواب صاحب پرسوں صبحکو مختار اخطا پہنچا۔ بہرون چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ
کی فیصل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ پاہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزار یلغ تک
تھے۔ پچھلے ۲۹ دسمبر شہر آئے۔ اب غالب کے مصیبت کی داستان سنئے۔ پرسوں مختار اخطا پڑھ کر
لشکر کو گیا۔ میشری سے ملا۔ ان کے خیمہ میں ٹھیکر صاحب سکڑ بہادر کو اطلاع کر دئی۔ چہرہ ہی کے ساتھ
کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا۔
خبر کر دئی۔ حکم ہوا کہ عذر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھو اب ہنسنے ملنا کیوں مانگتے ہو
عالم نظر میں تیرہ توار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نو میدی جاوید ہے نہ دبار نہ خلعت نہ نشن اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُونَ بقیہ خبر لشکر ہے کہ راجہ بھرت پور بات لیکر پٹیا لکھا تھا اور اس سے آگرہ میں لارڈ صاحب
سے نہیں ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اس کی طاعت ہے۔ شنبہ

ادھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئے گا۔ میرا دربار و خلعت دریا برد ہو گیا۔ نہ پیش کی توقع
 نہ دربار و خلعت کی صورت نہ سزا نہ انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کے دُعا پہنچے۔ برسوں کلو
 جتالے آیا۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کار پر دازوں نے اٹا پھیر دیا اور کہا کہ
 پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پروونٹ لے لیا۔ بیٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُس کے سامنے
 روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تلو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب میں میں
 مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر کھ بھینا۔ مثنوی بادشاہ کی تمھاری تحریر سے معلوم ہو
 خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلانی نہ ملک پیر الال کی کو محامدی کے ساتھ سب گئے گئے بکاتی یکم کا کوچہ
 التوا میں ہے اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں۔ اہل قلم بچاتے ہیں پابان کا رو کیئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء
 ایضاً جناب عالی۔ سل آپ کا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف کیہ کل ہی شنبہ کا دن نو
 کی تھی۔ آج بُدھ کا ۹ نومبر کی صبح کی وقت میں تلو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخودار یوسف مرزا خان کا خط لکھا
 ۱۰ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دنوں خطوں کا جواب دہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی
 صاحب جتنی طرح ہیں ان کو تپ گئی تھی اب تب مفاہرت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے
 کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی تاہم سراسر پہلو تپ کر رہا ہے۔ لوند کے کوٹا یکد کرتے ہیں بھل سیرا
 پنجاب احاطہ کے ہیٹ حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے بابیں کونسل جوتی۔ برسوں ۱۰ نومبر سے
 جاری ہو گئی۔ سالگ نام نہ لہجی۔ جھنائل ہمیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی پُرس ہوا
 غلہ اور ایلے کو سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے
 آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں برسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی ہیں کہیں کھیر
 نہ سمجھنا کہ تم بانیں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے
 اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہے ہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو

انشاء اللہ العلیٰ العظیم - یوسف مرزا خاں کو دُعا پہنچے۔ حالِ حیدر و محسن معلوم ہوا۔ قبلہ و عقبہ ذکر ہے جس میں آپ
 اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہوں ان کو منظور ہے کہ دُعا کا عطیہ خدا پاؤں اور ثنا کا صلہ خدا پاؤں
 کار ساز یا فکر کار یا لیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان سلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ
 ہے۔ زندگی میری کب تک سات چینیہ یہ اور بارہ چینیہ سال آئندہ کے۔ اسی چینیہ میں اپنے آقا کے
 پاس چاہتا ہوں۔ وہاں روٹی کی فکر نہ پانی کی پاس نہ جاڑے کی شدت۔ نہ گرمی کی حدت۔ نہ کم
 خوف نہ مخیر کا خطر۔ نہ مکان کا گریہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت کھانی سگاؤں میں روٹی کو دینا
 عالم نور اور سرسبز و سرور۔ یارب میں آرزو سے من چہ خوش است تو بدیں آرزو مرا برسان
 بندہ علی ابن ابی طالب۔ آرزو مند مرگ۔ غالب۔ روز شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۳۵۹ھ

بتام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہر ذرا یوسف مرزا کو بلایاؤ۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط لکھو بھیجا ہے مگر تمہارے
 ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ اب میں تو افضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں پاس میرٹھ
 ہے۔ شاید وہ آئی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد ان کے غلام علی خاں اکبر آباد میں ہیں کتب دار
 کرتے ہیں۔ لڑکے پڑھاتے ہیں۔ روٹی کھاتے ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کلکتہ
 تمہارے ماموں محمد قلی خاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس آگئے۔ اس خبر کو اس خبر کے
 ساتھ منافات نہیں ہے۔ اودھ سے آپ بنارس کو چلے ہوں۔ اودھ سے بیگمات کو وہاں بلا ہو مگر
 میری جان ہم کو کیا عالم ہیں مرگ ماچہ دریا چہ سرباب

ایضاً۔ او صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی
 انیسویں اپریل کی صبح کو بھائی فضلہ کو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں۔ اور مہینے اختلام الدولہ خطاب
 ہے تین ہاؤ کچھیں اور ایک ٹیس کا لونا اور دوست کی رسیاں لیکر بھٹیاری کے ٹو پر سوار ہو کر لوگوں

شنبہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے میں خط لکھ رہا ہوں تو میں چل ہی میں شاید راجہ صاحب کی ملاقات
 ایس وقت ہوئی۔ کل شنبہ ہے۔ پرسوں دو شنبہ کو یا شنبہ کو لاڑ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاویں
 جائیں گے۔ کل صبح کو متحدہ قلعہ خاں آئے ایک عرضی انگریزی ان کے ہاتھ میں۔ کہنے لگو یہ عرضی طالب علی
 فیلبان نے مجھ کو پھیری ہو اور کہا ہے کہ اسکے گزرائے کا موقع نہیں۔ میں سو وقت سوار ہوا چاہتا تھا۔
 پتھاری ماسنگر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر کھایا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخان الوری میں مستحق ہو
 مر گئے۔ خدا ان کو بخشے اور مجھ کو بھی یہ دن نصیب کرے۔ کتنے صاحب کاناٹ یہاں کوئی نہیں
 اور نہ کسی انگریزی خان سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا سمجھ جاوے کہ ایک محکمہ بورعہ عارضہ نقصان
 رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کا لوٹ لیا ہو اسکا سوا چارہ حصہ بکسار
 ہو بیٹھو زار و کچے ہانگو کہ کون سا روپیہ ملیں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہو وہ بدر اور
 محل ہے اسکا معاوضہ ہوگا۔ شاید یہی کشتہ ہوں سکانات کو حامل علی خاں کا کر کیوں کہتے ہو وہ تو بت
 سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی۔ محل سر اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب
 چھانک اور سترائے کرائیں گرا دی گئیں۔ سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر نہ سمجھو حامل
 خان کے مکان کا علم بکا ہو۔ سرکار نے اپنا ملوکہ و مقبرہ ایک مکان میں عاید کیا جب بادشاہ اودھ کی اہلکار
 وہ حال ہو تو رعیت کی اہلکار کو کون پوچھتا ہے۔ تم اب تک سمجھ نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں اور کبھی
 کیسا فائدہ اسے کسی نقل حکم کیسا رافعہ جو احکام کہ دلی میں صادر ہو میں احکام قضا و قدر میں انکار رافعہ
 کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و چشم رکھتے تھے نہ اہلکار رکھتے تھے نہ زمین رکھتے
 تھے۔ رامپور زندگی میں میرا سکن اور بعد مرگ میرا دفن ہو گیا۔ جب تم کہتے ہو کہ تم وہاں جاؤ تو مجھ کو ہنسی آتی
 ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ملاں ٹاہ جب اللہ ربّ پتوں میں دیکھوں جو بدیر و شتر کے باج میں تم نے کی ہو تو بہت
 مناسب بشرط پیش ہونیکے اور ولایت پہنچنے کے تباد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیلانہ سری میں سر پیش

ایضاً۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہوا کہ تمہارا خط کل نکل گیا ہے۔ آج بدھ، اس سوال اور روشنی کی ہے اس کے جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم ماس بڈنی صاحب کیری ملاقات نہیں ہے ہاں ایک صاحب سے سو ان کے نام کا خط کھلا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھ کر بند کر کر ان کو دو اور ان سے ملو اور جو کچھ وہ کہیں لکھو۔ احتلام الدولہ بھائی فضلہ میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگر وہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل ہے میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے مصطفیٰ خاں کو دے آئے ڈاک میں اسکی رسید آگئی۔ نہ بران قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جسوقت تمہارا خط آیا اسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب تھا جو اسکا یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلہ کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلہ سے یہ کہہ دینا کہ باتفاق رہا ہے منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی بنیائدہ بلکہ مستصر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوا دیں گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کو نگر تجکو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا۔ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو مگر صبر یہ ایک شیوہ فرسودہ اپنا سے روزگار کا ہو۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ مائے ایک کا کلیا کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیونکر نہ تڑپے گا۔ صلاح اس میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرنا پھر باپ مرنا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سرو پا کسکو کہتے ہیں تو میں کہوں گا۔ یوسف مرزا کو تمہاری وادی لکھتی ہیں کہ رانی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جو نمرود ایک بار وہ قیدوں سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی۔ نہ قید فرنگ۔ اہ صاحب وہ کہتے ہیں کہ نیشن کا روپیہ مل گیا تھا وہ تجیز و کیفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے کہ مجرم ہو کر ہا برس کو مقدمہ ہوا ہو اس کا نیشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملے گا۔ رسید کس سے لی جائیگی مصطفیٰ خاں کی رائے

روانہ ہوئے۔ پہرہ چڑھے ڈاک کا ہر کارہ تمہارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور میں میرے کاظم علی
یہاں تک کچھ چکا تھا کہ تمہارے سون صاحب سجاد مرزا شریف لائے۔ تمہارا خط آنکھ دیکھو یا وہ اسکو چھڑے
ہیں اب میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے
تغزیت کو ناکہ حیر جانی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ ہا۔ دوسرے قطعوں
کی جگہ ہر نرخ خوش خرام بنادیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے بشرط آنکھ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنے زوجہ کو یا
گوارا کرے۔ خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے والی راہ پور کو اس نشن کے اجوائیں کچھ دخل نہیں یہ کام
خدا ساز ہے۔ بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام تا طہی نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ان
مستودہ عرضی کا میرے پاس آگیا۔ میں تمکو دکھاؤں گا خیر تم نے جو لکھا ہو گا وہ مناسب ہو گا خدا را اس
اور کام بن جائے۔ الکنڈر بدلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکی و سعادت مند ہیں
میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے دریافت کر لو۔ ہا
دو مقدموں میں میں نے ان کو دو خط لکھے مگر انھوں نے ایک کا بھی انہیں نہیں لکھا۔ اور ان مقدموں
کوشش بھی نہیں کی۔ اب اس کو سمجھ کر کچھ لکھا اسکے موافق علی میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب و سجاد مرزا اپنے
گھر گئے وہ تمکو دعا و التجا و بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے لئے میں جلدی نہ کرو۔ ماں کی رضا جوئی کو سب سے
مقدم جانو۔ میں ابھی رام پور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرط حیات جاؤں گا یعنی او آخر اکتوبر یا اوائل
میں قصد ہے۔ یقین ہو کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمہارے پاس پہنچے۔ ان کے
ہام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جانا نہ رہے جب پہنچیں تب ان کو حوالہ
کرنا۔ صاحب خمس و تنزیہ یہ باتیں غیرت کی ہیں جس طرح اپنے اور بچوں کو دوں گا مظفر میرزا اور تمکو
بھی اسی طرح بچاؤں گا۔ ہمیشہ غریزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ کشیدہ وقت بخیر
ہفتم رمضان ۱۲۹۵ء اپریل - غالب -

اپیل جانتا ہے۔ کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا سوہلیا انا اللہ انا الیکہ جیون۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال
اپنا تم کو منتقل کر چکا ہوں۔ وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے۔ درنہ خیر سچل
خوف و خطر نہیں ہے۔ حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کریں گے میں نے سنا کہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی
جان اور حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ مظلومہ کا اشتہار
بھی اُسکو نہ ٹھاسکے۔ سبحان اللہ کہ لہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانا اور بنگ گھر اور دیگر زمین کا
ٹوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں۔ ماں صاحب گو کہ باہونی ہو گیا
ہے اور شاعر کا سالابھی جانب دار نہیں۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر حسین
کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا۔ میں تو صبح کو یہ خط
روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاویں گے اُسکو جڈا گناہ لفافہ میں روانہ کر دوں گا۔ مظفر مرزا
دیکھئے کب تک دے اور مجھ سے کیوں کر ملے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سُنو۔ حافظ مٹوں بے گناہ ثابت
ہو چکے۔ رانی پاچکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں۔ قبض و تصرف
ایک ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر۔ پرسوں وہ حاضر ہیں۔ مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا
حافظ محمد بخش کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ مٹوں کون۔ عرض کیا کہ میں۔ اس نے
میر محمد بخش ہے۔ مٹوں مٹوں مشہور ہوں۔ فرمایا یہ کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ مٹوں
بھی تم۔ سارا جہان بھی تم۔ جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخل فقر ہوئی۔
میاں مٹوں اپنے گھر چلے آئے۔ ماں صاحب خواجہ بخش دزدی کل تپہ ہر کو میرے پاس آیا نہیں
جانا ایک تھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی کچھ بھجنا۔ میرن صاحب
کل پانی پت کو جایا جاتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی اور سے آئے ہوئے سلطان جی میں
میں اترے ہوئے ہیں۔ دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلیاں میری ملاقات کو آئے تھو۔ علی جی میں

کا حکم ہوا اگر نیشن ضبط۔ ہر چند اس پیش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہو تھارے خیال میں کچھ
لئے وہ مجھ کو لکھو۔ دوسرا یعنی تبدل نہ ہو عیاذ باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ جھیک کہ حضرت
چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچئے ہوں گے کہ ان مہموں میں اپنا کام نکالو اور باہر جاؤ حقیقتہ
بدلتا ہی۔ اگر یہ بھی تھا تو ان کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہیں۔ قصہ مختصر تمھاری ہادی کا جو خط تھا
بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا وہ میں نے تمھارے مہموں کے پاس بھیج دیا۔ ان کی جادو کی دانگشت کا حکم ہو تو گیا ہو
اگر ان کے بڑے بھائی کے یا انکو چھوڑیں۔ سو کیئے انجام کا کیا ہوتا ہے۔ مظفر مرزا کو دغا پہنچے۔
تمھارا خط جو طلبت تھا۔ تمھارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام اتنی غلطی کے مطابق ہو۔ ان کا مقصد
دیکھ کر تمھاری بھوپھی کا اور تمھارا سر انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہے۔ ہو گا کیا اگر جادو دل بھی تو خدا کا
دام لے لیں گے۔ رزاق حقیقی نیشن دلوادے کر وٹی کا کام چلے۔ جناح قربان علی صاحب میرا سلام
نیاز اور میر کاظم علی کو دغا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال ۱۲۹۹ مئی سال حال۔
ایضاً ای میری جان اے میری آنکھیں زہجراں طفیلے کہ در خاک فوت چہ نالی کہ پاک آئند پاک
وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ تجھی روح اور تجھی قسمت لے کر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو اور
اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہو تو ابھی تم خود نہ پتے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنگاؤ
کیوں کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہو۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ
وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم بھلا واقعات کہ بلائے سہیلی ہے
یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجالانے کا ہرگز منوس نہ چاہئے کچھ ہو سکتا ہو اور کیا
تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے نہ کیا کرو۔ اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہو کہ رہئے کہاں لکھا ہے کیا
سوالنا کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہو کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرا فیہ میں حکم و دام جس بجال رہا۔ بلکہ
تاکید ہوئی کہ جلد دیاے شہر کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تمکو معلوم ہو جائے گا۔ الٹا بیٹا ولایت

باقی ہیں۔ جو اسکے نہ کہیں سے قرض کی امید ہے نہ کوئی مجلس بہن بیچ کے قابل۔ اگر آپ سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انشاء اللہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ تب بھی گمان کرتے ہیں کہ اس جہنم میں بیٹن کی قسم کا حکم آجائیکا۔ دیکھیے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الوداع آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر تقی علی کا قافلہ بھی میں ہے۔ میر تقی علی کی بی بی الوداعی خواہ میں سے بموجب سہام شریعت و ثلث مظفر مرزا اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرنی ظاہر بموجب تعلیم میر تقی علی کے ہو۔ غالب۔ محرمہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۵ جولائی سال ۱۰۰۰ ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب نے وہ اور اُنکے متعلق سب اچھی طرح میں سٹو بیگ منی گئے۔ کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمہیں خارش کیوں ہوئی۔ حسین مرزا صاحب کو بیمار ہوئے۔ خدایا اُن آوارگانِ دشتِ غم کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر۔ مگر تصدقِ رضی علی کا تہہ بہت رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدتِ غم و رنج کی خوبیاں میں اس خط کے پہنچو ہی اپنی اور ان کی خیر و عافیت لکھنا چاہاں تم نے اپنا نام کا خط پڑھا دیکھا حال یہ ہے

مجھفت احوالِ مابرقِ چہان است	دسے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم	گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا انکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام بارگاہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا غراخانہ ہو ایک بنا سے قدیم رفیع مشہور۔ اُسکے انہدام کا غم کس کو نہ ہو گا میاں دو شریکس دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محلِ اُن کا الگ الگ ہے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگاہ بھی شہر میں بنے گا۔ اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگری ہے ایک میدان کا نکالا جائیکا۔ محبوب کی دکانیں۔ پہیلیوں کے گھر۔ فیضانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ تک ہوا لال ڈگری اور دو چار کنوؤں کے آثارِ عمارت باقی نہ رہیں گی۔ آج جاں نثار خاں کے

ہیں۔ رضا شاہ پٹودی ہوئے ہیں۔ میر شرف علی ابن میر سعد علی مرحوم نے رانی پائی۔ ایچھا لاکھی کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خاں مغفور اپنی چوبلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤ لگا جدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ ہفت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں ؟

ایضاً میری جان خدا تیر انگہبان۔ میں نے گرد چھنک کو دام میں پھنسیا۔ پھر قفس میں بند کر کے یہ رقعہ لکھوایا۔ میر تقی حسین کو فقط اُن کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا۔ تاکہ انکی خاطر میں ہو جائے۔ منوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جب تک تمام نہ ہو۔ منوی جب تک سب لکھی ہو کیونکہ اصلاح سچا اپنے چھوٹے مانوں صاحب کو میر اسلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے۔ اور دعا باعتبار یگانگی اور استاد کی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کیواسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہو جسکی نقل لوں۔ ہاں یہاں زد خاتی ہے کہ قدیم نوکروں سے باز پرس نہیں۔ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ اے لوگنی دن ہوئے کہ حمید خان گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں عموالات میں ہیں۔ دیکھنے حکم خیر کیا ہو۔ صرف فونڈر اسے کی مختار کاری پر قناعت کی جو کچھ ہوتا ہو ہو گیا۔ ہر شخص کی سر نوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہو نہ قاعدہ نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دوسو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنیں سو سو روپیہ پیچھے پائے والوں کو حکم چلا کہ چونکہ تمہارے بھائی مجرم تھے تمہاری پنشن ضبط۔ بطریق ترخم دس دس روپیہ جینا تمکو ملے گا ترخم ہے تو غافل کیا قبر ہو گا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کار و شناس۔ بٹیم نہیں اُکھیر سکتا ۵۳ برس کا پنشن تقریر اُسکا بہ تجویز لاؤ لیکہ منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملے گا۔ خیر حال ہے ملنے کا جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اُسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں گھانا۔ اس وقت کلو کے پاس لکھو پیاٹا

خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان بخل گئی کیا کروں۔ کیونکر خیر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی یا
 بار دل میں کہا ہو گا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا امتین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک
 کے ہر کارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیا علی و پرلے آیا ایک خط یا عزیز کا اور ایک خط ہر گوپال تفتہ کا
 اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے محکوم رونا اُجائے
 بارے اس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا۔ چھیاں لیں۔ اب تم تماشہ دیکھو ۱۲ محرم کا خط اکر
 مجھے پہنچا۔ اس میں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک کلکتے جاؤ رنگا اور پھر حضرت مجھ سے
 مطلب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے محکوم خط بھیجیں گے اور اپنے
 مسکن کا پتہ لکھیں گے تب کچھ محکوم لکھنا ہو گا لکھوں گا۔ آغا صاحب کو خط سنا دیا۔ اور ان کو یہی وقت
 کاشی ناٹھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ اسکو گرائیں اور شرمائیں اور کچھ تباد مرزا کیوسطی بھیجائیں
 ضیاء الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے بلغ میں اترے ہوئے ہیں۔ دوبار میرے پاس بھیجی
 دو گھڑی کے واسطے آئے تھے کچھ ان کو منظور ہے۔ برعایت اخلاص و محبت قدیم خدا چاہے تو کچھ تباد
 کو اور کلکتے سے ان کے خط کے آئیکے بعد کچھ ناظر جی کو ان سے بھجواؤں۔ میرا وہی حال ہے۔
 محکوم کا نہیں ہوں لکھی سنگھاری کی توفیق نہیں ہے۔ برے بھلے حال سے گزرے جاتی ہے۔
 فہوس ہزار فہوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال ہے اگر کہوں تو کون باد کرے
 اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کر لے کی ہے سو کھینکا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خان ابن علی علیہ السلام
 میں اپنے ماموں صاحب کے پاس ہے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمہارا سلام کہیدا۔ پرسوں
 پھر وہ میرے گھر گیا۔ بھائی فضلہ علی میں تہریں پرسوں آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں۔
 عرضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سنتا نہیں۔ تنکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا کٹ موقوف
 ہو گیا۔ فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئی اور باقی ہندو سماں عورت مرد۔ سوار پیادہ جو چاہا

چھتے کے مکان میں سے شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں میں نے آئی کے دیرانے سے خوش ہوں۔ جب اہل شہر
 بنی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چوٹے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ قصہ چڑھا
 اُن کا خط موسومہ محمد قلی خان آیا۔ کلو کے ہاتھ اُن کے گھر بھجوا دیا۔ اُن کا گھر کہاں وہ تو میرا علی
 خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں۔ وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے
 دیور کا آدمی ہے۔ اُنہوں نے مدعا دریافت کر کے خط لکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھابی کو سلام
 کہنا کہ محمد قلی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دو گی۔ کل مناشاہ آئے تھے
 میں نے اُن کو کہا تھا کہ تم میرا احمد علی خاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُنکو با حیات
 پہنچا دینا۔ صاحب تمہاری آنا کو میں کیا جانوں۔ کس پتے سے ڈھونڈوں دودا سے
 میں نے پوچھا۔ امیر النساء کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی سے اپنی
 ماں کے پہاڑ گنج ہے ہمیشہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی
 فی الحقیقت کثرت نے بھیج دی ہے تو بیشک عاے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے اگر خود منظر
 کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب ضیا الدین خاں کی والدہ
 کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں۔ ایاز اور نیاز علی اُن کے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور
 ایک دودا اور دو آداب ملتوی ہو دوا اور کلو اور کلیاں کی بندگیاں بھیجیں۔ قمر الدین خاں
 برسوں آیا تھا اب آئے گا تو دودا تمہاری اُس کو کہدوں گا۔ غالب۔

ایضاً۔ حق تعالیٰ تعص عمر و دولت بقا تعز عے خط محررہ دوم محرم میں کئی مطلب جواب طلب تھا
 مرزا جید ریگ صاحب کی رحلت کی بخت اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی، اتاریخ تھی۔ صبح کو
 مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی۔ بی فتن کے
 ہاں اتاری تھی اب وہ بٹودی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیر علی ناظر جی بہت مبارک

جواب چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اس وقت کہنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے
ناموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تم کو ایک
حال معلوم ہوگا۔ غالب۔ مشینہ۔ ۵ نومبر ۱۸۵۷ء۔

ایضاً۔ یوسف مرزا میرا حال سوا ہے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرتِ غم
سے سودا بی ہو جاتے ہیں۔ عقل جاتی رہتی ہے۔ اگر اس جو غم میں میری قوت متفکرہ میں فرق
آ گیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اس کا باور کرنا غصہ ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غم مرگ۔ غم فراق۔ غم رزق
غم عزت۔ غم مرگ میں قلعہ نامبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہوں۔ مظفر الدولہ میر
ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا۔ اس کا بیٹا احمد مرزا انیس سال کا بچہ۔ مصطفیٰ خاں ابن اعظم الدولہ
اسکے دو بیٹے۔ ارتضیٰ خاں و مرتضیٰ خاں۔ قاضی فیض اللہ۔ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا
تھا اسے لو بھول گیا۔ حکیم رضی الدین خاں۔ میرا چھوٹا بھائی۔ میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غم عزت
حسین مرزا۔ یوسف مرزا۔ میر ہدی۔ میر سر فراد حسین۔ میرن صاحب ان کو حصار کے کاش یہ بتا
کہ جہاں ہوتا وہاں خوش ہوتے۔ گھر ان کے لئے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور ابراہیم کے حال کا بھیج
کر تا ہوں کیلجا لکڑے ٹکڑے ہوتا ہو۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں
کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ دتار ہے حقیقی میرا ایک
بھائی دیوانہ مر گیا۔ نیکی بیٹی اس کے چار بچے۔ نیکیاں۔ یعنی میری بھانجیاں۔ چھوڑ میں پڑے ہوئے ہیں
اس تین برس میں ایک روپیہ انکو نہیں بچا جیتی کیا کہتی ہو گی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیاء
اُمرا کے ازواج و اولاد بھیکنا گنتے پھر میں اور میں دیکھوں۔ بس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیئے
ابنا حاصل بناؤ کہہ رہا ہوں۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلکیاں ایازیہ باہر ماری
کے جو روپے بدستور گویا ماری موجود ہے۔ یہاں گھن گئے گئے مینا بھرے آگے کہ بھوکا مارتا ہوں۔

چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شہر کس ٹکٹنگ
اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مریٹ کر ایک جاں نثار خاں کے چھتے کی ٹکٹنگ
ہے۔ دلی والوں نے لکھنؤ کا خاکا اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صفا
میدان کر دیا۔ یمن جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا۔ بات اتنی ہی ہے جو غنہ لکھی ہے۔ بہر حال اب کچھ
ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روائے ہو جانے کی خبر اور تجاد اور اکبر اور ان کی ماں کی خبریت اور اپنے
بات کا حال لکھو۔ پنجشنبہ۔ ۸ مارچ ۱۸۵۷ء۔

ایضاً۔ میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب یمن نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا
نہیں آیا کہ یمن نے اسی دن یا دوسرے دن جواب لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو
محبوبہ شکایت نامہ بھیجا ہے اس کے بعد ایک خط میرا بھی تم کو پہنچا ہو گا یہ خط کل آیا آج میں اس کا جواب
لکھتا ہوں۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ میں ۱۴ پارچہ کا خلعت ایک بار اور طبروس خاص شال ڈال
دو شال ایک بار پیش کیا حضرت سلطان عالم سے پاچکا ہوئے مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت
محبوبہ دو بار کس کے در پہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت محمد العصر مدظلہ العالی۔ اب
آدمیت اسکی مقصد نہیں ہے کہ میں بے ایمان کے توسط کے مع گسٹری کا قصد کروں۔ چنانچہ قصد
لکھنؤ اور جیسا کہ میرا دوست ہے کاغذ کو تو اگر حضرت پیر و مرشد کچھ متیں بھیج دیا ہے یقین ہے کہ حضرت
وہاں بھیج دیا ہوگا۔ اور میں لکھو بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے قیصدہ لکھنؤ کو بھیج دیا ہے۔ اسی خط
یہ بھی لکھو لکھا ہے کہ حضرت نبیہ العلیا سید نفی صاحب اگر کلکتے بھیج گئے ہوں تو محکوم اطلاع دو۔
دار و علی ادا کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے تو میں بے پروہ عالی شان
منظر حسین خان کے خط میں لکھتا ہوں ————— عیسہ ورق پڑھ کر
ان کی خدمت میں گزان دو اور جو وہ ارشاد کریں محکوم لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطابق مندرجہ کا

الماک واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دہلی و باغات الماک
 مع حاصل ہر ایک باغ و درہ و ملک نظر کی کو بھیج دی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری
 کے دفتر سے لی ہو گا اتنا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو ٹرک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھ نہیں گئی وہ سب
 خالی پڑی ہے کراڑا رکنا نام نہیں۔ جھکو ہیا کی الماک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے میں
 پنشن کے باب میں حکم خیر سن لوں پھر رامپو چلا جاؤ لکھا۔ جمادی اول نے ہی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم تک
 ۱۲ سال شروع ہو گا اس سال کے دو چار دس گیارہ مہینے غرض کہ انیس برس مہینے طرح بسر کرنے ہیں
 اس میں رنج و راحت و لذت و عزت جو مقسم میں ہے وہ پہنچ جائے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عم کو چلا
 جاؤں جسم رامپو میں اور روح عالم نوز میں یا علی یا علی یا علی۔ میاں ہم تجھے ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ بڑا
 کا پتر دو دن بیار پڑا تیرے دن مر گیا ہے ہے کیا بیکخت غریب لڑکا تھا باب اسکا شیوجی رام سکے عم
 میں مردہ سے بدتر ہو یہ دو مصاحب میرے یوں گئے ایک مردہ دل افردہ کون ہو جھکو تھا اسلام آباد
 یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فردا ان سے لیکر پڑھ لینا اور حسب طرح انکی رہے میں آئے اس پر حصول
 کی بنا اٹھانا اور ان سب مراجع کا جواب کتاب لکھنا۔ صیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے
 دیکھئے اگر کیا کہتے ہیں یارات کو آگئے ہوں یا شام تک جائیں۔ کیا کروں کس کے دل میں پناہ دل
 ڈالوں۔ بحر تضحی علی پہلے سے نیت میں ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔
 نصف حسین مرزا اہم اور سجاد۔ نصف میں بغلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر اسی خیالات سے
 حسن طبیعت معلوم ہو جاتا ہو و السلام خیر تمام۔ دہلیہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۷۲ء وقت صبح
 ایضاً میاں جھکو تمھارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمھارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلماء کا ایک
 وائے پہنچا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ انکو چہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب چاہیں وہاں
 پہنچیں میرا مقصد تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گورے اور کچھ ہلے تمھارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی

اچھا بھائی تم بھی ہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں۔ تیس آدھی ٹولی کھانوالے موجود۔ تمام معلوم سر کچھ اڑھاتا ہے وہ بقدر سرتوتق ہے محنت وہ ہر کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہو۔ آدمی ہوں۔ دیوہ نہیں بھوت نہیں۔ ان بچوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا۔ ضعیف قوی۔ آئندہ مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں رنہ پڑا رہتا ہوں گویا صاحبِ فاش ہوں کہیں جانیگا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس نیوا لا وہ عرق بقدر طاقت بنا کر کھاتا تھا اب میسر نہیں۔ سب سے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا۔ خلعتِ فاخرہ پہنا وہ صورت آنظر نہیں آتی۔ یہ مقبول ہوں مردود ہوں بیگناہ ہوں گناہگار ہوں مخبر مضد بھلا اب تم ہی کہو۔ اگر یہاں بار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے دن رات خون جگر کھایا اور ایک قیصد چونتھ بیت کا لکھا۔ محمد فضل مصور کو دیدیا وہ پہلی سہیر کو منجھو دیکھائیے اسکا مطلع ہے۔ رسالہ نوذر گریبے بروے کار آمد۔ ہزار ہشت صد شصت و شتر آمد۔ آمین التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے انکی نقل منگو بھیجوں گا۔ میرا قازا وہ روشن گھرِ خراب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اس مجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ سلو ہے۔ چھاپنا کی مح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قیصد مدوح کی نظر سے گزرا نہ تھا۔ میں نے اسی میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علیا بٹھا دیا۔ خزانے بھی تو یہی کہا تھا انوری نے بار بار ایسا کیا ہو کہ ایک قیصد دوسرے کے نام پر کر دیا۔ میں نے باپ کا قیصد بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر بطریق اختصار اور پر لکھ آیا ہوں۔ اس قیصد سے منجھو غرض سنگاہ سخن منظور نہیں۔ گدا ئی منظور ہے بہر حال یہ تو کہو قیصد پہنچایا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمہارے ماموں کا خط آیا۔ وہ قیصد کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تمہارا خط آیا اس میں قیصد کے پہنچنے کا ذکر نہیں۔ اس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قیصد پہنچایا نہیں اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسی معرفت گزرا اور حکم ہوا۔ یہ امور جلد بکھو اور اس میں بھی لکھو

سولواں دن یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک اور نہ جانے دینا۔ انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط ان کو تمھاری دعا کی کے بعد پہنچا تم جو مجھ کو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجھ کو انکے حال سے غافل اور انکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ نہ ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تم آؤ گے۔ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہنا شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمیشہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھ کر کچھ حاجت پڑے۔ بہر حال جو ہو گا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمیشہ عزیزہ کو میری دعا کہہ دینا۔ مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی تمھارا خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جواب لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجا کے گئے۔ جگڑاؤں میں منشی رجب علی کے مہمان ہیں۔ صدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب علی علیا بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ انکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونو بھائی باہر سے آئے ہیں۔ میں نہیں تھا کہ صدر سلطان ملی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سنا کہ وہ میرے گھر آئے خدا جلنے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں۔ تباہی ہے۔ قہر آبی ہے۔ مجھ کو ادھر بہت تنگ کیا ورنہ چند روز اور رامپور میں رہتا۔ زیادہ کیا کہوں تم غالب تو مہمیشہ و رضا و ہر اہل

بنام منشی شیونرائین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ غصہ بنا دیا۔ ہمارا نام ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جیل خانے پہنچ جائیں گے ہم آپ کا شکریہ بجالائیں گے۔ ہر چار دوست میر سدی کوست۔ یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجر لوگ جو یہاں بستے ہیں یہ وہ ڈھوڑتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سے ہیں۔ بہت سخی ہو گئے تو جنس نہیں ملے۔ کاندھو یہ مہینہ کا کیوں مل لینگے۔ کل آپ کا خط آیا رات بھر نہیں نے فکر شرم میں خون جگر کھایا

جو ستریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عین اُسکے دیکھنے سے اُس ٹٹ گئی۔ کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا
 اہلک واقع شہر دہلی کے سوال کے جواب ابکی بار قلم انداز ہوا۔ مگر اگر کہا جائیگا تو بیشک جواب بیگا کہ ہنر
 تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ اہلک قتل ہوئی
 اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دہلی کی املاک کا خوب نہا ہے۔ بہرے ناظر جی کے نام
 کے سرنامے میں فرد فہرست مجموعہ املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ
 خوب فرماتے ہیں سہ منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید نہ نا امید اُس کی دیکھا چاہیے *۔
 تمہارے ناموں حساب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کن بیان سے ادا کروں۔ بہرے حسین مرزا
 اور یہ کہہ کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کہنت سے اُس کے جواب میں انجام ہنوس کے بہت بڑا
 تھا اور سرکار کی خدمت نہ سہی۔ عہد نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہ مقرر ہو جانا کیا
 تھا۔ دلی کے آدمی خصوصاً امرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکے ساتھ بھاگتے ہیں۔
 مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے گریبے دریمہ دوسرے کیونکر جاے اور جائے تو
 کس سے لے کیا کہو اپارو ہیں رہو۔ کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور میں کہاں کی صلاح بناؤ
 وہ صاحب ہتک گئے ہیں۔ کل یقین ہے کہ آگئے ہوں گے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الہی
 میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ بھلور میں آجائے گا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج اگر وہ میں
 رونق افروز ہو گئے۔ الود۔ جبپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاوہ۔ چھ ریشیوں کی ہا
 ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہو گیا۔ لیٹ الدولہ حسین علی خاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیا ناؤ
 یاد دہری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۹ نومبر۔ ۳۔ جادی الاولی بحباب جنتری۔ *

ایضاً مایاں محمد اظہار پور پٹنجا اور رامپور سے دلی آیا۔ میں ۲۳ شعبان کو رامپور سے چلا اور
 ۲۸ شعبان کو دلی پہنچا۔ اسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی۔ آج دوشنبہ و رمضان کی

یہ ترکناز سے برہم کرے کا کشورِ روس
 سنیں عیسوی اٹھارہ سو واٹھا وں
 یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہوا وں
 امید وار عنایاتِ شیونار این
 یہ چاہتا ہے کہ دُنیاء میں عز و جاہ کے ساتھ

یہ لے گا بادشہ چین سے چھین تخت و کلاہ
 یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و بنگا
 دراز اس کی عمر اس قدر سخن کوتاہ
 کہ آپ کا ہے نکھار اور دولت خواہ
 تمہیں اور اسکو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شیخ میرے مکرم میرے منشی شیدائیں صاحب تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ تمہارا ہر ہر
 اس وقت پہنچا اور میں نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔
 چھ جزو سے کتاب کم ہو۔ مسطور میں گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا ہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو
 یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اس یا نہ پڑوانے تم سے شاید کچھ نہیں کہا اسکے سوا یہ ہے کہ کاپی
 تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیئے گا اور منشی بنی بخش صاحب کو اگر کہیئے گا
 تو وہ بھی شریک ہیں گے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیورام پوری ہو خیر مگر سفید مہرہ کیا ہوا اور
 لعاب دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو نجات کے معنی لکھے جائیں تو اسکی طرز تحریر اور تقسیم طلبہ اور نظر
 فریب ہو۔ حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کی قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں دو جلدیں
 ولایت کو جائیں گی۔ ایک جناب فیض آباد ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقائے قدیم
 لارڈ الن براہادر کی نذر۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کرونگا۔ میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں
 کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا۔ یعنی شیرازہ اور جلد اول اور ان چھ جلدوں کی جلا
 پڑی روپیہ جلد سے لیکر دوا روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا۔ میں مجرود طلب کے فوراً ہنڈوی بھیج دیجیگا
 ایک خریدار بچا پش جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیئے کہ ان سے ملیں یعنی
 راجہ امید سنگھ بہادر اندر والے وہ چلی اینٹ میں پولس کے پھوڑے رہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط

۱۲ شکر کا قصیدہ کہہ کر تمھارا حکم بجالایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا قفصہ جانتے ہیں کہ میں فن تاج نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک نئی ش خاص سے انہار شاعری کا کر دیا ہے خدا کرے تمھاری پسند آئے تم خود قدر دان سخن ہوا در تین استاد اس فن کے تمھارے یا نہیں میری محنت کی داد بجا ہے گی *

قصیدہ

جناب عالی ایمن بروں والا جاہ
کہ باج تاج سے لیتا ہے جبکا طرف کلاہ
نیابت دم عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ
بنے ہر شعلہ آتش انیس پرہ کاہ
جہاں ہو تو سن حشمت کا اُسکے جولاں گاہ
وہ خشکیں ہو تو گردوں کے خدا کی پناہ
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سیر راہ
کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دم رویاہ
نہا دشاہ دے مرتبہ میں ہمسر شاہ
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلو ماہ
شعار مہر و خشاں ہو جس کا تار نگاہ
بنے گا شرق سے تا غرب سکا بازیگاہ
کہ تاج اُسکے ہوں روز و شب و سپید و سپاہ
لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ
رُوان روشن و خوش و دل آگاہ
پڑے نہ قطع خصوصیت میں احتیاج گواہ

ملاذ کشور و شکر پناہ شہر و سپاہ
بلند مرتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر
وہ محض حشمت و رافت کہ بہر اہل جہاں
وہ عین عدل کہ دہشت سے جس کی پریش کے
زمین سے سودہ گوہر اُسٹے بجا سے غبار
رہ مہراں ہو تو انجم کہیں ابھی شکر
یہ اُسکے عدل سے اصدا و کوہے امیر ش
ہر رینجے سے لیتا ہے کام شانے کا
شاہ آفتاب دے آفتاب کا ہم چشم
خدا نے اسکو دیا ایک غرور و فرزند
زہے ستارہ روشن کہ جو اُسے دیکھے
خدا سے ہے یہ توقع کہ عہد طفلی میں
جوان ہو کے کریگا یہ وہ جہاں بنانی
کہے گی خلق اُسے داوڑ سپہر شکوہ
عطا کرے گا خداوند کار ساز اسے
ملے گی اس کو وہ عقل نہفتہ دال کہ اسے

بہم بردہ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالئے گا اور اسکی جگہ نو اے بمائش بنا دے گا
حقیقت لکھ کر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال میرزا قفٹہ کا حال اور ان کے خط کے نہ آنے
کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرزا قفٹہ نے اگر رباعی و مقبوضہ کے حاشیہ پر لکھی ہے تو اسکی اطلاع دینے
انکے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھ دیں۔ اور مجکو اطلاع دیں۔
تیسرا سوال فشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شریح کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ
اس شریح سے لیکر اور محل معلوم کر کے حاشیہ کتاب پر لکھ دیجئے اور مجکو لکھ دیجئے۔ چوتھا سوال اب طرح
لکھ آیا ہوں نہیب کی جگہ نو ا کا لفظ بنا کر محو عنایت کیجئے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے مجموعے
میرزا قفٹہ سے طے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجئے
چھٹا سوال۔ چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں۔ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میرزا صاحب
ازراہ عنایت بنا کر ان چھ سوال کا جواب اس طرح جدا جدا لکھئے اور ضرور لکھئے اور جلد لکھئے۔
راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۲۵۸ھ۔

ایضاً نو برص نخت جگر نشی شیو زین کو دے مانجئے۔ خط اور رپورٹ کا الفاظ پہنچا۔ اور سب حال
خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میر جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دو دمان کے چشمہ چراغ ہو اور لکھتے
شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روئے مضمون سر اسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں
میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندہ جینے کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ بھی
ذکر کیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۲۵۸ھ سے ۳ جولائی ۱۲۵۸ھ
تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکے بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا مدہ بڑی قضا
ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔ پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اور پندرہ سطر
ہیں اور پنج میں ایک سطر ہمیں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں بنی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر

ایک اور میرزا تافتہ نے مجھے پارس کی رسید نہیں لکھی۔ اب میرا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط دونوں خطوں کو دکھا دیجئے گا اور اگر اُمید سنگہ سے ملنے کو کہیے گا۔ اور ماں صاحب اُن کو تاکہ کیجئے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھی تھی ہے اسکو سب سے پہلے جہاں کا نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور اور وہ رباعی بیسیوں صفحوں میں اس فقرے کے آگے ہے نے نے آخر نخت خسرو در بلندیا پہلے رسید کہ مخ از خاکیاں نہفت۔ تم آنکو یاد دلا کر اُن سے لکھو ایسا ضرور ضرور۔ یہ جو میں نے لکھا صاحب نے سن کر اسکو پسند کیا میں حیران ہوں کہ کونسا مقام تنے پڑھا ہو گا کیونکہ کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہوں گے۔ اس کی جو حقیقت ہو مفصل لکھو۔ زیادہ زیادہ۔ راقم اسدا شد۔

سہ شنبہ۔ ۳۱۔ ماہ اگست ۱۲۵۷ ع۔ ضروری جواب طلب۔

ایضاً۔ مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہر گوبال صاحب نے مجھ کو خط لکھا کیوں چھوڑا۔ اگر مجھ سے خطا ہے تو کیوں خطا ہے اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں لکھو اور کیوں گئے ہیں اور کہاں تک آئیں گے آپ مہربانی فرما کر یہ امور مجھ کو لکھ بھیجئے۔ اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تافتہ کو بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ اسکو متنبو میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بجائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں آنکو بھی متنبو میں لکھنے کا محل بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انھوں نے نظم کو اور انھوں نے شعر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھا دیا یا نہیں تم سے بہر آراء و خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں تو مجھ کو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجئے کہ تشریف فرما ہو اور اگر اُن دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ مرزا تافتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجئے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کر کے آنکو جا بجا حاشیہ پر رقم کیجئے اور مجھ کو اطلاع دیجئے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر درود دیگر نہیں

ایک اور جیلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کمرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کمرہ کہ وہ کینٹن
کہلاتا تھا اس کمرے کی ایک کوٹھے میں تنگ اڑا رہا تھا اور راجہ بوان سنگھ سے تنگ کرتے تھے
وہ صل خان نامی ایک سپاہی تھا جسے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کمروں کا کرایہ ادا کا کر دیتا
پاس جمع کرواتا تھا۔ سُنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مولیٰ تھے اور زمیندار
اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکاری مالگزاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کا رخانے تمہاری ہاتھ
آئے یا نہیں ہکا حال از روئے تفصیل جلد محکو لکھو۔ اس قدر روزِ شنبہ ۱۹ اکتوبر وقت درود خط۔
ایضاً بخور دار قبائلِ شیشو ٹرین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہنچے۔
میرے بھی دو خط پس پیش پہنچے ہونگے موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پر تکلف اور پہنچ
جلدیں یہ نسبت اُس کے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہد اہتمام میں ہیں اُس سے جھکو اور تم کو کچھ کام
ہیں جیسی چاہیں بڑا کر بھیج دیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف
جیسی چاہو بڑا کر بھیج دو۔ میں تم کو اپنے پیارے ناظر بنی صر جانتا ہوں۔ اُسکو تمہاری نشانی
جانکر اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم مل کر اپنا
اور بنی صر کا بڑے ہونا سب کو لکھ چکا ہوں۔ مکر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے
کہ آجڑا ہوا شہر آدمی نہ آدم زاد گرماں دو ایک صورتوں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ ہے
سودہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں۔ تصویریں بھی اُن کے گھروں میں سے
لٹ گئیں کچھ جو رہیں ہا جان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں۔ ایک صورت کے پاس ایک
تصویر وہ میں نے دے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہوں کہ تین تین شرفیوں کو میں نے صاحبِ گوشت کے
ہاتھ پہنچے ہیں تمکو دو اشرفی کو دو دینگا۔ باقی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اسکی نقل
کاغذ پر آدہ دے اُس کے بھی میں روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو۔ آنا صرف

ساتویں سطریں لکھ دیتا ہوں اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کما انورہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھاؤں کہ وہ ضروری ہیں۔ سٹو میری جان نوابی کا محکو خطاب ہے۔ بنجم الدولہ اور اطراف جواب کے اُس سبب محکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی چنانچہ صاحب کشتربہادر دہلی نے جوان نون میں ایک بھاری بھیجی ہے تو لفظ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد ہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا امیر نہیں لکھتے یہ خلاف ستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجب و لازم ہے۔ *

ایضا بر خور دار نور چشم منشی شیونازین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب جا نا کہ تم ناظر منشی صر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مہم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سٹو تمہارے دادا کی والدہ عہد خجف خان ہمدانی میں سیر کرنا صاحب جم خوجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے جب میر کرمانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پردادانے بھی لکھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی بنشی صر خاں کے ساتھ ہیں اور انھوں نے جو کچھ گمانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں دعویٰ کیا تو منشی بنشی صر اس کے منصرم اور دکالت اور بخاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنشی صر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اخلاط اور محبت آدھی آدھی بات گزر جاتی ہے چونکہ گھر ان کا بہت دور تھا اس واسطے جب چاہتے تھے جلتے جاتے بس ہمارے اور ان کے مکان میں چھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے کپڑے دریاں میں تھے۔ ہمدی بڑی۔ وہ ہے کہ اب کچھ چند نے مول لی ہے اسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اس کے ایک کٹھا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی

اپنی بیوٹی کو کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدے سے بھارت تراش کر تھی کہ سادہ کلمہ میں پہلے روانہ ہوگی اور وہ کتاب ہفتہ کے بعد سوہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا پہنچیں۔ اور شاید کل پیوں آجائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا اس میں او منشن صاحب کے لفٹنٹ ہوئی اور بہت جلد اگر آئے کی خبر لکھی تھی۔ یہاں مجھ کو کئی باتیں پوچھنی ہیں اس لیے کہ یہ چیف سکریٹری کو گزرتی ہے۔ جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب ہاں چیف سکریٹری کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میڈر صاحب عہد پر مامور ہوں۔ پس اگر یوں ہی ہے تو ان کے محکمہ میں چیف سکریٹری کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میرنشی ان کے تو دہی نشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہیں قیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی فتر کے میرنشی ایک میرنشی ایک بزرگ تھے بلکہ ام کے سہنے والے نشی خاں آیا اب بھی وہی ہیں یا ان کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں جو آپ کو معلوم ہوں وہ اور جو نہ معلوم ہوں اس کو معلوم کر کے مجھ کو لکھیے اور جلد لکھیے اور ضرور لکھیے۔ یقین تو ہے کہ تم کچھ کچھ ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جا بجا بھیجنے میں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیوں کر بھجوں جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھجو اور جلد بھجو۔ سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۳۵۷ ع۔

ایضاً۔ بزور دار کا مگنا نشی شیونزیہیں طال عمر و زاد قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۲۷ کتابیں آگئیں میں بہت خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا کہاڑواں میں لے گیا ہے اس قصہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبدالحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہیں۔ دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپخانہ اب اگر وہ میں تھے یہ بھی وہیں آتے ہیں تمہارے پاس حاضر ہوں گے ان پر ہر بانی رکنا بھلا وہ شہر بیکانہ ہے ان کو تمہاری خدمت میں شناسائی ہے گی تو ابھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید اگر دہلی گزٹ میں ان کا طور دست نہ ہو تو اس صورت میں شہر نکالیں اپنے مطبع میں ان کو رکھ لیں۔

کیا ضرور ہے میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ کھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر نکلیں دوں گا
مصنوعوں سے خرید کر نیکانہ خود مجھ میں مقدور نہ تھا ان نقصان منظور۔ اب چھاپا تمام ہو گیا ہوگا وہ پانچ
اور دوسات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تم نے محکوم دینی کی ہے وہ یہ سب
اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گے مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیے ہیں تو اصل
روانہ کر دو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچے گا اور محصول اس کا کیا ہوگا
اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں اسے امید سنگہ کے پاس کہاں بھیجی جائیگی۔ میرزا آفندہ ہاتھس کرتے
ہوئے ان کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر اگر وہ اور دلی کا آنا مجھ کو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھ کو
تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقامات سے اطلاع پاؤں جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔

از غالب۔ گناشتہ دروان داشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۲۵۶ھ ع۔

ایضاً میاں تمھارے کمال کا حال معلوم کر کے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجھ کو کبھی انگریزی لکھنا ہوگا
تو یہاں سے اُردو میں لکھ کر بھیج دوں گا تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا۔ قصہ صدائِ شاہی
میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو مقفیٰ اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد ہے
کتاب کی صورت بدل جائیگی۔ اور شاید تم کو بھی یہ منظور ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ مکمل
باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً اے کو کہ یہ گنوار بولی ہے وہ۔ یہ ٹھٹ اُردو ہے۔ کرانا۔ یہ بیرون جات
کی بولی ہے۔ کرانا۔ یہ صحیح ہے۔ راجے یہ غلط ہے۔ راجہ صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضمائر نامربوط
تھے ان کو مراد کر دیا ہے۔ اور ایک جگہ لکھنے بسے۔ یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا اس کو تم سمجھ لینا۔
باقی اور سب مرابط اور خوب و صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کہتے انہ ہونگی۔ دلی
بھی ہوگی۔ اگر گنگا جانیکا قصد ہو تو بجائی میری کتابیں بھیج کر جانا۔ اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا جی
بنائی ہوئی سات کتابیں بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیج گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کریں گے وہ تم نے

ملفوظ تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں فرمایا۔ اور خط میں ایک طالب جو طلبہ
اس کا جواب کیوں بھیج دیا۔ اچھا اگر تم ایک حد دن کیوسے کندھولی گئے تھے تو کار پر دازان مطبع نے خط لکھ
رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمہیں دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا ابھی
کندھولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہو گیا۔ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں سبب یہ لکھتا ہوں کہ
اگر خط پہنچا تو مجھ کو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اس کی تیس
بتاؤ کہ ابین سہ ہو کار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کا مٹنی کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضرب
۲۳ نومبر ۱۳۵۷ء۔ جواب طلب۔ شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب بھیجنے سے گھبر رہے ہو گے حال یہ کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ
انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہو گیا اور دم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔ بہر حال
اچھا ہوں۔ سچ آہنگ تم نے سول لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک پادشاہی چھاپے خانے کا او
ایک نشی نور الدین کے چھاپے خانے کا۔ پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے کیا کہوں تم سے
ضیاء الدین خاں جاگیر دار لوہارو میرے سببی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و شریں نے لکھا
وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چون بچپن جزو۔ اور سچ آہنگ اور ہر نیمروز اور
اور دیوان ریختہ سب ملکہ ہو جزو مطلبی اور مذہب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کئی ڈیڑھ سو
اور سو روپیہ صرف میں بوائی۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب جانور ہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے مجھ
نظم و شریں نقل کی۔ آپ دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ نقشہ برپا ہو اور شہر لٹے۔ وہ دونوں
جگہ کا کتاب خانہ خوان بنایا ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی و ڈرائے کہیں سے ان میں سے کوئی کتاب تھام
نہ آئی وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس تحریر سے یہ کہ قلمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی سچ آہنگ
قلمی ہر نیمروز۔ اگر کہیں ان میں سے کوئی نسخہ بکنا ہوا آوے تو اس کو میرے واسطے خرید کر لینا اور

راقم اسد اللہ - گناشتہ - شنبہ - ۱۳ - نومبر ۱۳۵۸ ع - *

ایضاً - صاحب تمھارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھئے مرزا مہربان روانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آپہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں کل سے میں شام تک وہ دیکھتا ہوں۔ ہرگز نہیں اس کا نام نیم روز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے۔ اب وہ بات ہی گئی گزری لیکن وہ کتاب اپنے چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہو گا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور ول لگا کر لکھا ہو گا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اسکی شہرت میری بخوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اور ول پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ ان رقعات کا چھپانا میرے خلاف طبع ہے۔ محررہ پنجشنبہ ۸ نومبر ۱۳۵۸ ع۔

ایضاً - برغور دار اقبال نشان کو دعا پٹھئے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۳۵۸ ع کو سات کتابوں کے دو پارسل پٹھئے۔ وہ قلمی کتابیں جیسا کہ میراجی چاہتا تھا اسی روپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا کو سلامت رکھے۔ رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رہے پر تمکو اور میرزا مفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب یہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور میں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھ کر بھیجنا۔ خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب لکھنا اور صفحہ سادہ دہنے دینا۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیج دینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد نہ پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ ۲ نومبر ۱۳۵۸ ع جواب طلب بلکہ کتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جیتے تو میرا خط بیگم کہ جس میں سات روپیہ ہندو کی پی

ایضا بر خوردار آج اس وقت تھا اخص لفاظ کے لفظ کے آیا۔ دل خوش ہوا
 میں اپنے مزاج سے لاجا ہوں۔ یہ لفظ از مقام در مقام و تاریخ و ماہ مجلو پسند نہیں آگے جو
 تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی میں نے دوستوں کو بانٹ دیے۔ اب یہ لفاظوں کا لفظ اس ہر او
 بھیجتا ہوں کہ انکی عوض یہ لفظ جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیج
 کرتے ہو مجکو بھیج دو اور یہ لفظ اس کے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفظ نہ
 تو انکی کچھ ضرورت نہیں۔ مہر کے واسطے صاحب زمرہ کا گینہ اور پھر چنے کی وال کے برابر او
 ہشت پہلو۔ اس لہجے شہر میں کہاں ملے گا۔ عینق بہت خوش رنگ سیاہ یا سرخ جیہا
 آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مہر میری طرف تم کو پہنچے گی تلوہ حرف ۶ حرف سے کچھ نہ مانیں
 آپ اپنی مہر چاہو زمرہ پر چاہو الماس پر کھدواؤ۔ میں تو عینق کی مہر تم کو دوں گا۔ یہی وہ دوسری
 جب تمہاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائیگی۔ میاں کیا قرینہ تاؤں کو نیست کہ نہ
 ایک بات ایسی ہے کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اس کا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو
 جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہیں۔ میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں۔ اس میں گنجائش
 عبارت ادائی کی کہاں ہے۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اوروں کی اردو کے
 ضعیف ہوگا۔ خیر ہر حال کچھ کر دوں گا اور اردو میں اپنا زور قلم دکھاؤں گا۔ تم کا ہونا
 دستوں کا آنا یہ جانتا ہوں کہ تنزیرات کو بری قسم کی شراب مقدار میں زیادہ ملے گی۔ کچھ تبریک
 اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا قہر تمہارے نام کا اور نفقہ کا قہر تمہارے نام کا حسب حکم تمہارے
 دل میں بھیجا جاتا ہے۔ میں نے نفقہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیہا تم کو تھا ماخفا ہونا تھا
 بھلا وہ میرے فرزند کیجیہ میں مجھ سے خفایوں ہونگے میں ان سے آج تک تین خط انکے آچکے ہیں
 ایک خط ابھی تمہارے خط کیساتھ ڈاک کا ہرکارہ دے گیا ہے۔ محرمہ شنبہ ۱۰ دسمبر ۱۳۵۵

محکمہ اطلاع کرنا۔ میں قیمت بھیج کر منگوا لوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا
انکی فرمائش ہے اُردو کی شرائط پائے تو اُس کے ساتھ اُن کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اُردو میں میں
اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اُس عبارت میں معافی نازک کیونکر بھروں گا۔ ابھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا
لکھوں۔ کوئی بات کوئی کہانی کوں سا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمھاری رائے میں کچھ ہے
تو محکمہ تباؤ ایک قرینہ سے محکمہ معلوم ہوا ہے کہ شاید گوئیٹنٹ سو دو سو دس تینوں کی خریداری کریگی اور اُن
نسخوں کو دلائے بھیجے گی۔ کیا بعد ازاں کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمھاری پاس آتا ہے حکم پہنچے۔ روزِ شنبہ ۱۸۵۸ء
ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے تمھارا
خط آیا اُس کے دو مکر دن میں لے جواب بھیج دیا۔ آج تک نے اُس کا جواب نہ بھیجا۔ حالانکہ اُس میں جواب طلب ہے
تیس یعنی میں اپنی نظم و شری کتب کا حال لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ فلی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجائے
وہ تم خرید کر کے مجھے بھیج دینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی شرائط کے واسطے
تو دس تینوں کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ مہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے
اُردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی فہر کے کھدوانے کو تم نے لکھا تھا
کہ ملتی ہے۔ پھر اُس کا بھی کچھ بیورانہ لکھا۔ میں اُس کو ابھی کچھ نہیں سمجھا۔ اس کو کیوں کرو۔ ہاں ناں کچھ
تمھاری فہریر الدین علی خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ
جائے اور ۱۸۵۸ء میں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کھدوانے میں سے زیادہ درگاہ
نکھو روپیہ حرف سے اٹھانے حرف سے کیا علاقہ۔ تم کو اپنی فہر سے کام نہ لے تو کہو کیا پھر کندھوں کی گئی ہے
کس شکل میں ہو یا مجھ سے خواہو اگر خواہو تو اور کچھ لکھو خشکی کی وجہ لکھو۔ بہر حال اس خط کا جواب شتاباً
اور اس خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں
برسرِ کار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں نہ ہو غالباً سہ چار شنبہ ۱۸۵۸ء

کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ منشن مل جائے۔ حواس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں پٹ پڑیں
 روٹیاں تو سبھی کٹاں ہوئیں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب زرشنبہ۔ مہر جوڑی ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔
 ایضاً۔ پرسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ پر بے شمار
 معرفت کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مل لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔
 کل جائیں گے۔ دستبوتھاری بھیجی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار اکیس سنبو اور اکر
 بیج آہنگ اپنے پاس سے انہی نذر کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجھ کو آج تک
 نہیں آئی۔ آخر قریہ تک پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھ کو بھیج دو رہے۔
 ستوش رہوں گا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ء۔
 ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں۔ اردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں بہت غزلیں
 نہیں ہیں۔ فلمی دیوان جوام و کل تھے وہ ٹٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ کھا ہے کہ جہاں بچا ہوا نظر آ جاوے
 لکھو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تھارے خیال میں یہ کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاف و نامادہ
 باہر بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تینے باپ شکر لکھو ہیں نوشکر لکھو ایک دوست کے پاس
 اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اس نے کہیں کہیں سے مسودات متفرق ہم پہنچے
 ہیں چنانچہ پہنان ہو گئیں ویراں ہو گئیں۔ یہ غزل مجھ کو اسی سے ہاتھ آ گئی ہے اب میں نے
 اس کو نکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط لکھ کر رہنے دو لکھا۔ جب اس کے پاس سے ایک خط
 آ جاوے گی تو اسی خط میں لغوف کر کے بھیج دوں گا۔ یہ خط آج روانہ ہو جائے گا یا کل۔
 ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فرڈرک انڈنشن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غریب
 کی مح میں اور ایک قصیدہ جناب منگری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں۔
 کہو تو بھیج دوں گور فارسی میں اور چالیس چالیس بیتا لیس چالیس شعر ہیں۔ کتب دستنویز کہ جانسیہ میں ہیں

الضباب ایک مخلص کو سمجھو دو جلدیں دستنبو کی جگہ لکھنو بھیجی ہیں اور میرے پاس کوئی جلد نہیں
اب جو تم سے سنگاؤں اور یہاں سے لکھنو بھیجاؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب لوگ اطراف و جوان
سے مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں۔ تم سے بعیت کوئی نہیں منگوتا۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ
حال کی سب تقسیم ہو گئیں ان معوضا جوں کی خاطر مجھ کو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ۲ ٹکٹ
اور ۲ آنے کے دو ٹکٹ اس خط میں لفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنو
کو ارسال کرو۔ آنے آنے کے ٹکٹ اس پر لگا دو۔ ایک پارسل پر یہ لکھو۔ اس پارسل بھینچہ پیچ
پاکٹ اشامپ پیڈ در لکھنو۔ بہ محلہ نحاس۔ درامام بارہ اگرام الدخاں۔ بمکان میرزا غنایت علی
بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیونز این مہتمم مطبع میفد خلانق۔ از آگرہ۔ دوسرے
پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور۔ نام اوڈ۔ در لکھنو۔ احاطہ خاناماں۔ متصل تکیہ
شیر علی شاہ۔ بمکانات مولوی عبد الکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔
سمجھ لیئے۔ یعنی دو پارسل اشامپ پیڈ دونوں لکھنو کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج
احمد بیسل ڈاک روانہ کرو۔ اور یہاں صاحبان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ منجھ لکھو
تا کہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دوں۔ ایسا مراؤڑ ہے اگر تم بھی اس راے کو پسند کرو
یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کی اپنی طرف سے بھیجی ہے
اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جو کانا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجو۔ مگر اپنی
ہی طرف سے میر اس میں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونوں صاحب بالفضل ولی
میں وارد ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیے۔ ایک صلاح ہے
اور نیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ یہاں اردو کیا لکھوں۔ میرا منصب
ہے کہ مجھ پر بارہ کی فرمائش ہو خیر ہوئی۔ اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں۔

ایضا بجائی عاشق ماحشا اگر یہ غزل میری ہو اسد اور لینے کے دینے پڑے وہیں
 غریب کو بین کچھ کیوں کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص
 یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے۔

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی میرے شیر شاہ اش حجت خدا کی

میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ قطع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میرا نامی
 ہو کر رہے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل ان کے کلام معجز نظام میں سے ہو اور تذکروں میں قوم
 ہے۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص کھا ہے ورنہ غالب ہی کھتا رہا ہوں

تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا۔

وہ غزل جو مختار سے پاس پہنچ گئی ہے جھانپنے سے پہلے ایک نقل اسکی نرزا حاتم علی تہر کو دیدینا

جس ن یہ میرا حظ پہنچے اسی دن وہ غزل نقل کر کے ان کو بھیج دینا۔ دستبوی خریداری حال

معلوم ہو گیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے صانع میں گئی ہونگی۔ جناب مملوٹو صاحب

فائنل کشر جناب نے بذریعہ صاحب شہزاد بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد انکو بھی بھیج چکا

ہوں۔ قصیدے میں نے دو کھے ہیں۔ ایک اپنے مرتبی قدیم جناب فرڈرک ایڈمنسٹن صاحب

بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منگلری صاحب بہادر کی طرح میں۔ ایک پچھن شعر کا۔ ایک

چالین سیت کا اور پھر فارسی۔ انکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ ہیں غزلیں

سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائیگی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تحاری جان کی قسم نہ میرا

اب ریختہ کھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ کچھ شعر

بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے سوائے اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہو گا

گہنگار بلکہ فارسی غزل بھی واسطہ نہیں لکھی۔ صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دوز

سے جلو دی ہو تو تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب کو کون سے

پس یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات محکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے آخر یہ

جنس پڑی نہ رہی اور یک گئی۔ بھائی ہندوستانی کا قلم بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو

زندہ ہیں ان میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔ جو زندہ ہے اُس میں مقدور نہیں۔ میں ایسا

جانتا ہوں یا تو صاحبان انگیزی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہوں گی۔ پورب میں

اکم کی ہوگی۔ میاں میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔

تھاری جگہ میرے دل میں ہے اب میں طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے

لکھتے ہوں خدا کرے تو کے نو شعر یاد آجائیں۔ غزل

تھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
ہاری جیب کو اب حاجت رہو کیا ہے
کریدنے ہو جو اب راکھ جتو کیا ہے
جب آنکھ ہی سے نہ چکا تو پھر لہو کیا ہے
سوائے بادۂ کلف نام شکو کیا ہے؟
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
وگر نہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے
تو کس امید پہ کہنے کہ آرزو کیا ہے
وگر نہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
پ رہا ہو بدن پر لہو سے پیرا ہن
و جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا
میں مڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
چیز جکے لئے ہو ہمیں بہشت عزیز
ناترا یا گر خم بھی دیکھ لوں دو چار
شک ہے کہ وہ ہوتا ہی ہم سخن تجھ سے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
ہو اہر شہ کا مصاحب پھر ہے اتراتا

یہ سہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آگئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفتہ کا
کو دہام تھارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواد گے تو قیسے دونوں بھیج دینا مرقومہ شیشہ ۱۹ مارچ ۱۹۰۹ء

ایضاً بر خردار نوشہرہ منشی شیو زین کو دُعا پہنچے۔ صاحبزادے کو منتظر تھا کہ آنے کا تھا کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں یا سٹرام چندر کے۔ انھوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیو زین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تھا راجا آیا۔ اب مجھ کو اُس کا پوچھنا تم سے ضرور ہو گا کہ آنے کی تمھاری خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہر گوبند سہاسے کا مین بنا احسان مند ہوں حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں اُن کو عمر و دولت دے۔ سعادت مند اور پیکچٹ آدمی ہیں ۱۷ تمھاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرع تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانچ سو دو چھپ گئے۔ اب جو مصرع آؤ کہیں سے بہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو کم بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ خود آئے دو۔ میں اُس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہو گا اُس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرع بھی تجویز کر دوں گا۔ مگر اتنا تم آؤ کہ لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمھارا آج آ گیا ہے۔ ہم فلٹ پاٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجایا گا ۱۲ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۳۵۹ ع۔

ایضاً بر خردار کو بعد دُعا کے معلوم ہو۔ تمھارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بناوٹ ہند پہنچا۔ تمھارے تقسیم غریمیت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار منشی صر کے پوتے کو دیکھوں گا۔ رسالہ بناوٹ ہند ماہ بامہ اور میاں الشعرا ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہے گی۔ اپنے شیق دلی ماسٹر راجندر صاحب کو تمھارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے۔ جو رقم انھوں نے میرے رقم کے جواب میں لکھا ہے وہ تم کو بھیجتا ہوں پڑتے اگر دستنویس باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب۔ شنبہ ۲۳ جولائی ۱۳۵۹ ع۔

ایضاً۔ میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر پھر تم چکے ہو زبے نہ میاں الشعرا ہ بناوٹ ہند۔ نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہڈوی کی رسید۔ بر خردار خواب شہاب الدین خاں نے

ایک کیا حال ہی میں ایک خط تھیں اور کچھ چکا ہوں اب سکا جوائن لکھنا والد کا چار شنبہ ۲۶ اپریل ۱۹۵۹ء
 سکا یہ خود دانشی شیو زاین کو دے گا پہنچے۔ خط تمہارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہے کہ
 مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علی خان۔ نواب مدلی خاں۔ حکیم حسن احمد خاں۔ سوان کا
 یہ حال ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ مہذا یہاں کی قحط میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں
 جائیں کہاں رہیں۔ حکیم حسن احمد خاں نے آقا پھو عالم کتاب کی خریداری کر لی ہے اب نہ مکرر
 حالات و بار شاہی کیوں لیں گے۔ سوائے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے۔
 وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے۔ تم اور صحر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس کا
 تاریخی جانے دو۔ کستخیر ہند۔ غوغاے سپاہ۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ
 رئیس رامپور کے ہاں بھی تمہارا اخبار یا میعار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اُن کے تمہارے میعار الشعرا
 میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہلکویب تک اُن کا نام و نشان
 نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر
 ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں میں اور وہاں کے
 بادشاہوں کے رُوشناس اور مصاحب رہے ہیں۔ اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس
 ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر اُن غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی
 غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُس کے لکھنے سے اُن کا نام اور اُن کا حال معلوم ہوا۔ نام اور
 حال وہ جو میں اور لکھ آیا ہوں اسکو آپ کے میعار الشعرا میں چھاپ کر اکیڈمی کو بجا دے رامپور کے پاس
 بھیج دو اور سزا مہر لکھو کہ در رامپور بردر دولت حضور سیدہ بخومت مولوی امیر احمد صاحب امیر
 تخلص برسد۔ اور مجھ کو اس کی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمہارا
 اخبار جاتا ہے یا نہیں ۱۲۔ مرسلہ یک شنبہ ۱۲ جون ۱۹۵۹ء ع۔ *

اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اس کا جواب مانگوں۔ کچھ منہ سے خفا ہو گئے ہوتے۔
 ایسی کہو۔ یہ خط تم کو یہ رنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو انے لو ایک اور بات سنو۔
 تمہارا تو یہ حال کہ مجھ کو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواگب نہ جہلا
 بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے مجھ کو لکھا کر دو۔ خصوصاً اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقعہ
 وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جڈا جڈا اگر یہاں فراہم
 ہو جائیں گے۔ دربار کی صورت خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست
 جاری ہو اس کی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجھ کو لکھا کر دو۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا
 سنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کاپور فرخ آباد ہوتے ہوئے اگر آئیں گے۔ کہاں
 کہاں کون کون رئیس آئے گا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو گا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں
 کے ہاں اخباراتے بہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے
 خط سے آگہی پاتا رہوں۔ تم جو لکھو گے منہج اور مفصل لکھو گے یقین ہے کہ برادر زادہ عزیز
 یعنی تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علی خاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکاری میں
 کر دی ہو گی اس کی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چار شنبہ ۲ نومبر ۱۸۵۹ء۔ جواب کا طالب غالب
 ایضاً برادر دو خط آئے۔ اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ او وہ اخبار لکھنؤ
 ضیاء الدین خاں کے ماں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اس کی حاجت نہیں
 اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کر دو۔ میرا مقصد اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار سب سے پہلے
 وہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجھ کو لکھو اور جب نواب علی القاب اگر وہ میں آجائیں تو
 اپنا مشاہدہ مجھ کو لکھتے رہو پس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیا ہوں
 اور دونوں کتابیں نجات ہند پر سون بھیج چکا ہوں۔ تمہارے والد کی طرف سے مجھ کو ٹہری

ت سے ستمبر تک پچا ہر عیار الشعرا و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی یہ مجبوروں نے اور میں نے
 ہندوی لکھو اگر وہ ہندوی اپنے خط میں لپٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں
 پہنچا۔ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو بھی کیا ذکر ہے۔ خدا
 کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جُدا جُدا لکھو۔ آج اگست کی ۱۷۔ بدھ کا دن ہے پہلا
 عیار الشعرا کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ مہر تھاری کھڈی شروع ہو گئی ہے۔ اسی اگست کے
 مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور
 کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو نہ دیکھا
 اگر تمہارا خط یا عیار الشعرا یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو بھاڑ ڈالو گنا
 ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھجا دوں گا۔ اپنے والد کو دعا اور شتیاق دیدار کہہ دینا۔ غالب
 مرحومہ چار شنبہ ۱۷ اگست ۱۸۵۹ء شروع وقت دوپہر۔ *

ایضاً۔ کیوں میری جان۔ تم نے خط لکھنے کی قسم کھالی ہے۔ یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر
 ماہیں ہو؟ تمہارے مطلع کا کیا حال ہے؟ تمہارا کیا طور ہے؟ تمہارے چچا کا مقدمہ کیوں کر
 نیصل ہوا؟ میرا کام تم نے کس طرح درست کیا؟ کرو گے یا نہیں؟ عیار الشعرا کا پارسل پہنچا؟
 بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو۔ اور شتاب لکھو۔
 غالب محرمہ پنج شنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء شروع *

ایضاً۔ بر خور دانشی شیو زاین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب
 آدھر سے نہیں آتا۔ دو مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا
 تھا اُس کا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علی خاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمہارے نام
 سے بھی انہوں نے تم کو نہ پڑھائی ہوگی۔ اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی

بھیجا ہے آپ کے پاس سکی نقل بھیجتا ہوں۔ اگر مختار باجی چاہے تو اس کو چھاپ دو اور جس لمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ لمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں۔ قطعہ

دریں روز کار ہایون و قرخ شدہ گوش پر نور چوں چشم بینا مگر شہر دریا سے نورست کا بیجا بسر برودہ بر چرخ مہر منور گواہ من اینک خطوط شماعی دریں شب رقصا شد ابرچرخ گرداں نبودست درد ہزیریں پیش ہرگز شدار فیض شاہنشاہ انگلستان جہاندار و کٹوریا کز فروغش ز عدلش چنان گشت پروانہ امین بفرمان سر جان لارنس صاحب بدلی فلک تہ ساندوس صاحب شاد سعی ہنری ابرٹن بہاد سخن سنج غالب ز روی عقیقت کہ باد افروز سال عمر شہنشاہ	کہ کوئی بود روزگار چراغاں ز آوازہ اشتہار چراغاں نگہ گشتہ ہر سو دو چار چراغاں ہمہ روز در انتظار چراغاں کہ دارد دلش خار خار چراغاں کمند گنج انجسم شار چراغاں ہیں روشنی روے کار چراغاں فزول رونق کار و بار چراغاں ز آتش و دلالہ زار چراغاں کہ شد دید بان حصار چراغاں شد ایں شہر آئینہ دار چراغاں بر آراست نقش و نگار چراغاں رواں ہر طرف جو بار چراغاں دعائے کند در بہار چراغاں بروے زمیں از شار چراغاں
--	---

ایضا بر خوردارنشی شیونزین کو دعائے دوام دولت پہنچے۔ محل مختار خط پہنچا

تشویش ہے۔ دُعا کر رہا ہوں خُدا میری دُعا قبول کرے اور اُن کو شفا سے کامل دے۔

میرے دُعا اُن کو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علی خاں غریز کا حال معلوم ہوا۔ یہ عالی خاندان اور نامز پروردہ آدمی ہیں۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے۔ اور جو اُن کی خدمت بجا لاؤ گے اُس کا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دُعا کے کیا لکھوں ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۲۵۹ء

ایضاً میری جان دو جلدیں نفاوت ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں اُس وقت برخودا میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک پارسل اُن میرے نام لکھا آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستبنو کا پارسل ہو گا دیکھا تو وہی دو جلدیں نفاوت

کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اہتمام ارسال نے ازراہ سہو دوبارہ بھیج دی ہیں چاہتا تھا کہ لفاظ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیج دوں پھر سوچا کہ پہلے تم کو اطلاع کروں شاید یہیں کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے۔ جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو بھیج دوں کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیج دوں۔ میرے کسی کام کی نہیں۔ واللہ

راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۲۵۹ء ع

ایضاً برخودار کا مکار کو بعد دُعا کے معلوم ہو کہ دستبنو کے آغاز کی عبارت اڑوے احتیاط دوبارہ ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپ نے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہو گا یا اب چھاپے گا۔ بہر حال اس شہر کے اخبار سنئے۔ حکم ہوا ہے کہ دو شنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کورات کے وقت سب جمع ہوں انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کشن ہاؤس کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہجد ستی میں کہ اٹھارہ جینے سے نشن مقرر ہی نہیں پاتا اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحب کشن شہر کو

ایضاً میاں دیواں کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن بوت بچ کلام کرو۔ میرٹھ
 میں تھا کہ ایک خط تھا راہنچا۔ سرنامہ پر لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد۔ منہقام میرٹھ
 واشدانشہ۔ اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ یہو حال کئی
 معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اٹھانے کی واسطے چھاپا چاہتے ہیں
 خیر چپ ہو رہا۔ جب میں رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کے ہاں اتر ا
 وہاں منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم محکمہ ملے انہوں نے کہا کہ اپنا اردو کا دیوان
 محکمہ بھیج دیجیے گا۔ عظیم الدین ایک کتاب فروش اس کو چھاپا چاہتا ہے اب تم سُنو دیوان
 تم واکمل کہاں تھا۔ ہاں میں نے عذر سے پہلے لکھو اگر نواب یوسف علی خاں بہادر کو راہ
 بھیج دیا تھا اب جو میں دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے محکمہ
 تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اردو لے کر اس کو کسی کاتب سے لکھو
 محکمہ بھیج دینا میں نے رامپور میں کاتب سے لکھو اگر بسیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھیج
 تھا۔ آدم برسر مدعائے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہنے
 بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لیکر بھیج دوں گا مگر کاپی کی تصحیح کاؤ
 کوں کرتا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا۔ دلی آکر ضیاء الدین
 خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دیا۔ اگر میں اپنی خوش
 چھوٹا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا۔ آج
 میں نے تکریم خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط بھیجا ہے
 ان کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا
 جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے پاس بھیج دوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے

خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونوں میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو
 ن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمہارے یہ۔ میں حسب الطلب نوا صاحب کے
 ستانہ یہاں آیا ہوں۔ اور اپنی صفائی بذریعہ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں
 دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں
 آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہو گا۔

برہنیم کے تاکر دگا رہاں | دریں آشکارا چہ وار دہناں

بہن والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمہاری
 سے فارغ نہیں ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے شنبہ ۳ رابع ششہ اع غالب
 یضا بخوردار اقبال آثار ششی شیوزابن کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بناوت ہند کا
 رورقہ معیار الشعر کا معرفت بخوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور آج
 شنبہ ۱۲ رابع کی ہے کہ ایک نسخہ بناوت ہند بھیجا ہوا تھا رارامپور پہنچا۔ خدا کو جیتا رکھے
 میں شنبہ کے دن ۱۴ رابع کو دلی روانہ ہو گا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور
 ال خلوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجا۔ ہاں بھائی ان دنوں میں بخوردار میرزا یوسف علی
 ہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی ان کا خط لکھو پہنچا ہے تم ضرور ان سے ملنا۔ منشی امیر علی صاحب
 کے ہاں وہ آ رہے ہوئے ہیں۔ ان کو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے
 آؤ وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔ اور اگر وہ ماتر س گئے
 ہوں تو یہ رقعہ جو تمہارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ماتر س کو
 شیخ کریم بخش جو کیداروں کے دفدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ ضرور
 ضرور۔ از غالب۔ رواں دہشتہ چار شنبہ ۱۲ رابع ششہ اع وقت دوپہر۔

بدستور بے کم و کاست جاری ہوا۔ گارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقررہ تھی
 مسدود ہو گیا۔ یہاں تک کہ صاحب سکرٹری بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ
 کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں۔ میں فقیر متکبر یا بوس دہائی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا
 اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے درود کے زمانے میں
 نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے دربار کیا۔ خیر کرو محکوم کیا۔ ناگاہ دربار
 کے تیسرے دن بارہ بجے چہرہ اسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔
 بھائی یہ آخر فوری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اس دایں ہاتھ کے زخم کے
 سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک بھوڑا جدا ہے۔ حاجتی میں پیشاب کرنا
 ہوں۔ اٹھنا دشوار ہے بہر حال سوار ہو گیا۔ پہلے صاحب سکرٹریا در سے ملا پھر نواب
 صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنائیں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل
 ہوئی۔ یعنی عنایت سے عنایت اخلاق سے اخلاق۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا
 کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور فردہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار
 میں بھی تیرا المبر اور خلعت کھل گیا۔ ابنا جا دربار میں شریک ہو۔ خلعت پہن۔ حال عرض کیا
 گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا۔ اس پھوڑے کا بڑا ہوا بنالے نہ جاسکا
 اگرے کیونکر جاؤں۔ بابوہر گو بند سہاے صاحب کو سلام مضمون واحد۔ ہر مٹی۔
 ایضاً میاں تھاری باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے تم کو
 ہے وہ اور کون سی دوچار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خان عزیز کے پاس ہیں اور اس
 دیوان میں نہیں اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان
 سے باہر نہیں معہذا ان سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں ان سے منگا کر دیکھ لوں گا

تو میں ناچار ہوں میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ اگر سرگزشت کو بھی سن کر محجو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا
 نام میری قصصِ معات کجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے یقین ہے کہ کاپی شروع نہ
 ہوئی ہو حاد و دیواں میرا میرے پاس لائے اور تم کو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۳۶۷
 کتاب اور دونوں عریضیاں ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد
 رفت ہے سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ میں خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں
 جواب کے آئینکا مترصد ہوں دیکھئے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے
 ایضاً۔ بر خور دانشی شیونزین کو دوما کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سنو
 میری عمر ستر برس کی ہے اور تمھارا دادا میرا ہم عمر اور ہمایاز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب
 خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمھارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرما
 تھے کہ میں ہنسی دھر کر اپنا فرزند سمجھتا ہوں۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سنو سوا سوا
 سس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور اس
 و رسم کے سدود ہونے کا حاصل ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر
 تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو محجو ببیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت
 سنو۔ چٹا جینا سے کہ سید سے ہاتھ میں ایک ٹھنسی نے صورت بھڑے کی پیدا کیا
 بھوڑا کپ کر بھوٹ کر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی جراحوں کا
 علاج سا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلاٹیاں دوڑ
 رہی ہیں۔ اُسترہ سے گوشت کٹ رہا ہے۔ بیٹن دن سے صورت اقامت کی نظر
 آنے لگی ہے۔ اب ایک اور داستان سنو۔ عذر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے
 اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پیشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپہ دام دام ملا۔ آئندہ کو

بنام بابو گویند سہا سے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آ گئے۔ کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹین اور ایک اوڈٹام یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم میں روپیہ چوبیس روپیہ درجن آتی تھی۔ اب یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک بھیج سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں امر دریافت کر کے مجھ کو جلد لکھو۔ اگر قیمت مناسب ہاتھ آئے اور اس کا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہڈی بھیج دوں اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑوں میں مجھ کو بہت تکلیف ہے اور یہ گر جھال کی شراب میں نہیں پیتا۔ یہ مجھ کو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے چار شنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۷ء ضروری جواب طلب از غالب جاں لب۔

ایضاً صاحب تم کو دے گا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں۔ شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے۔ بھائی کاس ٹین اور اوڈٹام دونوں چوبیس روپیہ درجن میں ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہاں مہنگی ملتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید وہاں اڑاں ہو۔ خیر اس کو جانے دو۔ روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے ہمارے بزرگوں میں قربتیں بہم پہنچیں۔ رنج کا میرا مختار

تصویر میری لے کر کیا کرو گے۔ بیچارہ عزیز کو نہ کچھ اس کے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھ کو لکھو۔ میں مصور سے کچھ اگر تم کو بھیجا دوں نہ نذر درکار نہ شمار۔ میں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر جانتا ہوں اور شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزندِ سعادت مند ہو۔ خدام کو جتیار رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچا دے۔ سہ شنبہ سہ جولائی سنہ ۱۲۹۲ ع۔ ۴

ایضاً میاں میں جانتا ہوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہیں کی۔ میرا دعا یہ تھا کہ وہ تم پاس امر کو ظاہر کریں کہ دلی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا۔ کہ حکیم جن اللہ خان صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرمہ مجھ کو دیں اور وہ جو میں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمہارا ارادہ اُس کے چھپنے کا نہیں ہو کر میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و انحاح سے دیوان لیا تھا اور میں نے نظر تمہاری ناخوشی پر بغیر اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ او کو چھاپنے کی اجازت دوں۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا۔ میں سمجھا کہ تم تھا ہو میں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برجوردار شیونز این سے میری تقصیر معاف کر دینا۔ بھائی خدا کی قسم میں کو اپنا فرزند و لبند سمجھتا ہوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ راجپور کہ وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی میں تصویر یہ ہزار ستیو ہم پہنچا کر مولیٰ اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں وہ تمہارا مال ہے۔ جاہو اپنے پاس رکھو جاہو کسی کو دے ڈالو جاہو بچا کر بھینک دو۔ تم نے دستیوں کی جدول اور جلد بنوائے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا۔ میرے پیارے دوست ناظر منسی دھر کے تم یادگار ہو ۵ لے گل تو خرسند تو ہوئے کے داری ۶ خوشنودی کا طالبِ غالب۔ ۱۰۔ ۱۱۔ جنوری سنہ ۱۲۹۲ ع۔ ۴

بھائی مرزا علاؤ الدین خاں تم کو کیا لکھوں جو وہاں تمھارے دل پر گزرتی ہو۔ یہاں میری نظر میں ہے۔ خیر دُعا سے مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب۔ غالب ✽

ایضاً براہ صاحب جمیل المناقب عظیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام سنون و دُعا سے بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رُو سے فارسی دو غزلوں کی سپید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گوہر تہاں گفت۔ آخر تہاں گفت۔ جو تمھارے حسب الطلب بھیجی ہے کیا نہیں پہنچی ہو گی تم بھول گئے ہو گے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللہ بنی علانی ہوئی اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے نصیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اُردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجھوٹی کے اونچے سروں میں۔ راہ رکھوائی جاوے۔ اگر جیتار ہا تو جاڑوں میں آکر یٹن بھی سن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ۔ اربعہ الاول ۱۲۸۲ ہجری غزل

<p>تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی ہیں بوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی سیر کے مٹے تھوڑی سی رضا اور سہی زہر کچ اور سہی آب بہت اور سہی ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی</p>	<p>میں بچوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی غیر کے مرگ کا غم کس لئے اے غیرت ماہ تم ہو بیت پھر تھیں پندار خدائی کیوں ہے حسن میں جو ہے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی تیرے کو چہ کا ہے مائل دل مضطر میرا کوئی دُنیا میں گر باغ نہیں ہے واعظ کیوں فر دوس میں وضع کو ظالمیں یارب جکھو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں مجھ سے نکالت علانی نے غزل لکھوائی</p>
---	---

معاملہ کیہ بچاں برس سے میں تم کو چاہتا ہوں بے اس کے کہ چاہت تمہاری طرف سے بھی ہو۔
 چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا میں تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے۔ وہ
 امر عام اور یہ امر خاص کیا مقتضی اس کا نہیں کہ مجھ میں تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص
 پیدا ہو جائے وہ قربت اور یہ مودت کیا پیوند خون سے کم ہے۔ تمہارا یہ حال سنوں
 اور بیتا بنے ہو جاؤں اور وہاں نہ آؤں۔ مگر کیا کروں مبالغہ نہ سمجھو۔ میں ایک لائے نوح
 ہوں ۵ یکے مردہ شخصہ پر دی رواں + انحلال روح کا روز افزوں ہے۔ صبح کو تیر پر
 قریب دوپہر کے روٹی۔ شام کو شراب۔ اگر اس میں سے جس دن ایک خیر اپنے وقت پر
 نہ ملے۔ میں مرلیا۔ واللہ نہیں آسکتا۔ باللہ نہیں آسکتا۔ دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر
 بھی نہیں۔ دوست نہ سہی۔ دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی عداوت بھی تو نہ ہوگی
 آج تم دونو بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو۔ میں لم یلد ولم یولد ہوں
 میری زوجہ تمہاری بہن میرے بچے تمہارے بچے ہیں خود جو میری حقیقی بھینجی ہے اسکی
 اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بکیوں کی واسطے۔ تمہارا دعا
 ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمنا یہ ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا کہ
 تم جیسے رہو اور تم دونوں کے سامنے مر جاؤں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے تو چنے تو
 دو گے۔ اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پوچھو گے تو میری بلا سے میں تو موافق اپنے
 تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ الجھوں گا۔ جناب والدہ ماجدہ
 تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سنو
 بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہیں۔ کثرت اہل صحت اجا
 تنہائی ہے نہ ملول رہو گے۔ حرف و حکایت میں مشغول رہو گے آؤ آؤ شباب آؤ۔

کا حال کیا کھوں بقول سعدی عیدہ الرحمۃ ۛ نماں ذاب جزا بخیرم ذکر تہیم ۛ شب روز
 آگ برستی ہے۔ یا خاک نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اُٹھتے
 ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال کھوں عقل نے
 کہا کہ دیکھ نادان ظلم انگریزی دیا سلامی کی طرح جل اُٹھے گی اور کاغذ کو جلا دے گی۔ بھائی
 ہوا کی گرمی تو بڑی بکاس ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے۔ وہ اُور بھی جا لگتا ہے۔ خیر
 اب فضل سے قطع نظر ایک کو دک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ
 وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اُس کا باپ بھی اُس کے ساتھ
 تھا۔ میں اُس سے پوچھا کہ کیوں صاحبِ مینُ تمھارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو۔
 ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضرت آپ میرے دادا ہیں اور میں آپ کا پوتا ہوں۔ پھر میں نے
 پوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی
 میں نے کہا تو لو ہمارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت میں تو آکا جان سے روز
 کہتا ہوں کہ لو ہمارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت میں کیوں بن گئے۔
 سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اس کی خوبی
 اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔
 تم اُس کو بلا کیوں نہیں بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے تیج ہو کہ زین العابدین
 وحید حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔ علاؤ الدین خاں جیسا ہوشمند ہمدان
 بیٹا۔ فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا۔ یہ دو عطیہ عظمیٰ و
 مہربت بکری ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ ۛ

اگر در یافتی برداشت بوس

وگر غافل شدی افسوس افسوس

ایضاً براہ صاحب جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت۔ تمہارے تیغ طبع کے واسطے ایک نئی کچھ کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔

سوانح یل و نہار لکھتا ہوں۔ کل پنجشنبہ ۲۵ مئی کو اول روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کدو زہر بر ہو گیا۔ بڑے دریا کا دروازہ ڈھلایا گیا۔ قابل عطار کے کوچ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمیں کا پیوند ہو گئی۔

سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور منور کے ڈیو ہٹریوں کے جھنڈیوں کے پرچم پھرتے ہیں۔ ایک شیر زور آور اور پلٹن بندر پیدا ہوا مکانات جابجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خاں نگلش کی جویلی پر جو گلدستے ہیں جسکو عوام گزری کہتے ہیں ان میں سے ہلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھادی اینٹ سے اینٹ بجادی واہ رے بندریہ زیادتی اور پھر شہر کے انڈیو گستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے۔ بلی ماروں کے محلہ میں ٹھہرا ہے۔ بحسب ضرورت حکام شہر سے مل لیا ہے۔ باقی گھر کا دروازہ بند کئے بیٹھا رہا ہے۔ گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آ جاتا ہے۔ ہر شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے بھر گیا ہے۔ مین جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھیے انجام کار کیا ہو۔ غالب علی شاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۳۸۷ ع۔

ایضاً۔ جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام سنون و دعاے بقائے دو روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ خاتم کو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے۔ یہاں

بنام مرزا علاؤ الدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تھا اخط پہنچا۔ مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجکو غرض نہیں

کیا اچھی مباحی ہے کسی کی

کافر بگمان خدا پرستم داند
اے کاش کہ ہر آنچہ پرستم داند

مومن خیالِ خویش مستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم

بھائیوں سے پھر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو اہر خبردار میرا سلام
اچھین کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو عنایت جانتا ہوں

واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

تاب لا سے ہی بنے گی غالب

بہت نکلے میرے اماں لیکن پھر بھی کم نکلے

ہزاروں خوشیوں ایسی کہ ہر خواہش یہ دم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اس واسطے

لکھ دیے گئے تم نے ہمارے جدید مانگے خاطر تمہاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرعے آگے کے

کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر

لکھا سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں۔ بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ

چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں

غلام ساتی کو ترہنوں مجکو غم کیا ہے

بہت سے غم گیتی شراب کم کیا ہے

مطلع ثانی

تمہاری طرز و روش جانتی ہیں ہم کیا ہے

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خمِ بخم کیا ہے

کئے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلائے

کسے خبر کہ وہاں جنبشِ قلم کیا ہے

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ لفظ انقلاب صیفی میں۔ دن گھٹنے لگا
 جا ہیے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ +
 ایضاً بھائی صاحب آج تک سو بختارہا کہ یکم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا
 لکھوں۔ لغزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دُعائے مغفرت۔
 سو بھائی اظہارِ غم تکلف محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔
 تلقینِ صبر بیداری ہے۔ یہ ساتھ عظیم ایسا ہے جس نے غم رحلتِ نوابِ مغفور کو تازہ کیا
 پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دُعائے مغفرت میں کیا اور میری دُعائے
 مگر چونکہ وہ میری مرتبہ اور محسنہ تھیں دل سے دُعا نکلتی ہے۔ مہذا تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا
 اس واسطے خط نہ لکھا۔ اچھ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔ اور اس سبب سے آنا نہ ہوا۔ چند
 لکھی گئیں حق تعالیٰ انکو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمہاری خوشی کا طالب غالب ۱۵ نومبر ۱۹۲۶ء
 ایضاً آج کرم خدا کرم کیند مت میں بعد ابدائے سلام سنون ملتس ہوں۔ تمہارا شہر میں رہنا
 موجب تعویذ دل تھا ۵ گونہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے + بھائی ایک سیر دیکھ
 رہا ہوں۔ کئی آدمی طیور آیشاں گم کردہ کی طرح ہر طرف اُڑتے پھرتے ہیں۔ اُن میں سے
 دو چار چھوٹے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔
 علانی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن میں بارش شروع
 ہو جائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہے گا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تبرک
 نہیں۔ لو ہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ دُخانی جہاز کہاں سے لاؤں۔
 ۵ اے زفر صفت بے خبر درہر جہاں باشی زو و باش + علانی کے دیدار کا طالب
 غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۷ محرم ۱۳۴۶ ہجری +

اب بھی قاصر نہ ہو چکا۔ تانتخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر مغلوب رکھ لیا ہے۔
ایضاً۔ یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۹۷۵ء

شکرانہ کہ ترا با پدرت صلح قناد	خوریان قص کنان ساغر شکرانہ زدند
قدسیان بہر دعائے تو و والا پدرت	قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رام پور تھا اسباب ساعدت ہو گئے بشرطیات جمعہ کو روانہ ہو چکا
رٹکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا
نائد ہے ایک بار میں صاحب کشن کی عبادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا
مزاج کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ۔

ایضاً جانا جانا ایک خط میرا تمہارے دو خطوں کے جواب میں تم کو پہنچا ہو گا۔ آج میں علی
خان بہادر کے گھر گیا ان سے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فتح میر کی ماں کو کچھ بھیجو کہ سال بھر کی
تنخواہ کی رسید بھیجیں یہاں سے روپیہ بھیج دیا جائیگا۔ آج منگل ہے، راجپان کی اور
۲۶ دسمبر کی۔ دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۱ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے۔ میں
پرسوں یوم انیمس کو مرحلہ پیا ہوں گا۔

اول آخر ہر منتہی در اکرام و عورت	آخر حاجیب تمنا ہی از مال و دولت
----------------------------------	---------------------------------

تو کمان گروہ کہہ کر فارسی گھارا کر چٹھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نے دینی
کی ہے ایک علی صغر خاں سے اینٹھی دونوں کل آئیں گی۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ
دو تین ہفتہ سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں۔ زاد کی خدائے چٹھی
فقیر برکی۔ راحلہ وہ جائیں فقط غالب۔

ایضاً صبح دو شنبہ شانزدہم از مہر صیام۔ میری جان نے ہماں کا قدم تم پر مبارک ہو

خدا کے واسطے ایسے کی بھر قسم کیا ہے وگر نہ فہر سلیمان و جام جم کیا ہے یقین ہے ہم کو بھی لیکن ایک میں دم کیا ہے	خدا حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا وہ داد و دید گرانما نہ شرط ہے ہمد سخن میں خاتمہ غالب کی آتش افشانی
--	--

لو صاحب تھارا فرمانِ قضا تو ان بجایا لیا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باقی
رکھو گے اور اردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراوان دولت
فروں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۳۰۷ ع بارہ پر دو بجے تین کا عمل ۔

ایضاً مرزا دروہ از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علی خاں اور
حسین علی خاں مع ۴ مرغ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے
اُن کے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب
وقتِ رخصت ایک ایک دو سالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے
یہاں وارد ہیں اور اچھی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ ولی چلوں گا
اور وہاں سے لوہارو جاؤں گا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں
چلوں گا۔ آپ چال چوکے اردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب تھا اس کو تم نے
فارسی لکھا۔ اور فارسی بھی متصداق نہیں کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بے صیغہ مفرد نہیں
یہ وہی چھوٹی ہے بڑی ہے کا قصہ ہو۔ خیر خانہ دکھاؤں گا مکتبہ فہم کام کا متذکرہ کمال
لوں گا۔ میں نے تو پلٹے وقت قریح میر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کھلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی
اپنا بدعا کہو تو میں اس کی دُستی کرتا لاؤں جواب آیا کہ اور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا متذکرہ
ہے سو اس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکاء کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اس
کا ذکر کرتے تو میں اُن کے خالو اصغر علی خاں کے نام عرضی یا خط لکھواتا لاتا۔ بہر حال

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیا ذقیر کبت میں گرفتار۔ تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر ہم پہنچاؤں۔ واقعہ کر بلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمھارا حال اس گیتان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مُسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا۔ تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ میں ہوں۔ **ایضاً** چاشتگاہ شنبہ دوازم نو مبرالشیع۔ آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خاں تمھارا خط اور مصری کی ٹھیلیا لیکر آئے میں اُس کو لو اگر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دوسیر نکلی۔ خانہ دولت آباد۔ یہی کافی دوائی ہے اور حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باقبر آیا۔ تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے۔ میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں۔ لیٹے لیٹے مصری کی رسید کھدی مطالب مندرجہ خط کا جواب بشرط حیات کل بھجوں گا۔ غالب۔ *

ایضاً۔ اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لو بار دہ پہنچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند اجاب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہیں۔ میں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجا ہوا وہاں بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے اگر ان کا ایک پارسل بنا کر بسیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہوں اُس کو دید گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے تجوں کو دُعا۔ غالب **ایضاً** جان غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے سنا ہے کہ نجات دساتیر کی فرسنگ

اللہ تعالیٰ تمھاری اور اُس کی اور اُس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمھاری طرز
تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سید ہے یا سیدہ ہے۔ ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیز
جاتا ہے۔ واضح کھوتا احتمال رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا توبہ توبہ خط کا ہے کو ایک تختہ
کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بندہ و شوخی و شوخ چینی کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت کے
جگر خوں نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زباں آور۔ ایسا عیارِ طرار۔ یوں
عاجز و در ماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمھارا غم جدا۔ ساغرِ اول و در و کیا دل لیکر آئے
ایسا زباں لیکر آئے کیا علم لیکر آئے۔ کیا عقل لیکر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے
کسی مشیوہ کی داد نہ پائے گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے

جو ہر بنیش من در تہ زنگار میباند	آنکہ آئینہ من سخت پر دخت دریغ
----------------------------------	-------------------------------

بھائی اس معرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم
میں نے اپنی نظم و شعر کی داد باندہ یا سیت پائی نہیں آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری آزاد کی
واثیا و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں
نہ آئے نہ وہ طاقتِ جسمانی کہ ایک لاشعی ہاتھ میں لوں اور اُس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا
لوٹا مع سوت کی رستی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا۔ کبھی
مصر میں جا ٹھہرا۔ کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں
اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ یہی۔ جس شہر میں رہوں اس شہر میں تو جھو کھاننگا
نظر نہ آئے

نہ بستان سراے نہ میخانہ	نہ دستاں سراے نہ جانانہ
نہ رقص پر پی پیکران برباط	نہ عوغائے رامشگراں در باط

تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو
چلا جاؤں گا ۵

قرخ آں روز کہ از خانہ زندان دم سوئے شہر خمازین دئی ویران بروم
گمانے میں غزل کے سات شرکافی ہوتے ہیں دو فارسی غزلیں دو اردو غزلیں اپنے
حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر غزل

از جسم بجاں نقاب تاکے این گوہر فروغ یارب این ماہر و سالک قدس یتیائی برق جردے نیست جاں در طلب نجات تا چند پیش ز توبے حساب باید	ایں گنج دریں خراب تاکے آلودہ خاک آب تاکے واماندہ خورد و خواب تاکے ماویں ہمہ اضطراب تاکے دل در تعب غاب تاکے غماہے مرا حساب تاکے
--	---

غالب چنیں کش کش اندر
یا حضرت بو تراب تاکے

دوش گز گردش ختم گلہ بر روستے تو بود بچہ شب شمع گماں کردی و رفتی بقتاب چہ عجب صلح اگر نقش دہانت گم کرد بکفت باد بسا دایں ہمہ سوانی دل مردن و جاں بہ تمنائے شہادت داد دوست دارم گر ہے راکہ بکارم ز وہ اند	چشم سوئے فلک زو محسن سوئے تو بود نقشم پردہ کشائے اثر خوئے تو بود گماں عود از حیرتیاں رخ نیکوئے تو بود کاخ از پردہ گیان فکین سوئے تو بود ہم از اندیشہ آرزو دین بازوئے تو بود کایں ہانست کہ پیوستہ در آبروئے تو بود
--	--

وہاں ہے اگر ہوتی تو کیوں دم ہیج دیتے خبر سے بچہ مادر کارداریم اکثر سے درکار نیست +
 تم شمر نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشوونما پائی ہے اور میں ہوا خواہ
 سائینش اُس نہال کار ہا ہوں کیونکہ تم مجھ کو عزیز نہ ہو گے۔ رہی دید و امید اس کی دو صورتیں ہیں
 تم دلی میں آویزائیں لو بار و آؤں۔ تم مجبور میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زہنا ر سموع نہ ہو
 جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور براج کیا ہے۔ سُنو عالم دو ہیں۔ ایک عالم ارواح۔
 اور ایک عالم آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لَعْنِ
 الْمَلِكُ الْيَتِيمُ اور پھر آپ جواب دیتا ہے۔ - اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ
 عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے
 گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں اُنھوں جب سالہ ۱۲ میں روبرو بکاری کیواسطے
 یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حالات میں رہا۔ ۱۴ رجب سالہ ۲۵ کو میرے واسطے حکم دوام حبس
 صادر ہوا۔ ایک بٹری میرے پاؤں میں ڈال دی۔ اور دلی شہر کو زنداں مقننہ کیلاورنگھے
 اُس زندان میں ڈال دیا۔ فکر نظم و شر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا
 تین برس بلا و شرفیہ میں پھرتا رہا۔ پایاں کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اُسی محبس
 میں بٹھا دیا۔ جب یہ دیکھا کہ یہ قیدی گزیر پا ہے۔ دو ہتکریاں اُڑا دیں۔ پاؤں بٹری
 ڈکار۔ ہاتھ ہتکریوں سے زخم دار۔ مشقت مقرر تری اور مشکل ہو گئی۔ طاقت یک ظلم زائل ہو گئی
 بچیا ہوں سال گزشتہ بٹری کو ناویہ زنداں میں چھوڑ دیا دو ہتکریوں کے بھاگا۔ پھر
 مراد آباد ہوتا ہوا راجپور پہنچا۔ کچھ دن کم دہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑ آیا اب عہد کیا کہ
 پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکم رانی دیکھے کب صادر ہو
 ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رانی کے

اوسے فیکر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں۔ قریب لوح آفتاب بحشم نیم بازیہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہیں کہہ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر ٹو سچا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس نوحہ چنان چہ جان مرزا باقر علی خاں بہادر و مرزا حسین علی خاں بہادر جناب آغا صاحب کا قد مبوس بجالائیں اور ان کی خدمت گزار کی کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں۔ بس ٹاں مرزا علی اگر کرنل الگنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتہ سہ سالہ یک مشت مل گیا۔ بعد اواسے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور تاشی روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مٹی کا ہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں باوجود پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ میں دس بارہ برس حکم محمد حسن خان کی جوبلی میں رہا ہوں۔ اب نہ جوبلی غلام اللہ خاں نے مول لے لی۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ جوبلی خالی کر دو اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو جوبلیاں قریب ہمد گراہی ملیں کہ ایک مجلس اور ایک دیوان خانہ ہو نہ ملیں۔ ناچار یہ چاہا کہ بلی ماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں۔ نہ ملا تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بکسین نوازی کی۔ کڑواوالی جوبلی مجھ سے کو دی۔ ہر چند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ مجلس اسے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا۔ ایک پاؤں زمین چھ ایک پاؤں کتاب میں توشہ کا وہ حال گوشہ لی یہ صورت۔ کل شنبہ ۷ ارزدی الحجہ کی اور مار جون کی پہر دن چڑھے تمھارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول جلال کیا

لالہ و گل و دما از طرقت مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوئیں روئے تو بود

کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک دین بہناں اور
ہوتے جو کئی دیدہ خونناہ فشاں اور
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
جلاؤ کو لیکن نہ کہے جائیں گے ہاں اور

ہے بلکہ ہر اک انکے اشارے میں نشان اور
لوگوں کو ہی خوشید جہاں تاب کا دھوکا
ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
یارِ بے وقت مجھے میں نہ سمجھیں گے مری بات
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
مڑنا ہوں اس آواز پر ہر چند نہ اڑ جائے

ہیں اور بھی دنیا میں سخنو بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہی اندازِ بیاں اور

بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیئے
بھولے سے اُسے سینکڑوں عدئے فایکئے
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیئے
موت ہوئی ہے دعوتِ آبِ ہوا کیئے
کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کیئے

اُس نرم میں مجھے نہیں بنتی جیا کیئے
صند کی ہے اور بات مگر خوشی نہیں
صحت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
ارکھتا چہروں ہوں خرقہ و تجا وہ رہن کیئے
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو

غالب تھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیئے اور وہ سنا کیئے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دُعا پہنچے
کل شام کو خندم کرم خانیہ عا جھ حسین صاحب شیرازی بیواری ریٹا نند دولت دخواہ کہہ گا

یہی لکھا گیا کہ میں ایک معدوم محض ہوں تمہارا اقبال تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے
 بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے پر
 کیا کروں عقربت قوس کے آقاب یعنی نومبر و سمبر میں قصد تو کروں گا کاش لوہار کی جگہ
 گود کا نوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رام پور کیا نزدیک ہو وہاں گئے کو دو برس
 ہو گئے یہاں انحطاط و انحلال روز افزون تم یہاں آ سکتے ہو نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم
 بس اگر نومبر و سمبر میں میرا خیر حلقہ چل گیا بہتر ورنہ سے اس کا زخم و زنی دیدار و گریب و غائب
 ایضا اقبال نشان مرزا علاؤ الدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ یہ خود اعلیٰ حسین
 خاں آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد ستر لاکھ قہر
 اسکے مصداق کیوں بنے خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد و موروثی ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت میں
 حاضر ہوا تھا اب کیوں آیا۔ اگر آیا تو ہرگز اسکو ٹھرنے نہ دے۔ ہانکے و۔ خبردار اسکو اپنے پاس نہ لیا
 شیفک کو تم و لطف محکم منشی نوکشور صاحب سبیل ڈاک یہاں آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے
 بھائی شہا الدین خاں سے ملے۔ خالق نے ان کو زہرہ کی صورت اور شتری کی سیرت عطا کی ہے
 گویا بجائے خود قرآن السعدین ہیں تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت صف
 مان لئے تھے اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مشترکہ اخبار یعنی قبول کی یعنی پہلے ہی جلد
 اس صورت میں دس مجلد کے عیسے میں دس اور عیسے تم دو ہجلی عیسے مطبع اودھا اخبار میں پہنچانے
 چاہئیں۔ میں دسمبر ہال کی دیوین گیارہویں کو طالب ہو گیا۔ کہو عیسے علی حسین خاں کو دیدو
 کہو کہنو بھجڑوں۔ اس نکاش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کینڈت میں میرا سلام کہنا اور
 استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا نجات کا طالب غالب بخشنہ اسرا و دی انسانی مسائل
 مطابق ہر دسمبر سال غضب کیا ہے یہ گویا تاریخ وفات خواب گئے نرجس لڑا لکن صاحب ہار کی ہے۔

پہر دن رہے ازراہ ہر بانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے میں نے اُن کو ڈبلا و افسردہ پایا
دل کڑھا۔ علی حسین خاں بھی آیا۔ اُس سے بھی ملا۔ میں نے تجھس پوچھا کہ وہ کیوں نہیں
آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب میں یہاں آیا تو کوئی دہاں بھی تو ہے اور اس سے
علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُس کو چاہتے تھے
سننے لگے غرض کہ میں نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگوں کے دلوں کا
مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نکاشتہ و رواں دہشتہ کیشنبہ۔ بین النظر والعصر۔

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۸۷ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اس وقت تھا رخط پہنچا۔ ادھر
پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کوگا و سنگ اور محبو بیل یا اُس پونڈ کے
طعنہ کو تازیانہ اور جگو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو
رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کشمیری میں معین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا
واسطے فقرا کے وجہ محاش مقترعہ کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے
مقترعہ ہے ہاں فقیر سے دُعا ئے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں لی ہوں
چاہوں گبر آباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیواسطے کرایہ کروں
کپڑوں کے صندوق میں آدمی درجن شراب فروشوں۔ آٹھ کھارٹھیکہ کے ٹوں۔ چار آدمی
رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھڑوں دو ساتھ ٹوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا
لوگوں کا حافظہ لوہارو بھجوا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہا یہ ہم
پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں ہے مجلس
میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور جی حال
دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۸۷ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اس وقت تھا رخط پہنچا۔ ادھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کوگا و سنگ اور محبو بیل یا اُس پونڈ کے طعنہ کو تازیانہ اور جگو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کشمیری میں معین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہ محاش مقترعہ کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقترعہ ہے ہاں فقیر سے دُعا ئے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں لی ہوں چاہوں گبر آباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیواسطے کرایہ کروں کپڑوں کے صندوق میں آدمی درجن شراب فروشوں۔ آٹھ کھارٹھیکہ کے ٹوں۔ چار آدمی رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھڑوں دو ساتھ ٹوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا لوگوں کا حافظہ لوہارو بھجوا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہا یہ ہم پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں ہے مجلس میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور جی حال دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

شاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ میں کہتا تھا کہ بونی ہے بارے میں جیتا اور شاقب مارا۔
عوضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔ *

ایضاً میری جان۔ علانی ہمدان۔ اس دفعہ دخل مقدر کا کیا کہنا ہے۔ فرنگ لٹات دساتیر
تھارے پاس ہے میں چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے مگناؤں تم نے دساتیر مجھ سے مانگی ابھی صحیفہ
مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرنگ کی خواہش
کیوں ہے حق یوں ہو کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں ہو اسطے فرنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس
فرنگ کی نقل بھیج دے تو مجھ پر احسان کر دے گے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ
اسکا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیجتا تو البتہ بھائی صاحب کا
مشکور ہوتا۔ دین و دنیا میں کیوں ماجر ہوتا۔ ارسال ابد پر حصول اجر کیوں مرتب ہو گیا۔ بھائی
وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اس کے اعلان
و شیعہ کا ہوتا تو عند اللہ محکوم تھا حق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا
اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ

دولت بخل نبود از سعی پشیمان شو	چا	کافر نتوانی شدنا چار مسلمان شو
چنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بند	چا	چوں ندیدند حقیقت را افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہب ہا جد است	مولانا روم	عاشقان را مذہب ملت جد است

رات کو خوب مینہ برسا ہر صبح کو ختم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر رنگ چھا رہا ہے یقیناً
تھاری جدہ با جدہ مع اپنی بیوہ اور پوتے کے روانہ ہو مارو ہوں۔ کل آج کی روانگی کی خبر تھی۔
یہ لڑکا سیدبازلی ہے ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا خاص اسکی آسائش کے واسطے ہے۔
میرا نظر سہراہ ہوا ہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ ادھر سے نکلا۔ بھئی محمد علی بیگ

ایضاً جمعہ پنجم جبہ دسمبر میری جان تمہارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا اگر سر نوشت آسانی میں بھی ادا خر جب یا ادا مل شہان میں ہلا تمہارا مل بیٹھا مندرج ہو تو فدائی کہہ سکتے تھیں ظالم کو ان ستر کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے ملک مال جان و تن و تنگ نام کے ہو میں آشفہ سرگردا بلکہ عاجز و حیران ہو دو سر کو اس سے کیا گلا ہائے نظیری

بابا جفا و ناخوشی با خود غور و سرکشی ازماۃ از خودہ آخر از ان کیتی

محفل عقل و ہوش مانع سوتباہ انجمن کا قحط ہو جانا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پایا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً پچھتہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تمہارا خط پہنچا۔ آج اس کا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہوں جس کے شہان بگ۔ رمضان بگت نامور مہینے میں سو خالی گئے۔ شوال بگتے می کا نام نہیں سنا۔ ہاں عیدی بگتے سکتا ہے۔ پس جب عید ہے اور روز عید ہو تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہر نشین یا ضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہر تہی میں تو کہتا ہوں نہ آسکو اس طرح مبارک میں امضاے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پاریسوں کی عید کو سہ بر نشین کا گمان گزرے۔ دو کیوں جاؤ۔ ہولی کی دلہنڈی کا سماں لوہار میں بندھ جائے۔ ایک خر سوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حُر اتفاق کیا یہ ہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ بر نشین کا زمانہ یا ہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں ہتوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہو کہ سہ بر نشین اور ہولی کا فردہ لایا ہے۔ خیر میں خیر روز اور شکش فواق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں تو سہ بر نشین اور ہولی کی رنگ لیاں منالے اور خر سوار بضر تبا زیانہ دوڑالے۔ علاؤ الدین خاں اللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہو فرق ہی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہو۔ اسے ظالم اس کو سہ بر نشین کی داد دے۔ عقل کرا مت ہے الہام ہے لطف طبع ہے کیا ہے یہ ہم کس قدر مناسب مقام ہے صبیحہ مقدم تم پر مبارک ہو۔

تقریباً تخریب ہو۔ پیشکش نہ سبیل استہزائی بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تھیں معلوم ہو بلکہ اگر
تمیز محمول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخان عزیز ماہند اس مہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے
مینہ کا منظر ہوا اور اتر آئے اور نہ برسے مضطرب حیران ہو۔ علی حسین خاں آتے ہیں۔ علی
خان آتے ہیں آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب۔ ۛ

ایضاً میرزا سی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی گھا جی جب خود پک کر چھوٹ گئی تھی اور پب بھل گئی
تھی تو شکر کیوں کھایا مگر یہ کہ بطریق خوشا بطیب سے رجوع کی جب اس نے شکر تجویز کیا۔
خواہی بخا ہی مثال کرنا پڑا اور شاید یوں نہ ہو کچھ مادہ باقی ہو۔ پھر حال حق تعالیٰ اپنے
فضل و کرم سے شفا بخشے۔ قطع

بکہ فقال یا یرید ہے آج	ہر لکھڑا انگلستان کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے	زہرہ ہوتا ہے آب انسان کا
چوک جس کو کہیں وہ قتل ہے	گھر بنائے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا درہ درہ خاک	تشہ خوں ہے ہر مسلمان کا
کوئی وہاں نے آسکے یہاں تک	آدمی وہاں نہ جاسکے یہاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیسا	وہی روناتن دل و جساں کا
گاہ جل کر کیا کیئے شکوہ	سوزش داغباے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیئے باہرسم	ماجرادیدہ ماے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے غم	کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

ایضاً یار بھتیجے بھائی۔ مولانا علانی۔ خدا کی دُعا ہی۔ نہیں ویسا ہو گا جیسا تیرے سمجھا ہے اور نہ تم
محبو لکھ چکے ہو یعنی تحفاتی اور خیال تراش نہ ویسا ہو گا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہو

مارو کی سواریاں روانہ ہو گئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائیں گے۔
تیار ہو رہی ہے۔ مرقومہ۔ شنبہ یکم جون وقت صبح ۶ بجے، کے عمل میں۔ غالب۔

ایضاً یکشنبہ ۳۰ محرم ۱۲۸۷ مطابق ۱۷ جون ۱۹۰۷ء۔ میری جان مرزا علی حسین خان آئے
اور مجھ سے ملے۔ میں نے خلوط مرسلہ تمہارے یکشت اُن کو دیئے۔ اُن تمہارے پاس پہنچنے کا
اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے آنے کی حقیقت اوہاں
اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ وٹس دن کی خدمت لے کر آیا ہوں۔ بی بی بیا
ہے اس کا استعلاج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دروغ نہ کروں بھلا
یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے لیکن قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے
باہر نہ ہو اس میں تصور کو نہ کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو
کہ آئین غمخواری واندوہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا ہد وضع و بدروش نہیں کہ پند و بند کا محتاج ہو
کوئی اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصطحت و مشورت کی احتیاج ہو رہے امور خانگی یعنی
بی بی اور اُس کے آبا و اخوان کے معاملے اُس میں نہ تم کو دخل نہ مجھ کو مداخلت تم علی حسین
خاں کو اس پویند پر کیا کیا چھڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور
اُس کے دادا کی اور اُسکی شہسوار ایک ہریہ ذریعہ فخر ہے اُسکو اور اُس کے طفیل سے ملک و ملک ٹھوڑی
مازاش اگر مجھ ننگ قریب کے حصہ میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمہارا ہر کلمہ ایک یزدان ہے
لیکن اس خسر خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں جو مجھ کو فراملا ہے کہاں خسر خسرواں لغات عربی اصل
اور کہاں رزمہ مشہور کہ خسر سرے کو کہتے ہیں صنعت اشتقاق و لہاق کو کس سینہ زوری سے
برتا ہے اچھا میرے میان۔ یہ خسر معنی پدر زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی عربی
مختصر کہ ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہو فارسی میں پدر زن بہ لفظ ضافت کہتے
ہیں عربی میں جسطرح بمعنی نقصان منصرف و شاید سرے کا اسم جابدہی ہونی الحقیقت سرے کی

ایضاً۔ میان تم سیکر ساتہ وہ معاملے کرتے ہو جو اجنا سے مرسوم و معمول میں خیر تھا را حکم بجالایا۔ غزل بیدار
کے پہنچتی ہے خباہٹ گور تر بہادر نے دربار کیا۔ میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف غایت میری
ارزش اتھاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصور سے سوا بندوق کی اس بخوم امراض جمانی اور الامام کا
کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہی ہر دم دیم نزع ہے دل غم سے خوریز ہو گیا ہو کہ کسی بات سے خوش
ہو سکتا۔ مرگ کو نجات سمجھ ہوئے ہوں۔ اور نجات کا طالب ہوں۔ کئی دن سے کوئی تحریر دلیذیر
تمھاری نہیں آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے
اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمھارا قاعدہ ہو منتفع اور مفصل لکھو نجات کا طالب۔ غالب
ایضاً میری جان تخلص تمھارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہر پشی کو بہ لطف اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ
یہ میدان بہت فراخ ہو۔ خدا کی نئے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بنی کو تقدیم موحده علی النون لکھو۔ یہ
وساوس دل سے دُور کرو۔ بہر و ایک تمھارا تخلص ہے رہرو اسکی تجنیس موجود ہو۔ شیوں ایک تمھارے
ستون اسکی تصحیف ہے۔ تمھارے واسطے بنا سبت اہم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر
بہت بڑا نامی گزر چکا ہو۔ اس نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پیروی کرو۔ مولانا لا
کہلاؤ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہو مولانا شائق بن جاؤ۔ ہنسی کی باتیں ہو
اب حقیقت حاجی سونو نسیمی تخلص خماسی بروزن لہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی
سامی بہر و شیون۔ یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں ان میں سے ایک تخلص قرار دو
بیکر نزدیک رے بہتر تمھارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک ام کا
نام فخری ہو حاصل کلام دودن کی فکر میں تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی
تخلص نیا ہو اگر پسند آؤ تو یہ لکھو۔ والد صاحب کشنہ ۱۲ مئی ۱۳۱۷ء۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
ایضاً صاحب بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا آپ کا وکیل بڑا جرب زبان ہو مقدمہ اس نے جیت لیا۔

۱۵۔ اے کاش کہ ہر آنچہ ہستم داندہ دو جانہ میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریباً دیوار
یہ بھی شعبہ ہر بہن طنون کا جس سے تمہارے چچا کو گمان ہی مجھ پر جنون کا۔ جاگیر دار میں تھا کہ ایک جاگیر دار
مجبور پلاتا۔ گویا میں تھا کہ اپنا سادو سامان لیکر چلا جاتا۔ دو جانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اس
فصل میں کہ دنیا کرہ نار ہو لو مارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی
گہنی بازار ہو۔ کل اُتار میرن جان صاحب نے تمہارا خط مجھ کو دکھایا ہی میں نے اُن کو جانے بجانے میں
مترود پایا ہر جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا ہوں گا غلام
اگر کسی وقت آجائیں گے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کرونگا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اُن کو
صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا مجھ کو طاقت یا تمکو انصاف کہ میرے نہ آنیکو دلی کی
دوستی پر معمول نہ کرو مجھ کو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ
جہاز سے اتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ ابا بابا

پڑے گریہ مار تو کوئی نہ ہو تیار دار اور اگر مر جائے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زلیست میں مجھ کو نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا
حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمہارے عثم نامدار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جنگا میں
خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جب تک قیمت نہ بھیجوں کیونکہ آئیں روپیہ کی
بیمیر میں نہیں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجوں۔ تمہارے پاس ج قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی
ہے تو صحیح ہی جہاں تر وہ غلط نامہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلمی ہے
تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے اسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مولے کو اور بھلاؤ۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون
المبارک بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا اُدھر پڑھا اُدھر جواب لکھنے بیٹھا یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ
شہاب الدین سہروردی تمہارا خط اُنکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابرار آیا ہوا ہے ہوا سر دخل رہی

تم سمجھ تو گئے ہو گے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب
کی رضا جوئی محکو منظور۔ اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو

از من غزلے گیر و بفرارے کہ مطرب | درستی و مدار ز دوسے نوازش دوسہ دم

غزل

جز دفع غم زیادہ بود است کام ما در خلوتش گز بود باد را مگر اچو با صبح عطرے از ان پیر بن بیار ہر بار دانہ بہر تما فگینم و مور گفتی جو حال دل شود ہر ماں شود از ما با پیام وہم از ما با سلام مقصود ما زو ہر ہر آئینہ نیستی است غالب بقول حضرت حافظ رفیع عشق	گوئی چراغ روز سیاہ ست جام ما صرصر خجاک راہ رساند پیام ما تسکین زبے گل نہ پذیرد مشام ما آید بام و دانہ رُیا بد ز دام ما مشکل کہ پیش دوست توں بر د نام ما ریخ دلی بساد پیام د سلام ما یارب کہ ہیچ دوست مبادا بحام ما ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
---	---

ایضاً۔ میاں چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمائش کی تھی راپور پہنچ کر وہ بے سعی و
تلاش ہاتھ آگئی بنوار کھی۔ لڑکوں نے۔ ملازموں نے سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب
ضیاء الدین خاں صاحب کے واسطے ہر آب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی
کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں ہم نہ پہنچی دس دپہ تک سول کونہ ملی۔ دوا صاحب سے مانگی تو شہ خانہ میں
بھی نہ تھی ایک امیر کے ماں تہ لگا۔ دوا ہوا گیا کچھی موجود بائی لیکن کیا کچھی جیسے بھٹال کے عہد کے
تورانیوں میں ہماری تھاری ہڈی۔ بنوانے کی فرصت کہاں۔ آج لی کل چلایا۔ اس باتس کی قدر کرتا
اور اسکو اتھی طرح بنوا لیتا۔ بادشاہ فرخ سیراؤ اسکے انوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے

چنانچہ اسکی تحریر سے مکمل معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علتِ شائع کا زور ہے اور
سہی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند

باوازد و لاب مستی کنند

خدا مبارک کرے۔ - غالب

ایضاً صبح یکشنبہ یکم پانچ سالہ صاحبِ پرسوں بختیارِ خط آیا۔ کل جمعہ کے دن نوابِ مہل تھا
انہی وہاں سے آیا۔ چونکہ خوب میں کرب وائیں تھیں بہت بے چین رہے آٹھ دن دست آئے آخر
مزاج بحال ہو گیا تنفیہ اچھا ہوا۔ اب بفضلِ الہی لپچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرضِ عود نہ کرے۔ ولی
کی اقامت کی مدت اپنے والد کی راے پر رہنے دو۔ بقدرِ مناسب وقت عزمِ خیر خواہانہ کچھ ہوگا
ضرور نہ باہرام۔ میں تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہوں یہ خود پسند اور معذرت پسار شکر دشمن ہے۔
منجلیوں کے مقدمہ کو طبیعتِ امکان پر چھوڑ دو میں دخل نہ کروں گا۔ ماں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے
یا میرے سامنے ذکر آجائیگا تو میں اچھی کہوں گا۔ بریدہ باز یا نے کہنا سزا گویدہ بڑا
نہ ماننا اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک فیق ہو گیا۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جائے
لیکن تم کئے برس۔ کئے مہینے۔ کئے ہفتہ کا اگر مینٹ لکھتے ہو۔ غالب *

ایضاً۔ میرزا علانی پہلے استادِ میر جان صاحب کے تہ و غضب سے محکوم تھا و تاکہ میرے جو جج منتشر
ہو گئے ہیں حج ہو جائیں۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا۔ جھگڑا ان کیطرح
ہے تم اس کو یوں چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف اشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست
ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہو تو وہ میرے بھائی
ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری عاقبول فرمائیں۔ صاحبین کی رائے کا اختلافِ شہور ہے۔ مجھ
کچھ نہیں ہو سکتا مگر ہر ایک قولِ جدا جدا لکھوں۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھوں گا

کل اُن کی چھٹی ہو گئی آپ شریک ہوئے اسے اسے زخمی دیدار و گریہ چہ میاں
خدا جانے کس طرح پر یہ چار سطریں تجھ کو لکھی ہیں۔ ہنایہ الدین خاں کی بیماری نے میری زسیت کا مڑا
کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اُس کی عوض میں مہجائوں اللہ اُسکو جیتا رکھے۔ اُس کا داغ مجھ کو نہ دکھائے
یارب اس کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب غالب۔ *

ایضاً مولانا نیسی کیوں خواہتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر نیر
خلیفہ اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو اُس کو عمر میں تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر ایک اول ہے اور ایک
ثانی ہے۔ شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے۔ طریق قصہ فگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے
ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم بخور ہو گئے۔ حسن طبع خدا واد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں
اسم تاریخی کیوں نکال لو کہ مجھ پر غزوہ ل مردہ کو تکلیف دو۔ علاؤ الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے
پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجھ کو اس میں نے گھیر لیا کہ میری نخوست طالع کی تار

س میرا مدح جیتا نہیں۔ نصیر الدین حیدر اور مجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ میں چلا دیے۔ واجد علی شاہ
تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سن سکا۔ جس کی طرح میں دن میں قصیدے کہے گئے وہ
عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب مائی خدا کی میں نہ تاریخ ولادت کہو گناہ نام تاریخی ڈھوڑو گنا
حق تعالیٰ تلو اور تمھاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سنو صاحب
حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ مرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے
لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمھاری قوم کا ہے۔ قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اُسکی
غرّت اور نام آوری جہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اس
قلع نظر نہ کرو۔ اور اس سحرے کو گناہ و ذیل نہ سمجھو تو تم کو چین نہ آئے گا۔ بچائش برس سے دلی
میں رہتا ہوں۔ ہزار باخط اطراف و جوانب سے آتے ہیں بہت لوگ ایسے ہیں کہ محکمہ نہیں لکھتے۔

ہاجرے کا حلو اسواں کھلایا۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳ جنوری ۱۹۰۵ء
 ایضاً۔ جانِ غالب و خط متواتر تھارے پہنچے۔ مغربی عُقائیں سے ہو۔ بیشتر اُس کے کلام میں
 مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن دامنِ گلہ دارد و گریاں گلہ دارد۔ اس زمین میں میں نے اُس کی
 غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے ۵

در بزم وصال تو بہنگام تماشا	نظارہ جنبیدن مرگاں گلہ دارد
-----------------------------	-----------------------------

یہ ایک شعر اُس کی مجھے یاد ہو۔ بھائی تھارا بابِ بدگمان ہے یعنی مجھ کو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام
 کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سناؤ ۵

اگمانِ زیت بود بر منت زبید روی	بدستِ مرگ لے بدتر از گمانِ تو نیست
--------------------------------	------------------------------------

مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ شکر شعر و سخن کا طالب ہے زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔
 مجھ پر یہ تکلیف اُٹھالو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیج دو۔ میں اصلاح دیکر بھیج دوں گا۔
 عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ
 حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں غزل

با من کہ عاشق سخن از ننگ نام چیت	در امر خاص حجت دستور عام چیت
مستم ز خون دل کہ دو چشم از اں پُر است	گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیت
بادوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام	دانکہ حورو کو شر و دار السلام چیت
ماختہ غم و بود و نئے دواے ما	باختگاں حدیثِ حلال و حرام چیت
از کاسِ کرام نصیب است خاک را	تا از فلک نصیبیہ کاسِ کرام چیت
غالب اگر نہ خرقہ و مصحفیم فروخت	پر صد چرا کہ ترخ نئے لعلِ فام چیت

ایضاً صاحبِ ہزار جب بیگ مرے انکی تعزیت آپ نے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے

۱۳ دن یہ اور ۵ دن گشت کے اور نہیں جاسکتا۔ تنخواہ لیکر بانٹ بونٹ کر ایک دن ٹھہروں گا
 لوہارو کی راہ لوں گا۔ مزار شمشاد علی گئے تھا راہ پر گیا بید ہے جو غلام حسن خاں کے ہم سفر
 ہو جائیں بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خاں کو لکھوا بھیجو کہ میان جان وغیرہ کے ساتھ استاد کو
 ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خاں کو بجالا میری تحریر کے عیادت اور اوائل گشت
 میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو۔ دربرم وصال تو بہنگام تماشا بنظر از جنیدین شرکاں گلہ دار
 یزین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں گئی نہیں ہیں کیوں کہ تخم ربڑی کروں اور اگر بھائی سے کچھ ہاتھ
 پاؤں ہلاؤں تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں۔ ہرگز متواں گفت میں قافیہ اشعار
 بیجا ست برادر اگر از من گلہ داروید۔ التوا سے شرب شراب ۲۲ جون شروع شرابٹ روٹا
 المنتہ شد کہ درمیکدہ باز است *

ایضاً شنبہ ۱۰ جولائی ۱۳۱۷ء۔ علانی مولائی غالب کو اپنا دعا گو اور خیر خواہ تصور کریں
 مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ غالب نظم میں لائیں اور نہ اور کو اس مرثیہ کی تکلیف میں۔ بھائی بکھر
 یزید پر لعن منجلہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ بریزید لعنت کسی مومن نے اُس کی اجو
 میں قصیدہ نہیں لکھا۔ ابداع مادہ ہائے تاریخ تمہارے حنات میں لکھا گیا مثاب تم ہو چکے اجر
 پاؤ گے ان شاء اللہ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہو تو
 حکم نہ کرو۔ علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ میں ۱۲۷۷ء میں پیدا ہوا ہوں اب بچہ
 حبیب کے چہینے سے اوترواں برس شروع ہوئے ہیں ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا
 آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میوہ صاحب نے اُنہائے مکالت میں کہنے لگے کہ میں چچا جاں کے
 ساتھ جرنیل لاڈلیک صاحب کے شکر میں موجود تھا اور ہو کر سے جو محاربات ہوئے ہیں اُس میں
 شامل رہا ہوں۔ بے ادبی ہوتی ہی مردہ اگر قبا و پیر بن اودا کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑی ٹکڑی

بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حکام کے خطوط فدی انگیزی یہاں تک ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بنا اگر میں تمہارے نزدیک امیر نہیں نہ ہوں۔ اہل حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلہ اور تھانہ لکھا جائے ہر کارہ میرا پتہ نہ پائے آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجئے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ۔ ۴۔ ماہ اپریل۔ *

ایضاً میری جان ناسازی روزگار و نئے رطلی طوار و بطریق داغ بالائے داغ آرزوئے دیدار وہ دو آتش شہر دار اور یہ ایک دریاے ناپید کنارہ و قنارہ عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میرا شہا بالین خان۔ بنگلہ۔ امراض مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ بوہر خونی۔ زیر۔ تب۔ صداع۔ بارے آب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے ضعف جاتے ہی جائیگا آگے کون سے قوی تھے کہ ایساں کو ضعف کہا جائے ایک بڑھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا ہوا لگا ہوا بڑھاپا ادھر ادھر دیکھا جاتا کوئی نہیں کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے والسلام غالب تہام۔ *

ایضاً صاحب پرسوں تھا رخصت آیا اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب ان سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں سے آمادہ سفر لو ہارو بیٹھا ہوں حکم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گھڑی بھیجی تھی وہ بھری آئی اس راو سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گھڑی کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گھڑی ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہوں گے اور نشی امرا و حسین مچکو اطلاع دیں گے تو میں فوراً چل دوں گا۔ پابریکاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے۔ کل انہوں نے جو تھے دن کھانا کھایا تھا ہر صبح ہو گیا تھا۔ تے متواتر دست پے در پے غرض بچ گئے۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی تیاری

بیز اور کڑو نیٹھے بات نہیں بنتی۔ پاخانہ کو اگرچہ دوسرے دوسرے دن جاؤں مگر جاؤں تو وہی سبب
 موقع خیال میں لاکر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی آغاز حق فرید علیہ یا مستزاد سے پیری و صد عیب
 جنین گفتہ اندہ اپنا یہ مصرعہ بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں ۵ اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار
 ہے ۴ مرگ ناگہانی کہاں رہی ۵ بابائے آثار سب فراہم ہیں۔ اے الہی بخش خاں مغرور کیا
 مصرع ہے ۵ آج جاؤں نکل جاؤں اگر جان کہیں زائد بیفائدہ مرگ کا طالب اب مجھ ۲ جولائی ۱۹۲۳ء
 ایضاً ولعیدی میں شاہی ہو مبارک ۴ عنایات الہی ہو مبارک ۴ اس امر فرخ
 وہابیوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفایت تم اپنی زبان
 پر نہ لاؤ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دورہ ہوا اگر مدت معینہ کے بعد اوچھ
 جھاگ کا نہ آنا اور تھارے پٹکارنے سے متنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں
 خفت ہو غنیمت ہو۔ میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا تمہارے حق
 پر تم سے بعید تھا میں سخت میزہ ہوا اگر بیزگی کے وجہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ یاد کرنا
 ان ایک بات موجب مختصر لکھتا ہوں سبوجائی اگر ان خطوط کا مکمل اخطا منظور ہو اور شہرت تمہارے
 منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو۔ قصہ نام ہوا۔ اور اگر ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو میری دستخطی خطوط
 اپنے پاس رہنے دو۔ اور کسی مقصدی سے نقل کرو اگر چاہو کسی کے ماتھے۔ چاہو سبیل یا سبیل ارسال کرو۔
 لیکن خدا کے واسطے کہ میں غصہ میں آکر عطا تے بہ تقارے تو ابھر اہل خطوط نہ بھیجنا کہ یہ میرے خلاف
 مقصود ہے بھلا صاحب درتا ہوں میں تم سے ادھر خط پڑھا۔ ادھر جواب لکھ کر ڈاک میں بھیجا۔ تمہارا
 رہنے دیا ہے جب اکاشمشاد علی بیگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔ ۴

ایضاً میری جان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہوگئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ فصل اچھے
 اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقع جانشینی مجھ سے تم کو پہنچا۔ خرقہ پایا سبوح و تہجد کا یہاں بہ نہیں

جایجا تلوار اور برچھی کے زخم میں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ و راوی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ
نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرینل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گے یسٹن کہ
آپ نے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہو خدائیش بیا فراد و بدین رو غما سے بے نمک گیراد۔ غالب
ایضاً کیشینہ و فروری ۱۸۳۷ء صاحب صبح جمعہ کو مین نے تم کو خط لکھا اُنسی وقت بھجید یا پھر
چرے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ
یہ نسبت دورہ ہاے سابق خیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا۔ کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھی کہ مجھ سے
علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہار و چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو
مین نے کہا کہ مین دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا
کہ سالک سے سلوک منظور نہیں تنہائی ہوا سے شمشاد و در سہت ۵

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند | گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں انکار فتنہ و در ماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے
باب میں اتنی توضیح کیا ضرورت تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق البقین
جانتا ہوں کہ خسر لغت فارسی نہیں سُسرے کی نفیس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجیب ہے تم سے
اُس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہو
اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں مین
چکھتا ہوں نصیب دشمنان وہ لنگڑے مین ٹولا۔ اُنکے پاؤں کا حال مفصل تم کو معلوم ہو گا جو کہیں
گیس کیا ہوا کہانے کی بت پہنچی میری حقیقت سُنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا اب میں پاؤں
میں دم کھن پائے نہشت پا کو کھیرتا ہوا پنڈلی تک اس کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی گیس پٹنے
لگتی ہیں خیر ٹھاروٹی کھانے مجلس رانگیا کھانا نہیں منگایا پیناب کو کیونکر نہ اٹھوں حاجتی کھلی

کہ میں اب اس بوجھ کا تحمل نہیں سکتا انہوں نے بھی بشرط ان لوگوں کے لوہا رو جانے کی غرض اس پر
قبول کیا۔ میرا قصد سیاحت کا ہی۔ پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں
جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اکھڑا جل دیا۔ تادریا نہ خواستہ کردگار صہبت +
غالب دو شنبہ ۱۳ محرم ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۳ ہرگست ۱۲۸۵ ع +

ایضاً مرزا علانی مولائی نے لاہور سے خط لکھا کہ لوہا رو سے۔ بقدر ما دہ حق محو انتظار بلکہ
امیدوار رہا۔ اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں
ایک شکوہ کے دفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وچہیں موجہ بیان کرو گے میں تصویق
نہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا چھو بھی صاحبہ سے لکھوانا غالب
سے لکھوانا بعد حصولِ جازت نہ آتا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میرا میاں کچھ اس بات
لکھ۔ چٹری اور دودو۔ ایک منڈیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچوں کو میری دعا کہنا۔
اور ان کی خیر و عافیت لکھنا۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ مرزا توجب ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی
زبان ہی لاہور کے شہکارانہ سخن کا حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چار شنبہ ۳ نومبر ۱۲۸۵ ع۔

ایضاً صاحب کیشنبہ ۱۳ ستمبر ۱۲۸۵ ع۔ جانا عالیشان پہلے خطا اور پھر تروسطر خود ار علی حسین خان مجلیہ کلیات
فارسہ پہنچی۔ حیرت ہو کہ چار و پہ قیمت کتابا درم محصول ڈاک غالب انطباع میں آکر پانچ رو قیمت
اور درم محصول قرار پاوے خیر جہاں سودا ہاں سوائے۔ میرا حال تمہیں اور تمہارا حال مجھ معلوم ہے
ایہم اند عاشقی بالائے عنہاے وگرہ اب کے چٹے میں شاید دیکوں۔ نومبر نہ حال میں قہ
تمہارے پاس پہنچ جائیں گے انشاء اللہ العلی العظیم میں بے جہا تھانہ مرا اچھا ہونے لگا۔ عوارض میں
تخفیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے مختصر مفید۔ در نامہ جہاں مصرع شاعر چہ نویسم +
اے واسے ز محرومی دیدار گر بھیج + نجات کا طالب غالب +

جو بھی غریز رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھائی نے شفا پائی استاد میر جان پچھلے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں تیر
رخشاں کو بھی میں نے۔ پھر عقرے قوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آبان کا ہوا آرمہ سے کیا عرض

بے تیرودہ ماہ وار دی بہشت	برآید کہ ماہ خاک باشیم و خشت
---------------------------	------------------------------

استاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پچھلے ان کی کچی بھین اور یہ مجھے سے عمر میں چھوٹے ہیں دعا اور
اس سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی بیشی سب سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سب کے
استاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سید میں درود۔ اور موافق مضمون اس مصرعے سے
سوا اللہ واللہ مافی الوجود۔ حضرت وہ شرف نامہ نہیں ہے کسی حق نے شرف نامہ میں سے کچھ
لغات اکثر غلط کتر صحیح جن کو صحیح کئے ہیں نہ دیا جا رہے کہ اس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ تھا یہ
کہ عہد عصر کا حال کھلے۔ یا سہمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو ان سے کہہ دو
اگر وہ لادیں گے تو ان کو قیمت دیکر علانی مولائی کو بھیج دوں گا خستی بکروں کے گوشت کے قتلے
دو پیازے۔ پلاؤ۔ کتاب جو کچھ تم کھا رہے ہو۔ مجھ کو خدا کی قسم اگر اس کا کچھ خیال بھی آتا ہوا خدا کری پکا
کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اس مصری کے ٹکڑے
چبا رہے ہوں گے تو یہاں میں شک ہے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہوں بجات کا طالب غالب شبنہ امراہ اکتوبر

ایضا	خاک مناکم و تو باد بہار	نہ توانی مرا ز جا بردن
	ماں نیسے زمن چہ میخواستی	رحمت خوشتن چہ میخواستی

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور میں نے تمہیں تہنیت دی تو مناسب
بند اللہ بشکریہ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دونوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر یہ ٹکٹ بھجوں تو کہا
مانہ اٹھ نہیں سکتا ڈاک گھر تک جاے کون۔ اپنا مقصود تمہارے والد ماجد سے اور تمہاری جدہ سے
اور تمہارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں۔ خلاصہ یہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمہاری قوم کے ہیں

جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیاں آئے وہ کیا کرے اور کیلئے۔ مزا قانع و متوکل ہیں پندہ مانگتے ہیں نہ دتھ۔ اللہ مل سوا ہوس۔ جناب ترویلین صاحب بھائی کے دوست دلی دتی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سستا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں۔ بھائی علی بخش خاں مدت سے میرا رات کو پارہ بجے پر دو بجے مرگئے۔ انا بندہ انا الیہ راجھوں۔ تمہارے عم نامہ راجہ دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں۔ میں نہ جاسکا۔ چہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل میں آئیگی۔ بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہوں۔ کل شنبہ ۱۲ جزوی صبح کو ڈاک گھر بھیج دوں گا۔ شفقی شفقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً صبح شنبہ ۱۳ مئی ۱۳۵۷ء لا موجود والا اللہ اس خدا کی قسم جس کو میں نے ایسا مانا ہوں اور اس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہوں کہ خطوط کے ارسال کو مکڑ نہ لکھنا ازراہ طال نہ تھا۔ طالب کے ذوق سست پاکر میں متوقع ہو گیا۔ متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ہوا پناہ نصفا سوچے گا۔ لاگت بحت کو بچائے گا۔ میں متوسط کو متعمہ سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھوٹے گا ۳۔ رقم ایک جگہ سے لیکر اُنکو بھیجے اسکی رسید میں تقریباً انھوں نے طلبتہات بتلف سوداگر لکھی اور اس سوداگر کو مفقود اخیر لکھا۔ ظاہر کتابیں لیکر کہیں گیا ہوگا۔ کتابیں لیے گیا ہوگا یہ ۲۲ لفافے اور ۲۲ بدستور میرے کس میں موجود و محفوظ رہیں گے۔ اگر متوسط بقاضا طلب کے یگا ان خطوط کی نقلیں اس کو اور اصل تم کو بھیج دوں گا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائیں گے۔ یہاں ان خطوط کے ارسال میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دو جاز میں کیا تھا۔ بھلا میں تو پیر خیر ہوں اور سن خیرت کو نیاں لازم ہو۔ تم نے کیا سمجھ کے کپڑا بیٹ کر اور ختم کر کے بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کاغذ بیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بیاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو چپا میں یہ کاغذ و قبا لگتا۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گوشت + غالب +

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ۔ ای میری جان شنوی بر گہر بار کوشی فکر تازہ تھی کہ میں تجھ کو بھیجتا
 کلیات میں موجود یہ مہذا شہا الدین خاں نے بھیج دی میں کمر کیا بھیجتا۔ تب محرق کے دیکھنے سے انکا
 کیوں کرتے ہو۔ اگر منافی طبع تحریر کو بدیب از جاز نہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مہوٹ کہاں سے موجود
 ہوئیں ہوسکتے تھے عربی جانا عربی نہیں سچا بایا کہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو خلط بحث پہ
 ہے ہوسکتے ہوسکتے ایک کیوں ہو جائے یہاں کے اطوار مجھ سے باوجود قرب مخفی اور تمہارے بانیہ شکار
 دوران یا خبر در حضور فرزدیکان بے بصردور۔ روپیہ آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے
 نہیں نکلا۔ جیہا تھ سے نکلا جائیگا اور جنس مولیٰ لیا جائیگی اور یہ گندکٹ جائیگا تب ترساں ترساں
 پیشکاہ نادری میں تمہارے یہاں آنے کے بایں کچھ عرض کیا جائیگا میں نوں دو جی ہو۔ والسلام

صبحی م با ابوالبشر گفتم
 حیف باشد کہ از چو من سپرے
 گفت حیفست از تو خوشتر
 گنجان سخن حوالہ تست
 پیش من ز کجاست جان پدر
 گفتم ایک یہ بند پیمانی
 سر ز نبیل آن عمر عیتار
 بختا زود و ز بریز و بگوے
 گفت بابا فائدہ بودہ است

پارہ زبدہ کہ زرداری
 خاک رنگیں عزیز تر داری
 کہ تو گنجینہ گہر داری
 خود بہ میں تاجہ ای سپر داری
 بہری ہرچہ در نظر داری
 زمین مسد ہی اگر داری
 گرز عیار لیش خبر داری
 کہ میں مدعا مگر داری
 چہ فروریزم و چہ برداری

ایضاً یکم جنوری ۱۳۸۷ھ۔ - علانی موالائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا اچھا عالم علی حسین
 کی معرفت طے ہو گیا۔ یہاں پندرہ کا سوال ہاں وٹس میں سے تین کم کرنے کا خیال۔ متوسط دوا

مقیم ہوں۔ ایک کتے سے۔ سلمان اہل حنفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ۔ باقی سرسبز ہندو و مغول بادشاہ کے فکرو
جو بقیۃ السیف میں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔ ان میں سے جو پزیرن ہیں وہ کشتیاں اور چرا
کبیاں۔ اُمرے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علی خاں بہت بڑے باپ کا بیٹا سور و پیر روز کا پشدار سے
مہینے کا روزینہ دار نیک نام و مانہ بن گیا۔ میرزا الدین باپ کی طرف سے پزیرا۔ نانا اور نانی کی طرف سے امیر نزاہ
مطلوم مارا گیا۔ آغا سلطان۔ بخشی محمد علی خاں کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے۔ بیار پڑا نہ وہ نہ غذا انجام
مر گیا۔ تھارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ اجا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی مقتول
میں آگیا اُس کے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے مگر دیکھے چھٹا رہے
یا ضبط ہو جائے۔ بڑے صاحب ساری املاک بیکر نوش جاں کر کے بیک بینی و دو گوش بھرت پور چلے گئے
ضیاء الدولہ کے پاس نور پور کی املاک و اکثریت ہو کر پھر فرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا وہاں بڑا ہوا
دیکھے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجھج اور بہاؤ گڑھ اور تلب گڑھ اور قرق نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے
کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی لمائیں خاک میں مل گئیں۔ ہنرمند آدمی بیاں کیوں پایا جاوے جو حکما کا
حال لکھا ہے وہ بیان واقع ہے۔ صلحا اور زبَاد کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اُسکو بھی سچ جانو
اپنے والد جد کی طرف سے خاطر حج و کھوسو۔ آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو ہمتاں ایسا جاتے
بعد بالکل بچتے ہو جائیں گے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ عافیت کا طالب غالب ہے
ایضاً۔ اسی مولانا علانی نواب صاحبہ و مہینے تک کی اجازت دے چکے اور یہ میں خبر ترشی نہیں کرتا
مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤ الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم
شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتے سے لیکر دو مہینے تک کی تم کو نصبت ہے۔ پھر تم کیوں نہ آئے خدا نے
دعا۔ خداوند نے ہندو عاقبول کی۔ تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حال کی
کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز تمہارے بھلاے ہوئے اور

ایضاً بہت مرگ لے بڑا دگمان تو نیست۔ مگر لکچکا ہوں کہ قصیدہ کا سودہ میں نہیں کھا کر
 لکھ چکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کوس سی رباعیاں مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج قصیدہ بھیج۔
 معنی اسکے کہ تو جھوٹا ہی ایک تو مقدر بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔ تورات کی قسم۔ زبور
 کی قسم۔ ہنود کے چار سیدی کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ تہذیب کی قسم۔ پازند کی قسم۔ استاد کی قسم۔ گرو کے قسم۔
 گزشتہ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ کلیات کے باب میں جو عرض کہ چکا
 ہوں۔ بہرہائیم کہ بہتیم وہاں خواہد بود جبین دشن بندہ جلدیں منگا لوں گا ایک بھائی کو اور ایک
 تم کو انہاں بھیجوں گا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اس کا نشی نو لکھنؤ
 جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگا لیں۔ میں ہر حال دو جلدیں جوت متع ہوگا بھیج دوں گا۔ ۱۱۔ جون ۱۹۲۳ء

نجات کا طالب غالب

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۳۴۷ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا
 آج صبح بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدنیاں اور بھائی شہاب الدنیاں بھی وہیں تھے۔
 مولوی صدر الدین میرے سامنے آئے۔ حکم محمود خاں کے طور پر مجالسہ قرار پایا ہو یعنی انہوں نے نسخہ
 لکھ دیا ہے سو اس کے موافق جو بے بنگلی ہیں نقوح کی دوائیں آج اگر بھگیں گی کل جو بے اوپر نقوح
 پایا جائیگا اگر اندازہ ادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور ان کے ہوا خواہوں کی رہے
 قصد میں علاج کا مذہب ہی۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول سے ہیں استاد میر جان بھی تھے
 نیم نامعقول مرزا اسدیگ بھی تھے۔ سب طرح خیر ہے۔ کل تھارے خط میں دوبار یہ کلمہ مرقوم تھا کہ اہلی
 بڑا شہر ہی ہر قسم آدمی وہاں بہت ہونگے اور میری جان یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہو ہو وہ دلی
 نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کیا ہے وہ دلی نہیں ہے جس میں تم شبان بگی کے حلی میں مجھ سے ٹپٹنے
 آتے تھے وہ دلی نہیں ہے جس میں سات برس کی عمر سے آجاتا ہوں وہ دلی نہیں ہے جس میں کیا دن برس

بہرہائیم کہ بہتیم وہاں خواہد بود جبین دشن بندہ جلدیں منگا لوں گا ایک بھائی کو اور ایک تم کو انہاں بھیجوں گا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اس کا نشی نو لکھنؤ جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگا لیں۔ میں ہر حال دو جلدیں جوت متع ہوگا بھیج دوں گا۔ ۱۱۔ جون ۱۹۲۳ء

مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بسبیل ہندوی دشوار ہے۔ خیر اب جس طرح ہوگا حصار پر ہندوی لکھو اگر تم کو بھیجوں گا۔ تم حصار پہنچ کر روپیہ منگو لاؤ۔ خدا چاہے تو دو سو سو روپیہ تمہارے پاس پہنچ جائے۔ اُستاد میر جان صاحب کو قدیموس کہکر محکوم فرعون بنا پڑا۔ دو بانی خدا کی اب ایسا نہ کرو لگامیر اسلام بلکہ دعا انکو کہدینا۔ برسوں مولوی صلیحیناں صاحب کو خط لکھ کر گیا یہ دعا رہ گیا ہر زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے میں بلا ہج ہوں جاہنیں سکتا جو ان کو دیکھ آتا اس سے ان کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو۔

ایضاً آج بدھ کے دن، ۲۲ رمضان کو پیر دن چڑھے جو وقت میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاکٹر کا پتہ تھا اخطا اور شہا بالین خاں کا خط ملا لایا۔ مضمون دونوں کا ایک۔ دام کیا مضمون ان دونوں میں کہ سب طرح و عذاب فراہم میں ایک مرغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا۔ سبحان اللہ میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ مئی یا آبِ حلت کی تاریخ کھینچی پڑی۔ پروردگار تمکو جتیار رکھے اور نعم ابدل عطا کرے۔ میاں اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالیں عاجز ہوں لوگوں کو مانگے دیئے ہوئے نظم کرو تیا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لجر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ درخ دیوانہ نکالا پھر اس میں سے آہے کے عدد گھٹانے تمام دو پہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈنا تھا کھانے نکالے ہوئے دونوں کو تاکا کیا کہ کسی طرح سات اپہر ٹرجاؤں بارے ایک قطرہ درست ہوا اگر تھاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہی پانچ شعر میں تین شعر زائد دو موضع، عالمیکن میں نہیں جانتا کہ تعیہ جہا ہی یا برا ہے ہاں اخلاق تو البتہ ہے سائل سے سمجھ میں آتا ہو اور شاید لوح قرار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو قطعہ

در گریہ اگر دعویٰ ہمچشمی ماکرد	بینی کہ شود ابر بہاری مجلس از ما
--------------------------------	----------------------------------

ہندی حسین بھائی صاحب کے مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہیں
 شنبہ ۲۷ ستمبر ۱۳۷۷ ع - نجات کا طالب - غالب *

ایضاً - میانج عالی ان سطور کی تحریر سے یہ ہو کہ اگر کل کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھو جائیگا
 صفناؤں کا ایک دہرکا کھا جاتا ہے - جو تم نے اس مہر کے صفات کچھ سبب ہیں - حق - غیث النفس -
 حاسد - طبیعت بڑی - سمجھ بڑی - قسمت بڑی - ایکبارین نے دکنی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں - ایکبار
 بنارس کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا - میں نے جو تمہیں اسکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے نہ تھا
 کہ تم نے اپنے سائیسوں سے کہدیا ہو یا کہا جاتے ہو کہ اسکو بازار میں ہجرت کریں - یہ خلاف شیوہ
 مومنین ہے خلاصہ یہ قصہ نہ کرنا یہ مؤید اس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصوف
 کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں - غالب *

ایضاً مولانا علانی - واللہ علی حسین خاں کا بیان بقصفا سے محبت تھا - ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا
 کہ حق بجانب ان کے ہر نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور
 جی کو نہ گھبرائے خفقان کیوں نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج جو تھا یا بھی شاید بھول گیا ہوں
 پانچواں دن ہو کہ منشی نو لکشو روپاری ڈاک رہ گئے لکھنؤ ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں
 آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخواستہ بالینیاں
 بھی تھامیں نے ناقہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیا دار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں
 تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کار و روزیہ دار ہوں ساڑھے باٹھ روپے یعنی لماٹ سال سرکار اگر میری
 سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال راپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان ہمارا ج سے - تو صبح یہ کہ
 دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار محکو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اڑتالیس
 ٹکٹ میں سطح میں پہنچا دیا کرتا ہوں یہ جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں

میں تاشانی محض ہو گا۔ اگر جہانی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے تو بھلی کہو بھلا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرماتے ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزار استویات و خیالات دکھلائی دیتے ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر مری طبیعت کو طبع کیا ہو اور دیکھتے ہیں کہ جس طرح میں بتلائے و سادس داوام ہوں اور لوگ بھی یہ طبع بخارات مراقی میں گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ نہ خیال صادق۔ یہاں لا موجود الا اللہ کی بادۂ نابا رطل گراں چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر و سوائے اللہ واللہ ما فی الوجود و عین بر وزن دُر گر ان لغت عربی ہے نہ مترتب۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہی یا نہیں اس کی تحقیقات لازم دئے الفاظ الادویہ ممکن ہے۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا فارسی غیر فصیح امر و زلفائے سہل گرفت وہ دست آمدن مواد خوب برآمد فارسی فصیح امر و زلفائی پگاہ وار دے سہل آشا میدا شام بار نشست یادہ بار مہترج رفت یادہ بار بیت الخمار رفت مادہ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت۔ معلوم ہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصاً اور اہل پارس کے رجز و رزم میں عموماً نشستن ستارہ ہریدن کا چنانچہ ایک تذکرہ میں مرقوم ہے کہ صفہان میں ایک امیر نے شعر کی دعوت اپنے بلغم میں کی۔ مرزا صاحب اور اُس عصر کے کئی شعرا حج ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اسکا نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں اکوئل تھا مگر مدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازہ باغ کو مقفل کر کے سب سو رہے اُس مرد اکوئل فضول نے رات بھر میں سارا باغ بگ بھرا۔ نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اس کیاری میں اور کبھی اُس روش پر کبھی اُس درخت کے تلے۔ کبھی اُس دیوار کی جڑ میں۔ قصہ مختصر غایت شرم و جفا دوچار گھڑی رات رہے دیوار سے کوؤ کر چلا گیا۔ صبح کو جب جاگے اُسکو ادھر ادھر دھونڈھا کہیں نہ پایا اگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یا راں شہا چہ قادیات

ناچار بگریہ شب روز کہ زیر سیل گفتی کہ نگہدار دل از کنگش غم	یاشد کہ بزد کالبد آب و گل از ما خود کرد بر آورد غم جاں گسل از ما
بیجی شد و از شعلہ سوز غم بجرش غم دیدہ نسیمے پئے تیار بخ دفاتش	چوں شمع دود و دود بستر متصل از ما بنوشت کہ در داغ پیر سوخت دل از ما

ما کے عدد ۴۱۔ دل کے عدد ۳۴۔ مائیں سے دل گیا۔ گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے۔

باقی رہے۔ سات وہ داغ پس پر پڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے۔ *

ایضاً۔ سبحان اللہ ہزار برس تک پیام بھیجنا نہ خطا لکھنا اور پھر لکھنا تو سر اسر غلط لکھنا مجھ سے کتاب بتھا رہا گئے ہو یا و کرو کہ تم کو کھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں از انجملہ برہان قاطع تم کو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمان حرجان ہے۔ اشعار تازہ مانگو ہو کہاں سے لاؤں۔ عاشقانہ اشعار سے مجھ کو وہ لہجہ ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹی کرتا تھا خلعت پاتا تھا۔ خلعت موقوف۔ بھٹی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل و ہجو میرا امین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھے پہلوان کسے سچ بتانے کو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جواب سے اشعار آجاتے ہیں صلاح پا جاتے ہیں۔ باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا۔ تمہارے یکھنے کو دل بہت چاہتا اور دیکھنا تمہارا موقوف ہے کہ تم یہاں آؤ کا ش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجھ کو دیکھ جاتے اور وہ کا دیوان امپو سے لایا ہوں اور وہ اگر گیا ہے وہاں منطیع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے گا جو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو وہ مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو کہ مرقومہ روز و شب نہ ہر جولائی ۱۲۳۳ء میں

ایضاً صاحب میرزا اور علی قندار اور تمہارا والد ماجد اب تھا ہے ارر وے عقل عادیہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے۔ رہا وہم اسکی دو القمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ و مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آئندہ جو کچھ لکھو کے میری طرف سے وہی جواب ہوگا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی

چپ ہو رہا مگر تمھاری خاطر خاطر جمع رہے کہ اسبابِ رحمت و خوفِ خطر اب نہ رہے۔ چنچھ کھل گیا ہر مکان کے مالکوں کی طرف سے مدد شروع ہو گئی ہے۔ دلاڑ کا ڈرتا ہے نبی بی گھبراتی ہوئے تین بے آرام ہوں۔ اکھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر میخ پیش نظر۔ دو گھڑی کے تڑکے نہرہ جلوہ گر۔ ادھر چاند ترنیل ڈوبا۔ ادھر شرق سے نہرہ نکلی جھبھی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم۔ ۳۰ ماہ گشت ۲۱۰۰۰
ایضاً صبح شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۳۷۷ء۔ جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع کر رہا تھا کہ احسان مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش کے مجذوب کیوں بنتے وہ تو خود سالک ہر گزیراں چلا جاتا تھا۔ سداوند رضوان ہوا اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب ہم بطبع اور آپ ہم ماندہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہیر کیا مقرر ہوا۔ اٹنا عشری ایک تم ہو تھیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ شہرہ کی اولیت پر مارا ہے۔ یہ تمھارا خلاف قاعدہ اہل سنت جماعت عشرہ ہز سے لٹھ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکہ اتنا وہ تو لٹھ کا دم بھرتا تھا۔ تھوڑا خالص صاحب کیا ہیں بندہ جو اس خیر کا ہے کہ اب لوہار دے انکا ارادہ کہ ہر کا ہے۔ رضوان کو دغا پہنچے۔ نواب صاحب کی غایت اور مولانا علانی کی صحبت مبارک ہو۔ پیر جی سے جیت جیتا تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے اور میں ٹوچتا ہوں کس کا قودہ فراتے میں تشاؤ علی بیگ کا ابن اور کسی کا نام تم کیوں نہیں میتے دیکھو یوسف علی خاں شٹھے میں۔ ہر سنگ موجود ہے۔ واہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں۔ میراثیہ حفظ العیب ہے۔ غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔

ہاں صاحب آپ ایسے ہی وضو دار میں اس میں کیا ریب ہے۔
ایضاً۔ جانا عالی شان خط پہنچا۔ خطا تھا۔ تمھاری آشفۃ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں۔ قبائل والی شہزاد سازگار انجام کار ناپائدار۔ ایک دالہ و سوز آزار۔ اللہ تمھارا اور۔ علی تمھارا مددگار۔ یمن پادشاہ بلکہ لعل درآتش۔ کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ایک خطا میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا روہیلا چوڑے چھنسی میں تہلا ہے خدا اسکو صحت و شمشاد علی بیگ کہاں اللہ بیجا اور طرح

کہ میگویند خانے دریاغ نیست نے بنیم کہ مخدوم بہرین باغ چند چاشتہ پہنچے ہر رمضان و عید مارچ۔
سال و شایخز۔ رباعی خط میں لکھی بھول گیا۔ یہ مثنیٰ نے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی رباعی

پیدا از کلاہ تو شکوہ دہم ہم
بروانگی جدیداً قطاع قدیم

اسے کردہ بہر زرفشا فی تعلیم
بادا تو فرخندہ زیزدان کریم

ایضا مولانا علانی نے مجھے خوفِ مرگ نہ دعویٰ صبر ہے۔ میرا مذہب بخلاف عقیدہ قدر یہ جبر ہے
تم نے میا بچی گری کی۔ بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں۔ ہم اسی جلی میں
آقا قیامت میں۔ اس ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے جھوٹا مارا کاٹنے
لگا اسکی دادی بھی گھبرائی۔ مجھ کو خلوتخانہ کا دروازہ خوب رُو یہ اور اسکے آگے ایک جھوٹا سادہ یاد تھا
جب مختارے پاؤں میں چوٹ لگی سے تو میں اُسی دروازہ سے نکل کر دیکھنے آیا تھا یہ سمجھ کر خلوتخانہ کو مجلسر بنایا
چاہتا تھا کہ گاڑی ڈھولی تو بڑی تھیل کا چھن تیلن تنولن کہا رہا سپہاری۔ ان فرقوں کا عمر دروازہ
رہ گیا۔ میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوانخانہ میں سے رہیگی۔ عیاذ باللہ وہ لوگ دیوانخانہ میں
آئیں جائیں اپنے بیگانے کو ہر وقت پھلپلایاں نظر آئیں۔ بی وفادار جن کو تم کچھ اور بھائی خوب جانتے
ہیں۔ اب بخاری چھوٹی نے انھیں وفاداریک بنا دیا ہر باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائیں گی مگر غلطی او
لہذا میں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب وہ محل سے نکلیں گی ممکن نہیں کہ اطراف نہر کی
سبز رنگی۔ ممکن نہیں کہ دروازہ کے پاس ہوں سے باتیں کر نیکی۔ ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بی بی
کو لیجا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ پھول تمہاری چچا کے بیٹے کی کافی کے اس شرج۔ مختارے چچا کے
بیٹے کی کیاری کے ہیں۔ ہنر پنجر۔ ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قیمت اور مجھ سے تازک مزاج دیوانے
کی یہ شامت مہذا اس سہری کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے کتب کے بیٹے ہرگز کافی نہ جانا
تھو اور کتو ز اور تہنہ اور بکری باہر گھڑوں کے پاس رہ سکتے تھے عرفہ ربی دفعہ العزائم پڑا اور

رکھ لئے ہیں دو سطرین کچھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تھکے خط کا جواب ضرور لوستی جا
مزا شمشاد علی بیگ کو تھار خط پڑھوا دیا۔ انھوں نے کہا کہ غلام حسن خان کی حیثیت پر کیا موقوف ہے
مجھے آج سواری ملجائے کل چل نکلوں۔ اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹوٹا کا موسم نہیں گاڑی کی تیسیر
ہو جائے بس بچا بس بس کی بات ہو کہ الہی بخش خاں مرحوم نے ایک میں نئی نکالی میں نے حکم
غزل لکھی بیت العزل یہ ۵۰ پلاوے اور کسے ساتی جو ہم سے نفرت ہو ۶ پایا کہ گر نہیں دیتا
نہ دے شراب تو دے ۷ مقطع یہ ہو ۸ اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ۹
کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ۱۰ اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے
لکھ کر اس مقطع اور اس بیت العزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنائی ہے اور اسکو لوگ گاتی ہیں
مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی لڑکے جیسا عرو کی زندگی میں گانے والے شاعر کے کلام
سج کر دیں تو کیا بعید ہو کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا
مغربی کا ہے اور وہ شعر جو میں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہوں ۱۱
دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گلچین بہار تو زو اماں گلہ دار دے ۱۲

یہ دونوں شعر قدسی کہ میں۔ مغربی قدما میں اور عرفا میں ہے جیسا عراقی ان کا کلام دقیق و حقیق
تصوف سے لبریز۔ قدوسی شاہجہانی شرایں صاحب کلیم کا ہم عصر اور ہمچشم۔ ان کا کلام شورائیں
ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب زمانہ
ہیں کہ کو تھوڑا اس سے قرض لیا تو ہر دہائی مل کو مارا۔ ادھر خوب چند جین سکھ کی کوٹھی چالوٹی
ہر ایک پاس تک بھری موجود۔ ہند لگا جاؤ۔ نہ مول نہ سو اس سے بڑھ کر یہ بات کہ دینی کلچر بالکل بھول گیا
کے سربانہ کبھی کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی اور سے کچھ دلوا دیا۔ کبھی ان کے کچھ آگرہ سے بھیج دیا
اب میں دے باسٹھ روپے آٹھ آنے۔ کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک مختار کار

شریہا الدینیاں سے بل کر بھی نہ گیا خبر سے مرموز مصلحت خویش خیراں مانند یہاں جشن کے وہ سہا
 ہو رہے ہیں کہ مجھ سے اگر دیکھتا تو حیران ہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغا پوز نامی ایک تہی ہر آٹھ دس دن سے
 دواں خیام پر پاتھے برسوں صاحب کشن بہادر پریلی مع چند صاحبوں اور بیہوش کے آئے اور خیموں میں اترے
 کچھ کم سو صاحب و میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے بہان کل سہ شنبہ ۵ دسمبر حضور پوز بڑے محل سے
 آغا پوز شریف لگئے بارہ پروں بچے گئے اور شام کو باج بچے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خان خاں سال
 خواہی میں سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں دو پہر زدھ پیک کم نہ شمار ہوا ہو گا۔ آج صاحب
 عالیشان کی دعوت ہر پٹن شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔ روشنی آتش بازی کی وہ فراط کہ رات دن کا
 سامنا کر لگی۔ طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا جا رہے۔ کوئی کہتا ہے کہ
 صاحب کشن بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائیں گے کوئی کہتا ہے برسوں۔ رئیس کی تقصو
 کھینچتا ہوں قد۔ رنگ۔ شکل۔ شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدینیاں عمر کا فرق اور کچھ چہرہ اور لمحہ
 تفاوت۔ حلیم و خلیق۔ باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشرع۔ متوجع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں شعرا و نظم کیرف توجہ
 نہیں شکر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالائی طباطبائی کی طرز پر تھے ہیں۔ سنگفتہ جہین ایسے کہ
 آنکھ دیکھنے سے غم کو سوں بھاگ جائے فصیح بیان ایسے کہ انہی تقریر نہ کر ایک اور نئی روح قیاب
 میں آئے اللہم وام اقبالہ و زوا جلالہ بعد اختتام محافل طالبِ خصت ہو گنگا بھول خصت دلی جاؤ
 بھائی صاحب کی خدمت میں بشرط رسائی و ناب گویائی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تم کو
 معلوم ہوئی ہے وہ مجھ کو لکھنا۔ ۲۰ دسمبر شمس کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بج چاہتے ہیں۔ کاتب
 کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہو گے۔

ایضاً صبح پچھونہ ۱۲ جولائی ۱۳۲۶ء۔ میری جان سن پچھونہ پچھونہ جمعہ ۹۔ ہفتہ دس۔ اتوار گیارہ
 ایک ٹرہ برہنہ دن میں نہ نہیں تھا اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ رنگینٹی میں کوئے دہکا کر پائے

سمجھتا ہوں اگرچہ جو دین میں ڈالیں گے تو میرا جانا مقصود نہ ہوگا بلکہ میں دین کا ایذا نہ ہو گا اور دین کی آج کو تیر کر دینا تاکہ مشرکین و منکرین بتوت مصطفوی و امامت مرتضوی اس میں جلیں سنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نہ کرے اور کہتا ہوں حق کو گناہ جانے لگے تو البتہ مگو یا ہوگا اور کہو گے کہ ہاں یا نہیں جن روزوں میں تم علاؤ الدین خاں کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کے دیون طاپچہ مارے ہیں تو اب میں الدین خاں ان دنوں میں لو بارو میں۔ علاؤ الدین خاں کی والدہ تم کو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا تم چٹم پڑا ب میرے پاس آئے۔ میں نے تم سے کہا بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تم نے بیجا کیا آئندہ یہ حرکت نہ کرنا تم ناما ہوئے اب نہ کتب نشین طفل سے گزر کر پیر ہفتاد سالہ کے وہ غلط بنے تنے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہو۔ چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کہ اس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند نہ چند ہے۔ مجموعہ شریک گانہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ اور ہر شعر اس کے مخالف ہیں۔

صوفی یہ کہ آئینہ صاف بہت جام را	تا بگری صفائے عے لعل خام را
شراب بنو و مویہ جینیاں ہیں +	خلاف ذہبیاں جال نیاں میں +
ترسم کہ صرفہ نیر و روز باز خواست	نان حلال شیخ ز آب حرام نا
ساتی مکر و طیفہ حافظ زیادہ داد +	کاشغہ گشت طرہ دوستار مولوی

میں میں بڑی مصیبت میں ہوں مجلس کی دیواریں گر گئی ہیں پانچا نہ ڈوہ گیا چھتیں چکے ہی ہاں تمہاری چو بھی کہتی ہیں اے ذبی ہاے مری۔ دیوانخانہ کا حال مجلس سے بدتر ہے۔ میں نے کہ نہیں ڈرتا۔ فقہان راحت سے گھر گیا ہوں۔ چھت چلنی ہے ابرو گھٹنے پر سے توجہت چار گھنٹے کی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے۔ میں نے کھلے تو سب کچھ ہوا اور پھر اٹا ہے مرمت ہو۔

سو ماہ بیاہ لیا چاہو مول میں قسط اسکو دینی پڑے انکم کس خدا۔ چوکیدار جیدا۔ سود جیدا۔ مول حکام۔
 بی بی جیدا شپے جیدا۔ شاگرد پیشہ جیدا۔ آدمی ایک سو باسٹھ تنگ آگیا۔ گزرا مشکل ہو گیا روزمرہ کا
 بند رہنے لگا۔ سو پناہ کیا کردں کہاں سے گنجائش نکالوں۔ تہر درویش ربحان درویش۔
 صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب گلاب موقوف۔ بین بائیں روپیہ
 بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کب تک نہ پیو گے کہا گیا کہ جب تک نہ پکڑا
 پوچھا کہ نہ پیو گے تو کس طرح جو گے جواب دیا کہ جسطرح وہ چلائیں گے۔ بدے مہینا پورا نہیں گزرا
 تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آگیا قرض مقسط ادا ہو گیا متفرق رہا خیر ہو صبح کی
 تبرید سات کی شراب جاری ہو گئی۔ گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی اور بحالی
 پوچھی تھی ان کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا ہے اے پیغمبر زلالت شرع نام
 دیکھا ہکو یوں پلاتے ہیں۔ دیکھے بیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور مسائل ابو حنیفہ
 دیکھنا اور مسائل حنیفہ نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ و حد و حرج
 کو اپنے و نشین کرتا اور ہے مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب ممکن میں مشترک جانتے ہیں مشرک وہ ہیں جو
 سب کو بت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسلمانوں کو ابوالامیہ کا
 ہمسرہ مانتے ہیں و مخرج ان لوگوں کی واسطے ہو۔ میں موجد خالص اور مومن کامل ہوں زبان سے
 لا الہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیاء
 سب جب التعظیم اور اپنے وقت میں سب مفروض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ
 خاتم المرسلین اور رحمۃ اللہ علیہ میں قطع نبوت کا مطلع امامت اودا امامت نہ اجماعی بلکہ اللہ ہے
 اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حین اسی طرح تاجہدی موعود علیہ السلام سے بریں تم
 ہم بریں مگر ہم وہاں اتنی بات اور ہے کہ اباعت اور زندہ کو مردود اور شراب کج حرام اور اپنے کو مباح

باسم از جہل معارض شدنا منفعلے	کہ گرش بچو کنم این بودش مع عظیم
-------------------------------	---------------------------------

یہ سالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ناقب نے تم کو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس سال سے میرا دعایہ ہو کہ اس کے معائنہ کیوقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت کا عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو۔ اور از روئے انصاف حکم بنو۔ بے حیف و میل اس نے جو مجھے گالیاں دی ہیں اس پر غصہ نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی شدت اس کتاب میں کی صورت سوال دیگر جواب دیگر ان باتوں کو مطمح نظر کرو بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ الگ کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ مجملہ رجال الغیب ہے ان ہفوات کا خاک اڑا رہا ہے۔ نیز رختاں نے اسکو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ مزہم کہ جو کتھا کر والد کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا یعنی قیصہ چاچا نا اور ولی آنا اس کا بابر اغضال و مشرک لکھ۔ دن پانچ اپنا نام آغاز کتاب میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا کھوں۔ فقط ✽

ایضاً یہاں میں تمھارے باپ کا تلخ تمھارا مطمح فرخ مرزا کا فرمانبردار لکھی اٹھا ہوں اپنے کو نہیں سمجھا کہ میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقبہ پہنچ جائیگا۔ چہ جہو تمھارے ہوئے میرا مہدی حسین صاحب کو دیئے اور باقی دن چڑھو عیان مطمح جمع ہو لیں تو وہ اوراق بھی منگا دو لکھا۔ غالب ✽

ایضاً شنبہ ۱۸ شعبان و فروری وقت نماز نہر نیز اصغر بہر سخن سرائی مولانا علانی کی خاطر نشان و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے۔ میں گیا اور ملا علی حسین خاں کو بھی لکھا۔ پتھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب لدہ صاحبہ کے پاس گئے میں گھر آیا کھانا کھایا۔ دوپہر کو کتھا را خط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھیج دیا۔ یہ عرض جو بھائی کو ہے اس راہ سے کہ صحت ہو کہ وہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہیں میں تو بھول گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی

جیسا اس طرح رہوں اگر تم سے ہونے کے تو برسات تک بھائی سے منکودہ جو ملی جس میں میر حسن سے تھے
 پتہ پوچی کے پہنے کو اور کوکھی میں سے وہ بالا خانہ مع والان زیریں جو اہلی بخش خاں مرحوم کا مکان
 میر حسن کے کوہ لوداو۔ برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی۔ پھر صاحب ورمیم اور بابا لوگ اپنے قدیم مکان
 آئیں گے۔ تمھارے والد کی ایتھار و عطا کے جہاں منجھہ سان ہیں ایک یہ معرفت کا احسان میر بایان عمر
 میں اٹھ چکی تھی۔ غالب۔

ایضاً چار شنبہ مارچی ۱۲۸۷ ہجری بمقام عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت۔ میری جان غالب کثیر المطالب کی
 کہانی سن۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں ایک امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ اتنا امر مطابق اس پہا
 کے نہایت پذیر ہوگا۔ یہاں اخلاط طبع کا وہ حال کہ آغاز منشوش انجام منخوش مبتدا خبر سے میگاہ۔ منظر
 خواہے محروم سنا اور متواتر نہا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤ الدین خان مع قبائل آئیں گے دل خوش ہوا کہ
 اپنے محبوب کی شکل مع اس کے نتائج کے دیکھو گا۔ برسوں آخر بھائی پاس گیا اثنائے اخلاط و ہنسا ط میں
 میں پوچھا کہ کچھ بھی علاؤ الدین خان کی میں گے جواب کچھ نہیں ہے وہ قصہ تو طے ہو گیا ماں وہ تو روپیہ میں
 دے بھی دیا میں نے کہا نواب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید بھی آئے ۵ معلوم ہوا کہ خیر ٹھیکہ لایا جا
 نا چار روہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب ہلکا کر بھیجوں۔ برسوں تو شام ہو گئی تھی کل بنگلہ مونیو الوٹن و م لینیو و
 اس پر تہ کیہ ناقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکہ ہیں اب ضرور آؤ کہ گزارش تے عل سے پہلے تمھارے رفع ملک
 میں کلام کردن بھائی تم میرے فرزند بلکہ باز فرزند ہو۔ اگر میر صلی بیٹا اس دیودانت و تحریر تقریر کا ہوتا
 میں کو اپنا یاد فادار اور ذریعہ افتخار جانتا۔ میرے خطوط کے پہنچنے کا گلہ غلط۔ تمھارا کوٹا خط آیا کہ
 اس کا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں نے اس نظر سے نہ کھے
 کہ اب تم آتے ہو زبان گفت و شنید ہو جائیگی ناقب نے چلتی گاڑی میں روڑا لٹکا دیا تب مجھے توطیہ
 تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا اور آغاز نگارش یہاں سے ہوتا۔ یا اسد اللہ غالب ۵

ایضا اقبال نشان والا نشان صدرہ عزیز تراز جان مرزا علاؤ الدین خاں کو دعائے درویشا
غالب دیوانہ پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہوگا۔ میں نے درستان فارسی کا تم کو حائشین خلیفہ
قرار دے کر ایک سبجل لکھ دیا ہے۔ اب جو چار کم استی برس کی عمر ہوئی اور جاناکہ میری زندگی برون
کیا بلکہ جہینوں کی نہ رہی۔ شاید بارہ جہینے جس کو ایک برس کہتے ہیں اور جنوں۔ ورنہ دو چار جہینے
پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حواس میں اپنے دستخط سے بتو قیغ
تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن اردو میں نظماً و نثر اتم میرے جانشین ہو چاہیے کہ میرے جان و مالے
صیا جھکو جانتے تھے ویسا لگو جانیں اور جطرح جھکو ماتھ تھے تم کو مانیں کُل شے ہالہ
وَبَقِيَ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یَکْشِفُ سُلْخَ صَفَرِ شَعْبَةِ هَجْرِي۔ ۱۲ جون ۱۲۸۵ء منقہ اولیٰ

بنام مرزا امیر الدین احمد خاں المدعو بہ فتح مرزا

اے مردم چشم جہاں بین غالب۔ پہلے القاب کے معنی سمجھ لو یعنی چشم جہاں بین غالب کی تپلی
چشم جہاں میں تمھارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر اور تپلی تم۔ آج میں نے تمھارا خط دیکھا۔ جھکو
بہت پسند آیا۔ اُشاؤ کا ملغ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں
میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دُعا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ
نہیں تو تمھارے باپ کی برابر علم و فضل اور تمھارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش
خاں بہادر جنت آرام گاہ کے برابر جاہ و جلال غایت کرے۔ یہاں تمھارے دادا دادا
امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تمھارا دلاوہ ہوں۔ خیر وار جمہ کو لہنی صورت مجھے دکھا
جایا کرو۔ والدعا۔ ویدار کا طالب غالب۔

بنام میر احمد حسین المتخلص میکیش

جانی میکیش آفریں۔ ہزار آفریں۔ تاج نے فرادیا۔ خدا جانے وہ خڑے کس خڑے کے

وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ فزون نہ تھے تنقید برقی فوراً اور یہ اسہال بعد چند روز عمل کیا
آیا۔ اب سن کہولت اس حال فیون مزید علیہ دُورہ جلد متواتر ہوا۔ منظر اب ازراہ محبت ہے ازروے
حکمت منظر اب کی کوئی وجہ نہیں نظری میں تجا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک عملی میں چالاک
حکیم احسن اللہ خاں وہ کردلی۔ ہر حکیم محمود خاں وہ ہمایہ دیوار دیوار حکیم غلام نجف خاں وہ دست
قدیم صادق الوالا۔ حکیم بٹانکے خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے وہ بھی شریک
ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے۔ ہاں دو ایک ڈاکٹر باعتبار معقومی حکام نامور
یا کوئی ایک آدھ بید منزوی اور گنٹام۔ بہر حال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ سچا
تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خاں کی کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان
حکومت محبت بھی کہتے ہیں بقدر پریشہ و ہر مور بھی نہیں سما لہ حکماء کی راہ پر رہے گا۔ مذہبی اور
غفاری میں اگر قصور کروں تو گناہ نگار۔ میاں ایسے موقع میں راسے اطباء میں خلاف کم واقع ہوتا
ہے مرض شخص۔ دو محبت۔ سود مزاج سافج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب
سوائے تنقید کے کوئی تدبیر نہ سوچے گا۔ تنقید میں سوائے مخزجات بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا
تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقید خاص ہو اور ایارج کا سہل دیا جائے۔ اسما و آیات شفا بخش
مقرر ہیں۔ رد و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور غرام خوانوں نے
نہ تو دوی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بکھانتے ہیں۔ تمہارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا
بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص ہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہاں
نہ جائے۔ یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔
شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز باخیر شام سلامت۔
نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔ *

کوئی منصب کوئی عہدہ دلوادو گے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے
بڑا احسان مند ہوں گا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۳ شوال ۱۲۸۷ ہجری ۶

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب بنیم جاں
کی دُعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم
اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑ ابھی چمکانہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ
جابسجا۔ آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضیٰ الولد تیرا بیہ حسن اخلاق میں
نواب فردوس آرامگاہ کو برابر بلکہ بعض شبوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں بجز دمنڈ نشینی
کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خاں ماں کو تیس ہزار روپیہ بابت
مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہوں گا
سُنو صاحب میں فقیر آزادہ کیش ہوں۔ دینا دار نہیں۔ مکار نہیں۔ خوشامیر اشا
ہیں۔ جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے
مجھے سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ
یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلیبی بیٹا ایسا ہوتا جسے تم ہو تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف
جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع۔ توشیح و زہد و تقویٰ کے
حاوی۔ علم اخلاق میں حکمائے روحانی نے سوادِ شے جو مدارج کچھ میں وہ سب تم میں
پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عمر طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے
زیادہ دے ان شاء اللہ کہ بچپن خواہد بود ۶ غالب۔ ۶

ہوں گے۔ جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب سے قلندر ہرچ گویہ دیدہ گوید + تاریخ دیکھی اسکی
تعریف کے خرمے کھائیں گے۔ اُس کی تعریف کریں گے۔ کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے
کہ یہ حسن طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو۔ ابھی رقعہ لے کر
آیا ہے ابھی خرمے لے کر آوے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
اگر بغرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے
بجھاؤ گے تو ہم بھی کہیں گے تازہ شے بہتر۔ بارہ سے بہتر +

ایضاً۔ میاں عجیب اتفاق ہے نہ میں تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم میرے دیکھنے
کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو وہ قدم رنجہ کہاں سے کر دسرا پار رنجہ ہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
یہ تعطیل کے دن کیا ناغوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میرسر فراز حسین سے تمہارا
حال سن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا
دے۔ خواہش ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ واللہ عا ہد

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب

خانصاحب محیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب درویش کا سلام خوب یاد
کیجئے۔ کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا
سائل ہوں حامل ہذا المکتوب ہڈت بے زاین میرا خط لے کر حاضر ہوتے ہیں ان
بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکاری مناصب عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ
رکھتے تھے۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوے نوکری میں بیٹا لے آتے ہیں۔
آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے

صوت کے تم اچھے۔ سیرت کے تم اچھے۔ شیوہ و روش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ اگر میرا صلیبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اُسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو۔ اُس قوم اور اُس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمرو دولت و اقبال جاہ و جلال عطا کرے۔ یہاں تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق میں اس سے نور چشم مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے انتقال حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل انکاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں۔ شعر خوب کہتے ہیں۔ صاحب استعداد ہیں۔ علم اُن کو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نور چشم مولوی نصیر الدین لومیری دُعا کہنا۔ محرمہ ۳۰۔ چاندی ۱۲۸۶ ع۔

بنام منشی جواہر سنگہ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگہ کو بعد دُعا سے دوام عمرو و دولت معلوم ہو۔ خط تمہارا پہنچا۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول میں جو کوشش میرا سنگہ نے کی ہے۔ میں تم کو کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں۔ روپیہ صرف کیا مسئلہ روپیہ جو تم نے بھیجے تھے وہ اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کئے پانچ پانچ اور چار چار اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لئے اور ہوائے۔ خرید میں روپیہ جدا دیے اور مرنے میں روپیہ جدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب

بنام جناب اسٹریٹ لال صاحب

شفیق کرم بابو پیارے لال صاحب کسلام۔ کل قومی مسودہ بابو چندو لال صاحب کے پاس پہنچ گیا
 یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے۔ جلد ہی
 ہمیں آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھئے۔ جب صاف ہو جائے گا۔ مجھے دیجئے گا۔ میں
 اپنی جہر کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ
 کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور پرسوں شیلے کو تشریف لے جائیں گے
 بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل میں آپ
 دوں۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء
 ایضاً کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا۔ خیر میری تفصیل معاف کرو
 اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کرو تا کہ
 میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں۔ بر خور دار ہیر سنگھ تھارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تھارا
 دست گرفتہ ہے۔ رہتک میں تم نے اسے نوکر کھوا دیا تھا۔ خیر وہاں کی صورت
 بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ۔ تمہیں
 دستگیری کرو۔ تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے مٹ جائے گا
 والسلام۔ غایت کا طالب غالب۔

ایضاً فرزند ارجمند اقبال بلند بابو اسٹریٹ پیارے لال کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا
 پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے تم
 نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں تمہارا عاشق ہوں اور کیونکر عاشق ہوں

بارے تمام ہوا آب جاڑوں کے بون آرام سے کاٹو۔ گجراؤ نہیں۔ سال بھر پڑ جائے جاؤ۔ جب لڑکا
شد و بڑے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار
ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکثر اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو
نوکر نہیں ہو جو ابو پیارے لال کو تنہا بدلی کا اختیار ہو۔ زہار میں اس باب میں باجوہ
نہ کہوں گا۔ ورنہ یہ خط تمہارا منشی جو ہر سنگ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق الجھو کیوں۔ اس الجھنے سے
فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو کہ رحم کرنے کد مدعی خدا بکندہ میں دیسا ہی ہوں جیسا تم کچھ
گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب - ۱۳ جنوری سنہ ۱۳۰۷ ع۔ *

بنام منشی بہاری لال المتخلص شتیاق

سعادتمند بالکمال منشی بہاری لال کو یمن تاثیر و عاے غالبیتہ حال عمر و دولت و اقبال فراوان
ہو۔ منشی من بجا و نال تنہا و والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اس بہر
و جادۂ فنا سے میری ملاقات تھی لیکن تنہا رہے تہا اور بے حُرّتی رہ جانے کا میں نے
بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶ فروری سنہ ۱۳۰۷ ع۔ *

ایضاً بر خودار بہاری لال نجوتم سے جو محبت ہو اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ تمہارے
خال فرخ خاں منشی کند لال میر پور پڑائے یار میں خوش خوش ہو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے
تمہاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اردو نظم و نثر میں تمہاری طبع کی رونق
اور تمہاری قلم کی گل نشانی مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اجزاء
کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بر تقلید اور انشا پردازیوں کے تمہاری عبارت
میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو

دور رہا ہے۔ ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی
ہاتھ آئے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کر کے تمھارے پاس بھیج دے گا
مدد میں بھی اُس کی کر رہا ہوں لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین۔ پندرہ
روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز کر کے اُس سے بہت
روپیہ لئے جب سب قطعہ تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا
کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن ہوئے جب تم نے
لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ واللہ عا۔ اسد اللہ۔

ایضاً بر خوردار کامگار سادات و اقبال نشان منشی جواہر سنگہ جو ہر کو بلب گڈہ کی تحصیلدار
مبارک ہو۔ پہلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈہ گئے اب بلب گڈہ سے دلی آؤ گے
انشاء اللہ۔ منو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے علاقہ
تحصیلداری میں بصیئہ لمبا بت ملازم سرکار انگریزی ہیں ان کے والد ماجد میرے پیاس
برس کے دوست ہیں میں اُن کو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہوں اس صورت میں حکیم مرزا جان
میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُن سے یکدل و یک رنگ اور اُن کے
مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیئہ دوام ہے۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی
نہ ہوگی۔ صرف ہی امر میں کوشش ہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر نشان ہے
حکیم مرزا جان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے۔ ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء

بنام منشی ہیر سنگہ صاحب

نور چشم غالب غمیدہ منشی ہیر سنگہ کو دُعا پہنچے تہا خط مؤرخہ ۱۱ جنوری پہنچا۔ دورہ کا سفر

شہسوار عرصہ نکتہ دانی کیتا ز میدان جادو بیانی فرما نرواے کشور نازک خیالی۔
 زینت افراے اورنگ بیهثال ناثر نثری رفت ریشا عثری رتبت جمن آراء گلستان
 فصاحت حدیقہ پیراے خیابان بلاغت غروب غزم آفرینش۔ نور ویدہ بنیش۔ استاد
 یگانہ مسلم الثبوت زمانہ۔ رشک عفی وغیرت طالب جناب استاد یحیٰی الدولہ
 دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب۔
 کی زبان معجز بیان برآیا ہوا اور خامہ پردیں افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینہ
 بے نظیر و مجموعہ دلپذیر جس کا ہر حرف باعث نظارت چشم نظر اگیاں اور ہر لفظ سبب
 تازگی دیدہ مشتاق ہے۔ ہر سطر کو درابے موج خیر معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار
 رنگیں بیانی کہنا چاہیے۔ عبارت سے سلیس کی سلاست پیدا۔ مضامین سے آب کو
 کی لطافت ہویدا۔ کند انداز سائیں گردن معانی شکار شیرینی ادا پر اداسے شیریں لب
 نثار۔ غور کیجئے کہ فراہم آنا اس نسخہ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا
 کیونکہ غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو کٹھن ارزانی و شائقین کو مذاق سخن کی
 فراوانی مبارک۔ کیونکہ شکار فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ آں سے سلک اندوگین کیا
 شکریہ کیا کلام ہے اے بے خبر گریہ دہنگام ماتم عام ہے ۵

سرگرم ہوں از تہ دل باگریستن
 ناخوش گوار چشم مرا تاگریستن
 باید بجز خضر و سیاحاگریستن

باید چو شمع در دل شبہاگریستن
 ناسازگار جسم مرا ناگداختن
 این است اگر تراوش سرچشمہ حیات

ہنوز یہ نامہ لاویز تمام کمال تشریف طبع نہ پاچکا تھا کہ سپہرے مہر نے تیاریخ نور و فیض
 شہرہ البحر می جامہ حیات جناب منور و مرحوم کو چاک کیا، ہنوز آفتاب علوم و کمال کو

اطلا کی غلطی کا ملکہ بالکل فاضل ہو جائے۔ مگر بہاری لال اس نو بہال بلوغ دولت عیسوی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یادری سمجھو۔ یہ دشمن ستودہ خود امیر مہر ہوئیو والا اور مراد علی کو پہنچنے والا ہے۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی رشتی ہونے والی ہے۔

یاد امان صاحب دے لے گیر کہ مرد از صاحب دولت شود پیر
میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطالع اجل المطالع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجھو خان روزگار ہیں نکو غوے اور نیکو کردار ہیں۔ میر فتح الدین آزاد منش اور سعادتمند توجوان ہیں کم گفتار اور مرغ و مرغیان ہیں تم چاروں شخص پیکر صدق و صفا و مہر و دلا کے چار عنصر ہیں جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطالع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب، رحون شمع *

خاتمہ کتاب اردو کے معنی ریختہ کلک بلاغت انما سخندان بہتال
معنی سنج نازک خیال شاعر نغمہ گوے دلا و زربان ناثر جادو و طراز و
شیریں ہیاں مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا عالم حوم
شیدائیان شاید لفریب سخن ہر وقت اس کے خریدار اور شفیق کان جن معانی ہر دم اس کے خوشگوار رہتے ہیں کہ
اچھا کلام جو مطبوع طبع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواہر شائقین و دست اندیشہ ہو میر آئے
صاحب نظران دیدہ و برجلی آنکھیں شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں یہ شاہد
ماہ پیکر اس مہر متثال سے تسلی نہیں پاتے۔ اور نگین مشاں نکتہ پرور جلی دماغ میں
کلمستان سخن کی بوبھر جاتی ہے۔ ریا چین بارغ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔
اور چہرہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر بخوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری



برخ خوف دکھایا۔ مانتاب فضل و ہنر کو صد کسوف میں گھنسا یا
 اس تم گار سے کوئی پوچھے مانتا اس واقعہ سے کیا آیا
 یہ مہرجا کہ عالم میں تاریکی چھائی گی زمانہ کو کشمیں اتھ آئیگی۔ آنکھیں انکبار دل بقرار ہوں گے گرس
 نیش عقرب نہ از پے یکن است مقتضای طبیعتش این است +
 اپنی عادت سے ناچار ہے۔ شمنی اہل کمال اس کا اشارہ ہے۔ کوئی بتلائے آفت ہو۔ خواہ گناہ صیبت ہو
 اسکو اپنی گردش کا زندہ کھانا کسی نہ کسی پکاۓ آفاق کو نقش ہستی صفحہ روزگار سے مٹانا۔
 سخن آوازے نوہ سرائی سے کیونکر بدل ہو۔ سخن سنجی کے عوض کھجی نالہ پُرورد اور کھجی آہ سرد
 لب پر ہے۔ کہیے جب یہ بارگر ان اندوہ دل پر آئے۔ دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے
 کیسی تاریخ خاتمہ کتاب۔ کیا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قسط لکھتا ہوں قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	لب پہ نالوں کا اثر و حام ہوا
صدیہ مرگ حضرت غالب	سبب رنج خاص و عام ہوا
پچھ ہی سال طبع سال وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصہ اول اردو میثلی	۱۱۲
طبع فراڈنشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص	۱

جواہر دوے معلی گشت تالیف	ہانا ایک جہاں گردید طالب
پچھ سال میثالی طبعش	اگے جوہر خجہ اردوے غالب

کاپی رائٹ محفوظ ہے

اعلان

المجلد سید عبدالسلام بن سید محمد معظم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلی



Central Archaeological Library,
NEW DELHI.

14843.

Call No. 928.91431/ Gha

Author Asadul-lah Khan
(Ghalib)

Title Urdu-i-musalla.
A Collection of Urdu letters

Borrower No.	Date of Issue	Date of Return

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.